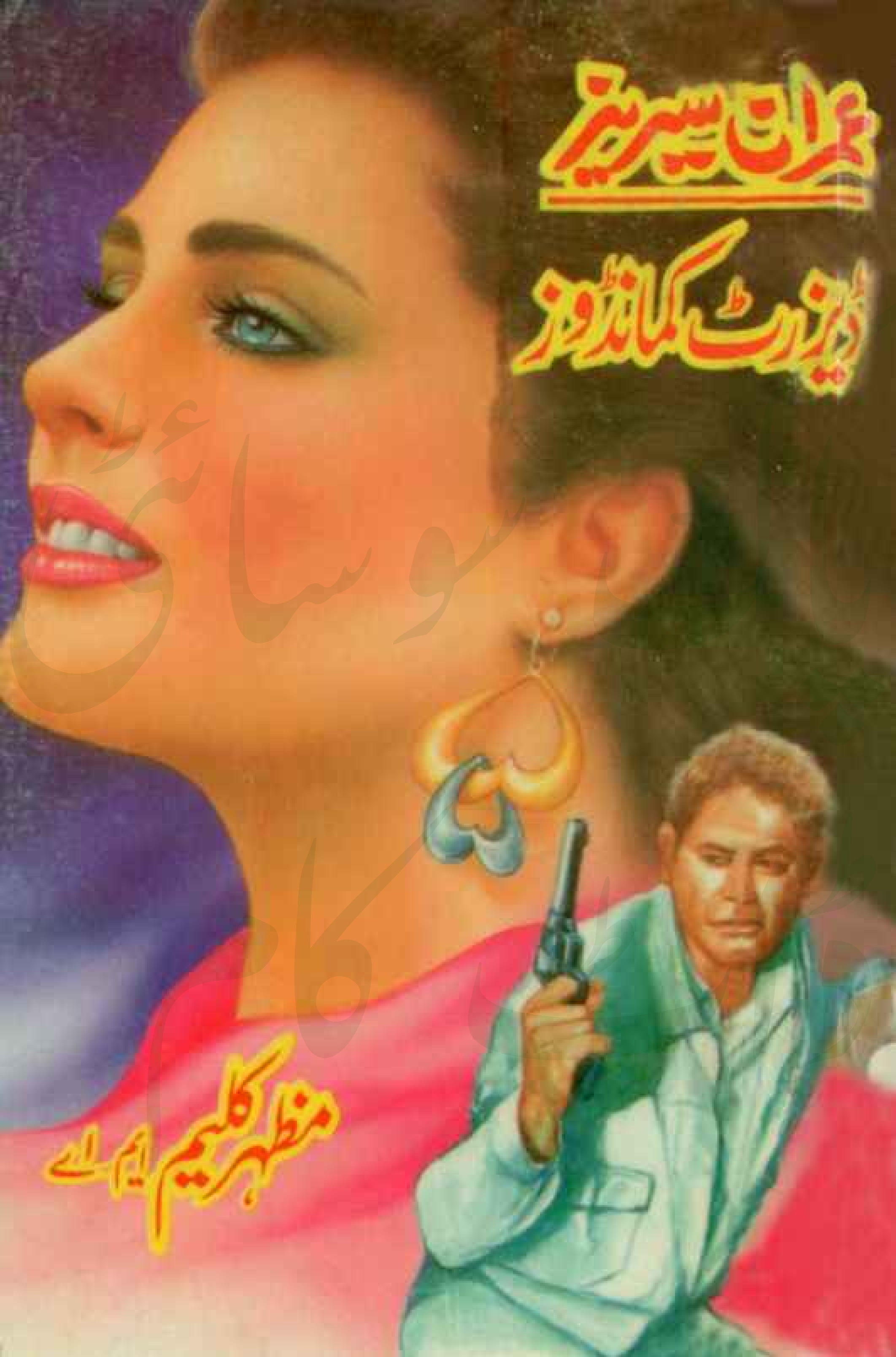

عمران سیریز

ڈیزرٹ کمانڈوز

مظہر کلیم ایم اے

عمران سیریز ۱۸۹

ڈیزرٹ کمانڈوز

مکمل ناول

مظہر کلیم ایم اے

یوسف برادرز
پاک گیٹ
ملتان

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
PK7E@HOTMAIL.COM
PK7E@HOTMAIL.COM

جملہ حقوق بحق ناشران محفوظ

اس ناول کے تمام نام ، مقام ، کردار ، واقعات اور پیش کردہ سچوایشنز قطعی فرضی ہیں ۔ کسی قسم کی جزوی یا کُلی مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کیلئے پبلشرز ، مصنف ، پرنٹرز قطعی ذمہ دار نہیں ہونگے

ناشران	اشرف قریشی
	یوسف قریشی
پرنٹر	محمد یونس
طابع	ندیم یونس پرنٹرز لاہور
قیمت	۳۰/- روپے

چند باتیں

محترم قارئین ! سلام مسنون ۔ نیا ناول ڈیزرٹ کمانڈوز آپ کے ہاتھوں میں ہے ۔ یہ عمران اور اس کے ساتھیوں کا ایسا کارنامہ ہے جس میں انہوں نے محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً اپنی جانوں پر کھیل کر یہودیوں کے ایسے مشن کو تباہ کیا ہے جسے یہودیوں نے نہ صرف ہر لحاظ سے ناقابل شکست بنا دیا تھا بلکہ ایسے انتظامات کئے گئے تھے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کسی طرح بھی اس تک پہنچ ہی نہ سکے ۔ لیکن وطن کی سربلندی اور کروڑوں اہل وطن کی سلامتی کی غرض سے عمران اور اس کے ساتھی اپنی جانوں کو ہتھیلیوں پر رکھے انتہائی نامساعد حالات کے باوجود نہ صرف وہاں تک پہنچ جانے میں کامیاب ہو گئے بلکہ یہودیوں کا مسلمانوں کے خلاف یہ عالمی منصوبہ ان کے ہاتھوں انجام کو بھی پہنچ گیا ۔ اس منصوبے کو عمران کے ہاتھوں سے بچانے اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے خاتمے کے لئے انتہائی تربیت یافتہ ڈیزرٹ کمانڈوز کو سامنے لایا گیا تھا لیکن جب ان کمانڈوز کا سابقہ عمران اور اس کے ساتھیوں سے پڑا ، تب انہیں معلوم ہوا کہ صرف تربیت ہی اصل چیز نہیں ہوتی بلکہ اصل چیز جذبہ ہوتا ہے ۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو یہ منفرد انداز میں لکھا گیا ایڈونچر پسند آئے گا ۔ آپ کی آرا کا منتظر رہوں گا ۔ مگر ناول پڑھنے سے پہلے اپنے چند خطوط بھی ملاحظہ کر لیجئے ۔

بہاول نگر سے شاہد اختر صاحب لکھتے ہیں ۔ "بارکی" اور "ویل ڈن" بےحد

PK7E@HOTMAIL.COM

PK7E@HOTMAIL.COM

اچھے ناول ثابت ہوتے ہیں۔ بارکی میں چوہان نے جس انداز سے اپنی بے پناہ ذہانت کا مظاہرہ کیا ہے اس نے مجھے بیحد متاثر کیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ سیکرٹ سروس کا ہر ممبر اپنی جگہ پر انتہائی ذہین ہے مگر ان کی ذہانت عمران کی سُپر ذہانت کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے۔ "ویل ڈن" میں انسپکٹر عارف کا کردار بھی بیحد خوبصورت ہے۔ آپ اسے سوپر فیاض کے ساتھ مستقل اٹیچ کر دیں تو بے حد لطف آئے گا"۔

شاہد اختر صاحب! ناولوں کی پسندیدگی کے لئے بیحد مشکور ہوں۔ آپ کی یہ بات درست ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا ہر ممبر اپنی جگہ پر بے حد ذہین ہے۔ دراصل سیکرٹ سروس میں شامل ہی وہی ہوتا ہے جو ہر لحاظ سے سُپر ہوتا ہے ورنہ تو وہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکے۔ انسپکٹر عارف پہلی بار سامنے آیا ہے۔ آئندہ دیکھیے اس کی صلاحیتیں کوئی رنگ دکھاتی بھی ہیں یا نہیں۔ یہ تو اس کی اپنی کارکردگی پر منحصر ہے۔

لاہور شیرانوالہ گیٹ سے سید نبیل احمد رضوی صاحب لکھتے ہیں۔
"آپ کا ہر ناول ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہوتا ہے۔ ہم ہر بار یہی سوچتے ہیں کہ شاید آپ اس سے اچھا نہ لکھ سکیں۔ لیکن جب آئندہ ناول آتا ہے تو وہ واقعی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہوتا ہے۔ آپ سے ایک شکایت بھی کرنی ہے کہ سر رحمان ہر وقت عمران کو ڈانٹتے رہتے ہیں۔ کیا ان کے اندر باپ کی شفقت اور محبت کا جذبہ سرے سے ہی نہیں ہے کبھی کبھی ان کے کردار میں شفقت اور محبت کے جذبے کی جھلک بھی دکھا دیا کریں"۔

سید نبیل احمد رضوی صاحب! ناولوں کی پسندیدگی کے لئے انتہائی مشکور ہوں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا کرم اور آپ قارئین کی دعائیں ہیں کہ میں جو کچھ لکھتا ہوں وہ آپ کو پسند آتا ہے۔ جہاں تک سر رحمان کی ڈانٹ ڈپٹ کی بات ہے تو عمران ان کا اکلوتا لڑکا ہے۔ ظاہر ہے وہی ان کی شفقتوں اور محبتوں کا مرکز بھی ہوگا لیکن کیا کیا جائے عمران کی طبیعت ہی کچھ ایسی ہے کہ وہ سر رحمان کی طرف سے محبت اور شفقت کا اظہار ہونے سے پہلے ہی کوئی ایسی بات کر دیتا ہے کہ سر رحمان کی محبت پر غصہ غالب آجاتا ہے چنانچہ دونوں کردار اپنی اپنی مخصوص طبیعت کی وجہ سے اپنی جگہ مجبور ہو جاتے ہیں۔

ڈیرہ غازی خان انڈس کالونی سے ایک صاحبہ لکھتی ہیں۔ "آپ جس انداز میں کہانی لکھتے ہیں وہ واقعی انوکھا اور انتہائی خوبصورت انداز ہے میں نے بھی ماورائی علوم میں کافی مشق کی ہے اس لئے جن کتابوں میں عمران ٹیلی پیتھی یا ہپناٹزم جیسے علوم کو استعمال میں لاتا ہے وہ مجھے بے حد پسند آتے ہیں۔ البتہ آپ سے ایک بات کہنی ہے کہ عمران اب چائے بہت پینے لگ گیا ہے حالانکہ چائے کا زیادہ استعمال ماورائی علوم کے ماہرین کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ میری درخواست ہے کہ آپ عمران کو زیادہ چائے نہ پینے دیا کریں"۔

محترمہ قاری صاحبہ! کتابوں کی پسندیدگی کے لئے میں آپ کا مشکور ہوں۔ مجھے یہ پڑھ کر بیحد مسرت ہوتی ہے کہ آپ نے ماورائی علوم میں کافی مشق کی ہے۔ جہاں تک چائے کا تعلق ہے تو چائے نوشی کی زیادتی واقعی بیحد نقصان دہ ہے لیکن اکثر دیکھا گیا ہے کہ دماغی کام کرنے والوں کے لئے کبھی کبھی چائے بیحد محرک ثابت ہوتی ہے اور عمران بھی ناشتے کے علاوہ صرف اس وقت چائے پیتا ہے جب وہ کسی ذہنی کام میں مصروف ہو۔ ویسے کبھی کبھی آپ بھی چائے پی لیا کریں تاکہ آئندہ خط لکھتے وقت

اپنا نام لکھنا نہ بھول سکیں ۔

رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ سے محترمہ عشرہ صاحبہ لکھتی ہیں۔ آپ کی ہر کہانی ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہوتی ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کی کس کہانی کی زیادہ تعریف کی جائے ہر کہانی ہی اپنی جگہ انتہائی تعریف کے قابل ہوتی ہے بہرحال آپ سے مجھے ایک شکایت بھی ہے کہ آپ اب عمران کو بہت زیادہ زخمی کروانے لگ گئے ہیں جس سے مجھے بیحد دکھ ہوتا ہے۔ ایکشن گروپ بھی بیحد اچھا ناول ہے مگر اس میں بھی عمران کو آپ نے شدید زخمی کروا دیا۔ مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوتا۔ اس لئے میری درخواست ہے کہ آپ کم از کم عمران کو زخمی نہ کروایا کریں۔

محترمہ عشرہ صاحبہ! کہانیوں کی پسندیدگی اور آپ کے مخلصانہ جذبات کے لئے میں بیحد مشکور ہوں۔ جہاں تک عمران کے زخمی ہونے کا تعلق ہے تو اس کے زخمی ہونے پر مجھے خود بھی بیحد دکھ ہوتا ہے لیکن کیا کیا جائے عمران کے کام کی فیلڈ ہی ایسی ہے جہاں زخمی ہونا تو معمولی بات ہے۔ ہر لمحہ موت کا لمحہ بن سکتا ہے لیکن آپ سوچئے کہ عمران اپنے کسی ذاتی مفاد کے لئے زخمی نہیں ہوتا۔ وہ ایک عظیم مقصد کی خاطر جدوجہد کرتے ہوئے زخمی ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ اپنے ملک کے کروڑوں بے گناہ افراد کو زخمی ہونے سے بچانے کے لئے خود زخمی ہونا زیادہ پسند کرتا ہے اس لئے یہ زخم اسے تکلیف دینے کی بجائے اس کے حوصلے اور ہمت کو اور زیادہ بڑھا دیتے ہیں۔ اُمید ہے آپ بات سمجھ گئی ہوں گی۔

والسّلام

مظہر کلیم ایم۔ اے

عمران نے کار سنٹرل انٹیلی جنس کی نئی عمارت کی پارکنگ میں روکی اور پھر وہ نیچے اترا ہی تھا کہ ایک نوجوان تیزی سے اس کی طرف لپکا

”جناب۔ آپ کا نام علی عمران ہے“ ــــــ نوجوان جس نے ایک میلی سی شرٹ اور سستے کپڑے کی پتلون پہنی ہوئی تھی جھجکتے ہوئے انداز میں پوچھا۔

”ہاں۔ کیوں“ ــــــ عمران نے چونک کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ نوجوان بیحد پریشان نظر آ رہا تھا۔ اس لئے عمران نے جواب سنجیدگی سے دیا تھا۔

”جناب۔ میرا نام جاوید شوکت ہے۔ میں نے کمپیوٹر سائنس میں ماسٹر ڈگری لی ہوئی ہے اور میٹرک سے ایم۔ ایس۔ سی تک میری فرسٹ کلاس ہے لیکن جناب ڈائریکٹر جنرل صاحب نے جو آپ کے والد ہیں مجھے نوکری دینے سے انکار کر دیا ہے۔ جب کہ انہوں نے ایک ایسے نوجوان کو ملازم رکھ لیا

ہے جس نے کمپیوٹر سائنس پر عام سا ڈپلومہ کیا ہوا ہے لیکن وہ ایک امیر آدمی کا بیٹا ہے۔ اس کے باپ کا بہت بڑا ہوٹل ہے جب کہ میں یتیم بھی ہوں اور غریب بھی ——— میری بوڑھی بیوہ ماں ہے اس نے دن رات مزدوری کی ہے اور میں نے ٹیوشنیں پڑھائی ہیں۔ ہم دونوں نے بے شمار فاقے کئے ہیں تب میں نے یہ تعلیم مکمل کی ہے لیکن یہاں نوکری کے وقت مجھے اس لئے جواب دے دیا گیا کہ میرے پاس سفارش نہیں ہے اور نوکری حاصل کرنے کے لئے رشوت دینے کی رقم نہیں ہے۔ جہاں جاتا ہوں مجھے دھکے مار کر باہر نکال دیا جاتا ہے۔ مجھے چپڑاسی نے بتایا ہے کہ آپ ڈائریکٹر جنرل صاحب کے لڑکے ہیں اور یہاں کے سپرنٹنڈنٹ کے دوست ہیں۔ آپ چاہیں تو میری مدد کر سکتے ہیں۔ یقین کیجئے میں نے جرأت کر کے آپ سے بات کی ہے کیونکہ اب مجھ میں اپنی بوڑھی بیوہ ماں کے پاس جا کر انکار میں سر ہلانے کا حوصلہ نہیں رہا۔ اگر مجھے اپنی بوڑھی ماں کا خیال نہ ہوتا تو یقیناً میں خودکشی کر لیتا“ ——— نوجوان مسلسل بولتا گیا۔ اس کی آواز میں رقت تھی اور آنکھیں بات کرتے وقت بھر آئی تھیں۔

”مگر یہاں کمپیوٹر سائنس کی ماسٹر ڈگری کا کیا کام“ ——— عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جناب۔ یہاں کمپیوٹر کا شعبہ قائم کیا جا رہا ہے نوکری بھی کمپیوٹر اسسٹنٹ کی ہے۔ وہ بھی مجھے نہیں ملی۔ تو بڑی نوکری کون دے گا“ ——— نوجوان نے جواب دیا۔

”کہاں ہیں تمہاری ڈگریاں ذرا مجھے دکھاؤ“ ——— عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا اور نوجوان نے جلدی سے ہاتھ میں موجود خاکی رنگ کا میلا سا لفافہ عمران کی طرف بڑھا دیا۔ عمران نے اُسے کھولا اور پھر اس میں موجود سرٹیفکیٹس اور ڈگریوں کو ایک نظر دیکھنے کے بعد اس نے انہیں واپس لفافے میں ڈالا اور لفافہ نوجوان کو واپس کر دیا۔

”کس نے انٹرویو لیا ہے تمہارا“ ——— عمران نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

”ڈائریکٹر جنرل صاحب نے۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب بھی موجود تھے“ ——— جاوید شوکت نے جواب دیا۔

”کتنے امیدوار تھے“ ——— عمران نے پوچھا۔

”جناب دس تھے۔ جن میں سب سے زیادہ تعلیم میری تھی۔ جناب میں نے انہیں درخواست بھی کی کہ میرا فرسٹ کلاس کیریئر ہے لیکن انہوں نے یہی جواب دیا کہ تمہارے پاس تجربہ نہیں ہے“ ——— نوجوان نے جواب دیا۔

”تمہیں کیسے معلوم ہے کہ جس نوجوان کو رکھا گیا ہے وہ کسی ہوٹل والے کا لڑکا ہے اور اس کے لئے رشوت دی گئی ہے“ ——— عمران کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

”جناب مجھے ایک انسپکٹر نے بتایا ہے کہ کل وہ لڑکا اپنے باپ کے ساتھ آکر دو گھنٹے تک سپرنٹنڈنٹ صاحب کے دفتر میں بیٹھا رہا ہے اور آج وہ سلیکٹ ہو گیا ہے“ ——— نوجوان نے جواب دیا۔

”بہرحال ٹھیک ہے۔ آؤ میرے ساتھ“ ——— عمران نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ نوجوان خاموشی سے سر جھکائے اس کے پیچھے چل پڑا۔

عمران کا رُخ سپرنٹنڈنٹ فیاض کے کمرے کی طرف تھا۔

"جناب اگر سپرنٹنڈنٹ صاحب کے پاس جا رہے ہیں تو وہ ابھی ڈائریکٹر صاحب کے کمرے میں گئے ہیں"۔۔۔۔ جاوید شوکت نے عمران کا رُخ فیاض صاحب کے دفتر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اچھا آؤ اور سنو تم نے خاموش رہنا ہے۔ صرف جو پوچھا جائے اسی کا جواب دینا ہے سمجھے"۔۔۔۔ عمران نے اپنا رخ سر رحمان کے دفتر کی طرف کرتے ہوئے نوجوان سے کہا اور نوجوان نے سر ہلا دیا۔

سر رحمان کے دفتر کے باہر بیٹھے ہوئے چپڑاسی نے عمران کو آتا دیکھ کر بڑے ادب سے سلام کیا اور پھر پردہ ہٹا دیا۔ عمران خاموشی سے اندر داخل ہو گیا۔ جاوید شوکت بھی اس کے پیچھے تھا۔

سر رحمان میز کے پیچھے بیٹھے کسی فائل کے مطالعے میں مصروف تھے۔ جب کہ سائیڈ پر موجود کرسی پر سپرنٹنڈنٹ فیاض بڑے مودبانہ انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ عمران اور اس کے پیچھے جاوید شوکت کو دفتر میں داخل ہوتے دیکھ کر سر رحمان نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر اُن کے چہرے پر سختی کے آثار پھیلتے گئے۔ فیاض بھی چونک پڑا تھا۔

"کیا تم اجازت لے کر اندر نہیں آ سکتے تھے"۔۔۔۔ سر رحمان نے غراتے ہوئے کہا۔

"سوری ڈیڈی۔ اجازت وہاں لی جاتی ہے جہاں اصولوں اور اخلاق کی پاسداری کی جاتی ہے۔ جہاں سفارش اور رشوت چلتی ہو وہاں اجازت کی کیا ضرورت ہے۔ جس کی جیب میں موٹی رقم ہو اور جو سفارش کی اہلیت رکھتا ہو وہ بغیر اجازت بھی آ جاتا ہے"۔۔۔۔ عمران نے

انتہائی سرد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور اک
کے ساتھ ہی اس نے اطمینان سے ایک کرسی گھسیٹی اور اس پر جاوید
کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے دوسری کرسی پر خود اطمینان سے بیٹھ گیا

"کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے جو میرے سامنے ایسی باتیں کر
ہو۔ گٹ آؤٹ یو نانسنس"۔۔۔۔ سر رحمان کی حالت واقعی د
والی تھی۔ غصے کی شدت سے ان کا پورا جسم کانپنے لگ گیا تھا۔ ظاہ
عمران نے بڑی سنجیدگی سے ان پر رشوت خوری اور ناجائز سفارش
کے الزامات لگا دیئے تھے اور وہ بھی سپرنٹنڈنٹ فیاض کے سا
جب کہ ایک دُنیا جانتی تھی کہ سر رحمان جیسا اصول پسند آدمی مر
سکتا ہے لیکن کسی کی ناجائز سفارش نہیں مان سکتا۔ رشوت لینے کا تو
ہے کوئی تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔

"واقعی میرا دماغ خراب ہو گیا ہے ڈیڈی جب مجھے پتہ چلا ہے
آپ نے ایک ایسے لڑکے کو جو کمپیوٹر سائنس میں ماسٹر ڈگری رکھتا۔
اور جس کا میٹرک سے لے کر ماسٹر ڈگری تک فرسٹ کلاس کیری
نوکری دینے سے انکار کر دیا ہے اور ایسے لڑکے کو منتخب کر لیا ہے جس
کے پاس صرف کمپیوٹر کا ابتدائی ڈپلومہ ہے۔ صرف اس لئے کہ یہ
غریب اور یتیم لڑکا ہے جب کہ وہ لڑکا ایک بہت بڑے ہوٹل کے مالک
کا لڑکا ہے پھر انٹرویو بھی آپ نے لیا ہے۔ سلیکشن بھی آپ نے کی
ہے۔ ظاہر ہے۔ آپ نے سفارش مانی ہے۔ یا پھر رشوت لی ہے۔
فرمایئے۔ کتنی رقم چاہیئے آپ کو رشوت میں اور کس کی سفارش چاہیئے۔
صدرِ مملکت کی سفارش کرا دوں۔ یا پھر آپ کہیں تو ایکریمیا کے صدر کی

طرف سے سفارش کرا دوں۔ فرمائیے“ —— عمران کا لہجہ بے پناہ سرد تھا۔

”اس کے پاس تجربہ نہیں ہے جب کہ اس لڑکے کے پاس پانچ سال کے تجربے کا سرٹیفکیٹ ہے“ —— یکلخت ساتھ بیٹھے ہوئے سوپر فیاض نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

”تم خاموش رہو۔ سوپر فیاض مجھے معلوم ہے کہ کل وہ لڑکا اور اس کا باپ دو گھنٹے تک تمہارے دفتر میں موجود رہے ہیں اور ویسے بھی ہوٹل والوں سے تمہارے تعلقات بے حد گہرے ہیں۔ ڈیڈی سے تو صرف میں بات کر رہا ہوں۔ اگر یہ سلیکشن اور انٹرویو تم نے کیا ہوتا تو م سے میں بات کرنے کی بجائے تمہیں گولی سے اڑا دیتا“ —— عمران نے غراتے ہوئے لہجے میں جواب دیا اور سوپر فیاض اس طرح جھٹکا ھا کر پیچھے ہوا جیسے عمران نے واقعی اسے گولی مار دی ہو۔ اس کا چہرہ کلخت ہلدی کی طرح زرد پڑ گیا تھا۔

”تمہیں اس لڑکے نے بتایا ہے کہ میں نے رشوت لی ہے یا سفارش انی ہے“ —— سر رحمان نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔ وہ اب پنے غصے پر قابو پا چکے تھے البتہ ان کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی تھی۔

”کسی نے بتایا ہو آپ اس بات کو چھوڑیں۔ آپ مجھے بتائیں کتنی قم دوں یا کس کی سفارش کراؤں“ —— عمران نے اسی طرح سرد لہجے میں جواب دیا۔

”کیا تمہیں یقین ہے کہ میں رشوت لے سکتا ہوں یا کسی کی ناجائز سفارش ان سکتا ہوں“ —— سر رحمان نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے انتہائی

سرد لہجے میں کہا۔

”معاف کیجیے ڈیڈی اگر مجھے یقین آجاتا تو پھر چاہے آپ میرے باپ ہی کیوں نہ ہوں۔ میں آپ کو بھی گولی مارنے سے ایک لمحہ کے لئے بھی نہ چوکتا چاہے بعد میں مجھے خودکشی کیوں نہ کرنی پڑتی۔ یہ ٹھیک ہے یہاں اس معاشرے میں رشوت خوروں اور ناجائز سفارش ماننے والوں کی کثرت ہے لیکن کم از کم میں یہ برداشت نہ کر سکتا کہ میں ایک ایسے باپ کا بیٹا ہوں جو ایسا ہو۔ میں نے یہ باتیں صرف اس لئے کی ہیں کہ اس لڑکے کو مکمل یقین تھا کہ آپ نے ان دو میں سے ایک کام کیا ہے اس لئے میں اسے یہاں لے آیا ہوں۔ ویسے آپ کی سلیکشن اس بات کی تائید بھی کرتی ہے“ —— عمران کا لہجہ اسی طرح سرد تھا اور سر رحمان کا ستا ہوا چہرہ یکلخت اسی طرح کھل اٹھا جیسے انہیں اچانک کوئی بہت ہی بڑی خوشخبری مل گئی ہو۔ سوپر فیاض حیرت سے سر رحمان کی اس کیفیت کو دیکھ رہا تھا۔ اور تھی بھی حیرت کی بات کہ سر رحمان بجائے غصے سے پاگل ہو جانے کے مسکرا رہے تھے۔ خوش ہو رہے تھے۔

”گڈ شو عمران۔ آج زندگی میں پہلی بار تمہاری اس بات نے مجھے بے حد مسرت بخشی ہے کہ اگر میں رشوت خور ہوتا تو تم مجھے گولی مار دیتے۔ آج مجھے اپنے خون کی پاکیزگی پر یقین آگیا ہے۔ ایک پاکیزہ خون کو اسی طرح بے باک ہونا چاہیے“ —— سر رحمان نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”لیکن ڈیڈی آپ کی یہ سلیکشن“ —— عمران نے کہا۔

”ابھی معلوم ہو جاتا ہے کہ کیا ہوا ہے“ —— سر رحمان نے یکلخت

دوبارہ انتہائی سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے انٹر کام کا رسیور اٹھایا۔

"کمپیوٹر اسسٹنٹ کے سلیکشن کی فائل بھیجو"۔۔۔۔ سر رحمان نے سخت لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔ کمرے میں اب مکمل خاموشی طاری تھی۔ چند لمحوں بعد ریکارڈ کیپر اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک موٹی سی فائل موجود تھی۔ اس نے فائل بڑے ادب سے سر رحمان کے سامنے رکھی اور ایک طرف ہٹ کر مؤدب کھڑا ہو گیا۔

"تم جاؤ"۔۔۔۔ سر رحمان نے ریکارڈ کیپر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور وہ سلام کر کے تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ سر رحمان نے فائل کھولی اور اس میں موجود کاغذات کو چیک کرنے لگے۔

"یہ دیکھو یہ ہے اشتہار جس میں اس پوسٹ کے لئے شرائط درج ہیں۔ اس میں درج ہے کہ کمپیوٹر اسسٹنٹ کے لئے پانچ سال کا تجربہ لازمی ہے اور تعلیمی قابلیت بھی صرف ڈپلومے کی حد تک ہے اب دیکھو یہ ساری درخواستیں۔ سوائے اس لڑکے کے باقی سب کی تعلیمی قابلیت برابر ہے لیکن تجربہ صرف اس لڑکے کے پاس ہے جسے سلیکٹ کیا گیا ہے۔ اس کی درخواست کے ساتھ تجربے کا تصدیق شدہ سرٹیفکیٹ موجود ہے۔ اب بتاؤ مجھے کہ میں نے سلیکشن میں کیا بے اصولی کی ہے۔ یہ لڑکا کمپیوٹر سائنس میں ماسٹر ڈگری رکھتا ہے۔ یہاں اسے نوکری دینا اس کی اعلیٰ تعلیم کو ہمیشہ کے لئے ضائع کر دینا ہے"۔۔۔۔ سر رحمان نے خشک لہجے میں کہا اور ساتھ ہی فائل انہوں نے عمران کی

طرف پھینک دی۔

"ٹھیک ہے میں سمجھتا ہوں۔ ایسا ہی ہو گا لیکن کیا اعلیٰ تعلیم ایک غریب آدمی اس لئے حاصل کرتا ہے کہ وہ بے روزگاری کے خوفناک جبڑوں میں پھنسا سسکتا رہے۔ چھوٹی پوسٹ پر اسے نوکری نہیں دی جاتی کہ اس کی اعلیٰ تعلیم ضائع ہو جائے گی اور بڑی پوسٹ پر وہ اس لئے نہیں جا سکتا کہ وہاں جانے کے لئے اس کے پاس سفارش یا رشوت نہیں ہوتی۔ پھر یہ تجربے والی شرط کی مجھے آج تک سمجھ نہیں آئی جب ایک نوجوان کو نوکری ہی نہیں دی جائے گی تو وہ تجربہ کیا سڑک پہ مکئی کے بھٹے بیچ بیچ کر حاصل کرے گا"۔۔۔۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"تمہاری بات درست ہے لیکن ملازمتوں کے لئے شرائط طے کرنا میری ڈیوٹی نہیں ہے۔ اور اب اگر تمہاری تسلی ہو گئی ہے کہ تم نے جو الزامات مجھ پر لگائے ہیں وہ غلط ہیں تو اٹھو اور میری نظروں سے فوراً دفع ہو جاؤ"۔۔۔۔ سر رحمان کے لہجے میں تلخی اور غصہ دوبارہ عود کر آیا۔

"اب تمہاری تسلی ہو گئی ہے جاوید شوکت کہ ڈائریکٹر جنرل نے اس سلیکشن میں رشوت نہیں لی یا ناجائز سفارش نہیں مانی"۔۔۔۔ عمران نے مڑ کر پاس بیٹھے ہوئے جاوید شوکت سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تج تج ٹھیک ہے"۔۔۔۔ جاوید شوکت نے بری طرح ہکلاتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ ایک بار پھر مایوسی کی وجہ سے لٹک گیا تھا۔

"اگر ٹھیک ہے۔ تو جاؤ باہر اور اپنی والدہ سے کہنا کہ اعلیٰ تعلیم

والوں کو نوکری نہیں ملا کرتی جاؤ" ـــــ عمران نے سخت لہجے میں کہا اور جاوید شوکت خاموشی سے اٹھا اور سر جھکائے ڈھیلے ڈھیلے قدموں سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

"ٹھہرو اِدھر آؤ" ـــــ سر رحمان نے تیز لہجے میں کہا اور جاوید شوکت چونک کر مڑا۔ اور پھر اُسی طرح ڈھیلے قدموں سے واپس آ گیا۔ لیکن اس کے چہرے پر اُسی طرح مایوسی کی گرد چھائی ہوئی تھی آنکھیں بُجھی ہوئی تھیں اور منہ لٹکا ہوا تھا۔

"بیٹھو" ـــــ سر رحمان نے قدرے نرم لہجے میں کہا اور جاوید شوکت خاموشی سے بیٹھ گیا۔

"اپنے کاغذات مجھے دکھاؤ" ـــــ سر رحمان نے کہا اور جاوید شوکت نے خاموشی سے کاغذات والا لفافہ سر رحمان کی طرف بڑھا دیا۔ سر رحمان نے لفافے میں سے کاغذات نکالے انہیں ایک نظر دیکھا اور پھر ساتھ پڑے ہوئے ٹیلیفون کا رسیور اٹھا لیا۔

"ڈاکٹر ارسلان سے بات کراؤ" ـــــ سر رحمان نے تحکمانہ انداز میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد گھنٹی بجی تو سر رحمان نے رسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو ڈاکٹر ارسلان میں رحمان بول رہا ہوں" ـــــ سر رحمان نے نرم لہجے میں کہا۔

"سر رحمان۔ آپ ٹھیک ہیں خیریت" ـــ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"ٹھیک ہوں۔ ایک لڑکا بھیج رہا ہوں تمہارے پاس۔ اس کا نام جاوید شوکت ہے۔ اس کے پاس کمپیوٹر سائنس میں ماسٹر ڈگری ہے۔ اور تھرڈ آؤٹ فرسٹ کلاس کیریئر کا حامل ہے۔ غریب خاندان کا لڑکا ہے۔ شکل و صورت سے تو محنتی لگ رہا ہے۔ تم نے مجھے ایک بار کہا تھا کہ تمہاری ریسرچ میں مدد دینے کے لئے تمہیں کوئی مناسب آدمی نہیں مل رہا۔ اس لئے بھیج رہا ہوں۔ ویسے اسے میری طرف سے سفارش ہرگز نہ سمجھنا۔ اگر یہ لڑکا ہر لحاظ سے تمہارے معیار پر پورا اُترے تو اسے رکھ لینا ورنہ واپس بھیج دینا" ـــــ سر رحمان نے کہا اور پھر دوسری طرف سے بات سن کر انہوں نے رسیور رکھ دیا اور کاغذات اٹھا کر انہوں نے جاوید شوکت کی طرف بڑھا دیئے۔

"ڈاکٹر ارسلان کمپیوٹر سائنس میں کوئی خاص ریسرچ کر رہے ہیں۔ اس لئے انہوں نے ذاتی لیبارٹری بنائی ہوئی ہے۔ اگر تم اس کے معیار پر پورے اُترے تو تمہیں نوکری مل جائے گی۔ جاؤ اور اُسے مطمئن کرو" ـــــ سر رحمان نے کہا۔ اور پھر ایک چٹ پر انہوں نے ڈاکٹر ارسلان کا پتہ لکھ کر جاوید شوکت کی طرف بڑھا دیا۔

"ڈیڈی یہ وہی ڈاکٹر ارسلان ہیں جو گریٹ لینڈ میں کمپیوٹر کی سب سے بڑی لیبارٹری کے انچارج تھے" ـــــ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں وہی ہیں" ـــــ سر رحمان نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ وہ یہاں آ گئے ہیں اور مجھے اطلاع بھی نہیں ملی۔ سنو جاوید شوکت ڈاکٹر ارسلان سے کہنا کہ عمران نے تمہاری سفارش کی ہے۔ پھر چاہے تم نکمے ہی کیوں نہ ثابت ہوئے وہ تمہیں رکھ لیں گے" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے جاوید شوکت سے کہا۔

"شکریہ جناب" —— جاوید شوکت نے اس بار مسرت اور امید کے ملے جلے لہجے میں کہا اور تیزی سے واپس دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"اب تم نے ناجائز سفارش کرنے کی کوشش کی ہے اور وہ بھی میرے سامنے۔ تمہاری یہ جرآت" —— سر رحمان کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ شاید جاوید شوکت کی وجہ سے خاموش تھے۔ لیکن جاوید شوکت کے باہر جاتے ہی وہ پھٹ پڑے۔

"ناجائز سفارش کا کیا مطلب ڈیڈی۔ سفارش تو سفارش ہی ہوتی ہے" —— عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم نے اسے یہ کیوں کہا تھا کہ اگر تم نکمے بھی ثابت ہوتے تب بھی وہ تمہاری سفارش کی وجہ سے اُسے رکھ لے گا" —— سر رحمان نے غراتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم ہے کہ جاوید شوکت نکما ثابت ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ غریب ضرور ہے لیکن نکما نہیں ہے" —— عمران نے مُنہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں ہو سکتا۔ یہ ڈگریاں تو ذہانت کی دلیل نہیں ہوتیں۔ تمہارے پاس کتنی اعلیٰ ڈگریاں ہیں لیکن تم مکمل طور پر نکمے ہو" —— سر رحمان نے غصیلے لہجے میں کہا اور عمران مُسکرا دیا۔

"اچھا میں تو آج تک یہی سمجھتا رہا کہ میں کما نہیں ہوں لیکن اگر آپ کہہ رہے ہیں تو پھر ماننا ہی پڑے گا" —— عمران نے مُنہ بناتے ہوئے کہا۔

"کما۔ کیا مطلب، میں نکمے کی بات کر رہا ہوں۔ تم نے کیا بکواس شروع کر دی ہے" —— سر رحمان نے اُلجھے ہوئے لہجے میں کہا

"ڈیڈی کمین سے ہی تو یہ لفظ نکلا ہے۔ اس لئے تو عورت ہو تو اُسے کمی کہہ دیا اور مرد ہو تو اُسے کما کہہ دیا۔ اور نکمے کا مطلب ہوا کہ جو کما یعنی کمین نہ ہوا۔ مطلب ہے گھٹیا کی بجائے اعلیٰ خاندان کا ہوا۔ اور میں غریب ضرور ہوں لیکن میرا تعلق اعلیٰ گھرانے سے ہے" —— عمران نے منہ بناتے ہوئے وضاحت کی۔

"شٹ اپ۔ یہ سب بکواس ہے۔ نہ کوئی خاندان اعلیٰ ہوتا ہے اور نہ کوئی کمین۔ سب اپنے کردار سے اعلیٰ اور کمین بنتے ہیں۔ آئندہ ایسی بات میرے سامنے مت کہنا۔ جاؤ اب دفع ہو جاؤ۔ میں ضروری فائل دیکھ رہا تھا" —— سر رحمان نے سخت لہجے میں کہا۔

"آپ فائل دیکھ لیں۔ میں ذرا سوپر فیاض سے دو باتیں کر لوں" —— عمران نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"شٹ اپ نانسنس۔ یہ دفتر ہے یا ہوٹل۔ دفع ہو جاؤ ورنہ....." سر رحمان غصے سے چیخ پڑے۔

"او۔ کے ڈیڈی چلا جاتا ہوں۔ میں جا کر ثریا سے کہہ دوں گا کہ ڈیڈی نے بات سُننے سے ہی انکار کر دیا ہے۔ اب میں کیا کر سکتا ہوں۔ اچھا خدا حافظ" —— عمران نے اُٹھ کر منہ بناتے ہوئے کہا اور واپسی کے لئے مُڑنے لگا۔

"کیا مطلب۔ یہ ثریا کا ذکر کہاں سے آ گیا" —— سر رحمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ڈیڈی۔ میں آیا تو ثریا کا پیغام لے کر تھا۔ لیکن جاوید شوکت درمیان میں ٹپک پڑا۔ مگر آپ تو بات ہی نہیں سُنتے" ـــــ عمران نے روکھے لہجے میں کہا۔

"کیا کہا ہے ثریا نے۔ وہ مجھ سے خود بات نہیں کر سکتی تمہیں درمیان میں ڈالنے کا کیا مطلب" ـــــ سر رحمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"بات ہی ایسی ہے ڈیڈی کہ وہ ڈرتی ہے کہ آپ ناراض ہو جائیں گے جب کہ میں نے اُسے یقین دلایا ہے کہ ڈیڈی تمہیں چاہے کچھ بھی کہیں میری بات ضرور مان لیں گے" ـــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"فیاض تم جاؤ۔ ضرورت ہوئی تو پھر بُلا لوں گا" ـــــ سر رحمان نے یکلخت فیاض کی طرف مڑتے ہوئے کہا اور فیاض خاموشی سے اٹھا اور پھر تیز تیز قدم اُٹھاتا دفتر سے باہر نکل گیا۔

"ہاں اب بتاؤ نجانے تم نے کیا بات کرنی ہے۔ تم تو احمق ہو تمہیں تو احساس ہی نہیں ہو سکتا کہ ایسی باتیں غیروں کے سامنے نہیں کی جاتیں۔ اسی لئے میں نے فیاض کو بھیج دیا ہے۔ بکو بھی اب منہ سی کر کیوں کھڑے ہو" ـــــ سر رحمان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"پہلے آپ وعدہ کریں کہ بات سُن کر آپ ناراض نہ ہوں گے" ـــــ عمران نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ وہ دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

"شٹ اپ میں بغیر بات سُنے وعدہ کیسے کر سکتا ہوں۔ بولو، ورنہ میں خود فون کر کے ثریا سے پوچھ لیتا ہوں" ـــــ سر رحمان کے غصے کا گراف تیزی سے بلند ہوتا جا رہا تھا۔

"ڈیڈی ثریا کی کسی سہیلی کی سالگرہ ہے۔ وہ اُسے تحفہ بھجنا چاہتی ہے" ـــــ عمران نے اسی طرح سہمے ہوئے لہجے میں کہا جیسے بات کرتے ہوئے انتہائی خوفزدہ ہو۔

"کیا بکواس ہے۔ تحفہ بھیجنے کے لئے مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے" ـــــ سر رحمان نے سٹپٹاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آخر میں آپ کا اکلوتا لڑکا ہوں آپ سے نہ پوچھے تو اور کس سے پوچھے" ـــــ عمران نے جواب دیا۔

"کیا مطلب۔ یہ تم نے کیا بکواس شروع کر دی ہے" ـــــ سر رحمان کو اور زیادہ غصہ آگیا۔

"ڈیڈی ثریا آپ سے اس لئے اجازت لینا چاہتی کیونکہ وہ مجھے تحفے سمیت بھیجنا چاہتی ہے" ـــــ عمران نے اسی طرح سر جھکاتے ہوئے جواب دیا جیسے اُسے بات کرتے وقت بے حد شرم آرہی ہو۔

"تمہیں تحفے سمیت بھیجنا چاہتی ہے اپنی سہیلی کے پاس ـــ اوہ اچھا اب سمجھا ـــ لیکن اس معاملے میں مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت پڑ گئی۔ وہ تمہاری ماں اپنے فیصلے کے سامنے کسی کی بات سُنتی ہے ـــ اس سے جا کر پوچھو" ـــــ سر رحمان نے مُسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ان کا مُوڈ بات کو سمجھتے ہی خوشگوار ہو گیا تھا۔ کیونکہ بہرحال عمران ان کا اکلوتا لڑکا تھا اور لڑکے کی شادی کا ارمان کس باپ کے دل میں نہیں ہوتا۔ اور ثریا کا مطلب یہی ہوگا کہ اس طرح اس کی سہیلی کا خاندان عمران کو دیکھ لے گا۔

"ڈیڈی۔ ثریا چاہتی ہے کہ اماں بی کو پتہ ہی نہ چلے اور بالا بالا ہی

سارا کام ہو جائے" ــــــ عمران نے کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا تمہارا اور ثریا دونوں کا دماغ خراب ہو گیا ہے" ــــــ سر رحمان نے چونک کر کہا۔

"ہو تو سکتا ہے اگر آپ اجازت دے دیں" ــــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا بکواس ہے۔ کھل کر بات کرو میرے پاس یہاں دفتر میں اس طرح کی بکواس سننے کا وقت نہیں ہوتا" ــــــ سر رحمان نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"چلو ٹھیک ہے۔ میں دفتر ٹائم کے بعد آجاؤں گا" ــــــ عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"بیٹھو اب تم نے بات کر ہی دی ہے۔ تو سیدھی طرح بتاؤ کہ کیا مسئلہ ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ تمہاری شادی ثریا کی سہیلی سے ہو جائے اور تمہاری ماں کو پتہ ہی نہ چلے" ــــــ سر رحمان نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"شادی میری اور ثریا کی سہیلی کے ساتھ لاحول ولا قوۃ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ڈیڈی" ــــــ عمران نے چونک کر کہا۔

"کیا مطلب پھر وہ تمہیں تحفہ دے کر کیوں بھیجنا چاہتی ہے اور وہ بھی میری اجازت سے" ــــــ سر رحمان اور بھی الجھ گئے۔

"وہ خود بھی تو جائے گی۔ اب اس کی جگہ میں تو اس کی سہیلی کی سالگرہ میں تالیاں بجانے سے رہا" ــــــ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تو جائے۔ میں نے کب روکا ہے ــــ لیکن ہاں۔ وہ تمہاری ماں سے کیوں چھپا رہی ہے ــ کیا وجہ" ــــــ سر رحمان واقعی عمران کی باتوں کے گورکھ دھندے میں بری طرح الجھ گئے تھے۔

"اس لیے ڈیڈی کہ وہ تحفے میں اسے کار دینا چاہتی ہے۔ اور ثریا کو ڈرائیونگ آتی نہیں۔ اس لئے مجھے تحفے کے ساتھ جانا ہو گا۔ اور اماں بی کو پتہ چلا تو انہوں نے ثریا کی جان ایک کر دینی ہے۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ وہ اس قسم کی فضول خرچی کی سرے سے قائل ہی نہیں۔ اور آپ سے اجازت لینی اس لئے ضروری ہے تاکہ کل کو کار ڈیلر آپ کو بل بھیجے تو آپ اسے ادائیگی کر دیں" ــــــ عمران نے اب کھل کر بات کرتے ہوتے کہا۔

"نئی کار اور سالگرہ کے تحفے میں، کیا ثریا کا دماغ خراب ہو گیا ہے" ــــــ سر رحمان کی آواز میں بے پناہ غصہ تھا۔ ظاہر ہے۔ وہ اتنی بڑی فضول خرچی کے کہاں قائل ہو سکتے تھے۔ وہ تو ویسے بھی رقم کے معاملے میں کنجوس مشہور تھے۔

"ڈیڈی اس کی سہیلی بیچاری بس میں یونیورسٹی آتی ہے۔ اور بس پر چڑھنے کے لئے بھی اسے ایک فرلانگ پیدل چلنا پڑتا ہے۔ یتیم لڑکی ہے۔ ایک بھائی ہے۔ جو ٹیکسی چلاتا ہے۔ ویسے وہ خاندان انتہائی غیرت مند ہے۔ اس لیے ثریا کا خیال ہے کہ اس طرح اس خاندان کی مدد ہو جائے گی۔ وہ اس کار میں یونیورسٹی آیا جایا کرے گی اور اس کا بھائی اسے ٹیکسی کے طور پہ چلا لیا کرے گا۔ ویسے ڈیڈی یہ ثریا نجانے اس قدر رحم دل کیوں ہے۔ میں نے تو اسے بہت کہا ہے کہ اسے کار دینے کی بجائے کوئی کیک وغیرہ دے کر ٹال دو۔

ہم نے اب ان کا ٹھیکہ تو نہیں لے رکھا لیکن وہ مانتی ہی نہیں۔ رو نے بیٹھ جاتی ہے" —— عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور سر رحمان بے اختیار مسکرا دیئے۔

"وہ تمہاری طرح خود غرض نہیں ہے۔ میری بیٹی واقعی بے حد فیاض ہے —— ٹھیک ہے۔ تم اُسے نئی کار خرید کر دو۔ اور اُسے کہو کہ وہ اپنی سہیلی کو تحفے میں دے دے، میری طرف سے اجازت ہے۔ اور سنو، میں یہ بل آنے اور بعد میں پے منٹ کرنے کا قائل نہیں ہوں۔ نقد رقم دو اور کار لے لو" —— سر رحمان نے کہا اور دراز کھول کر انہوں نے چیک بک نکالی اور صفحہ کھول کر چیک لکھنے ہی لگے تھے کہ عمران بول پڑا۔

"ڈیڈی۔ کتنے کا چیک دے رہے ہیں آپ" —— عمران نے کہا۔

"ایک لاکھ کا —— کیوں" —— سر رحمان نے چونک کر کہا۔

"ایک لاکھ میں نئی کار۔ اوہ ڈیڈی آپ کو مہنگائی کا پتہ ہی نہیں۔ آج کل ایک لاکھ میں تو بیل گاڑی نہیں ملتی۔ نئی کار کہاں سے آ جائے گی" —— عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تو پھر کتنے کی آتی ہے" —— سر رحمان نے چونک کر پوچھا۔

"سستی سے سستی کار کی قیمت مارکیٹ میں پانچ لاکھ ہے —— ویسے میرا خیال ہے۔ ہم دس بارہ لاکھ روپے والی کار تو دیں انہیں تا کہ انہیں بھی پتہ چلے کہ کار ملی ہے" —— عمران نے کہا۔

"اس کے بھائی نے ٹیکسی ہی تو چلانی ہے —— ٹھیک ہے پانچ لاکھ والی ٹھیک ہے" —— سر رحمان نے عمران کی توقع کے عین مطابق کہا اور پھر جلدی سے انہوں نے چیک پر رقم لکھی اور دستخط کر کے اُسے عمران کو پکڑا دیا۔

"بہت بہت شکریہ ڈیڈی۔ میری کار واقعی بہت پرانی ہو گئی تھی سوائے ہارن کے اس کا ہر پرزہ بجنے لگا تھا" —— عمران نے چیک جیب میں ڈالتے ہوئے کہا اور پھر اتنی تیزی سے دروازے کی طرف دوڑ پڑا، جیسے اُسے خطرہ ہو کہ پیچھے سے سر رحمان اُسے گولی مار دیں گے۔ اور واقعی اس کا خدشہ درست تھا۔ سر رحمان کے چہرے پر جو کیفیت نظر آ رہی تھی۔ وہ ایسی ہی تھی، بشرطیکہ انہیں کچھ وقت مل جاتا۔

ایک بڑے سے کمرے میں موجود صوفوں پر چار آدمی بیٹھے ہوئے تھے اور سب کے چہروں سے سخت گیری کے آثار نمایاں تھے۔

"اس ایمرجنسی کال کی کوئی وجہ تو ہو گی فیلر" —— ایک آدمی نے ساتھ بیٹھے ہوئے دوسرے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کوئی نہ کوئی مسئلہ ہو گا اب جب تک صورتِ حال سامنے نہ آئے اس وقت تک کیا کیا جا سکتا ہے" —— دوسرے نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی اور بات ہوتی، دروازہ کھلا اور ایک باوردی آدمی اندر داخل ہوا۔

"تشریف لے آئیے سر۔ صدر آپ کے منتظر ہیں" —— آنے والے نے آگے بڑھ کر بڑے موَدبانہ لہجے میں ان چاروں سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ چاروں ایک جھٹکے سے کھڑے ہو گئے۔ پھر وہ اس یونیفارم والے کی رہنمائی میں چلتے ہوئے ایک راہداری سے گزر کر ایک خوبصورت سے دروازے پر پہنچ گئے۔ دروازہ شاہ بلوط ک لکڑی کا بنا ہوا تھا اور اس کا ڈیزائن انتہائی خوبصورت تھا۔ وہ اسر اسرائیل کے صدر کی رہائش گاہ میں موجود تھے اور صدر سے ملنے جا رہے تھے۔ یونیفارم والے نے دروازہ کھولا۔ اور ایک طرف ہٹ گیا۔

وہ چاروں اندر داخل ہوئے تو وہ ایک خوبصورت اور انتہائی قیمتی فرنیچر سے مزین کمرے میں پہنچ گئے۔ صدرِ مملکت بذاتِ خود اس کمرے میں موجود تھے۔ وہ اس وقت گھریلو لباس میں تھے لیکن ان کی شخصیت اس لباس میں بے حد نمایاں تھی۔ چاروں نے انتہائی موَدبانہ انا میں انہیں سلام کیا اور وہ ایک طرف رکھے صوفے پر بیٹھنے ہی لگے تھے کہ صدرِ مملکت نے آگے بڑھ کر ان سے باقاعدہ مصافحہ کیا اور پھ انہیں ساتھ لے کر اندرونی طرف بنے ہوئے ایک اور کمرے میں آگئے۔

"میں نے تم سے جو باتیں کرنی ہیں وہ انتہائی اہم ہیں۔ اس لئے میں نے تمہیں دفتر کی بجائے یہاں طلب کیا ہے۔ یہ کمرہ اس قسم کی بات چیت کے لئے خصوصی طور پر تیار کرایا گیا ہے۔ اس لئے یہاں اطمینان سے بات ہو سکتی ہے" —— صدرِ مملکت نے دروازے کے ساتھ لگے ہوئے ایک بٹن کو خود ہی پریس کرتے ہوئے کہا اور پھر وہ آکر ایک آرام کرسی پر بیٹھ گئے اور انہوں نے وہاں موجود دو صوفوں پر انہیں بیٹھنے کے لئے کہا۔ وہ چاروں دو دو کر کے صوفوں پر آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ لیکن صدر کی بات سن کر ان کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک آگئی تھی۔ صدرِ مملکت نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک تہہ شدہ فائل نکالی اور اسے کھول لیا۔ فائل میں چار صفحات تھے۔

اور ہر صفحے پر ایک ایک فوٹو لگا ہوا تھا۔ صدر مملکت پہلے صفحے کو پڑھنے لگے۔ پھر انہوں نے غور سے فوٹو کو دیکھا اور پھر نظریں اٹھا کر ان چاروں کو دیکھا۔ ایک لمبوترے چہرے والے نوجوان پر ان کی نظریں جم گئیں۔ اس صفحے پر اسی نوجوان کا فوٹو چسپاں تھا۔

"تمہارا نام جیسپر ہے، اور تم آئی۔ ایس کمانڈوز کے چیف ہو" —— صدر نے اس لمبوترے چہرے والے نوجوان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یس سر" —— نوجوان نے انتہائی مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

ور صدرِ مملکت نے سر ہلاتے ہوئے دوسرا صفحہ پلٹا۔ اُسے پڑھنے کے بعد وہ جیسپر کے ساتھ بیٹھے ہوئے نوجوان سے مخاطب ہو گئے۔

"تمہارا نام ڈاش ہے اور تم سب میرین سیکشن کے انچارج ہو" —— صدرِ مملکت نے کہا۔

"یس سر" —— ڈاش نے جواب دیا، اور تیسرا صفحہ پڑھنے کے بعد ہ دوسرے صوفے پر بیٹھے ہوئے نوجوان سے مخاطب ہوئے۔

"تمہارا نام فیلر ہے اور تم اگالیا لیبارٹری کے سیکورٹی چیف ہو" —— صدر نے کہا۔

"یس سر" —— فیلر نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اور تمہارا نام کرنل اباگر ہے۔ اور تم ڈیزرٹ کمانڈوز کے چیف د" —— صدرِ مملکت نے ایک قدرے اُدھیڑ عمر لیکن قابل رشک ہت کے مالک آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس سر" —— کرنل اباگر نے جواب دیا۔

"او۔ کے تعارف ہو گیا۔ اور میں نے تمہارے بارے میں تمام تفصیلات بھی پڑھ لی ہیں۔ اب سُنو جو اہم مشن درپیش ہے، اس کے متعلق چند باتیں۔ تاکہ تمہیں اس مشن کے بارے میں کچھ علم ہو جائے۔ تفصیلی فائلیں تمہیں بعد میں مل جائیں گی" —— صدر مملکت نے کہا اور وہ چاروں بے ساختہ قدرے آگے کو جھک کر ہمہ تن گوش ہو گئے۔ ان کے چہروں پر بھی بے پناہ تجسس موجود تھا کیونکہ صدر نے انہیں بُلانے اور تعارف کے سلسلے میں جو پُراسرار انداز استعمال کیا تھا، اس نے اس مشن کے بارے میں ان کے تجسس کو اور زیادہ بڑھا دیا تھا۔

"ہمارا یہ مشن انتہائی اہم ہے۔ ہم نے اس سے دو اہم ترین مقاصد حاصل کرنے ہیں۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس ایک ایسا خوفناک اور عفریت نما ادارہ ہے جس نے پوری دنیا کے یہودیوں کے اہم ترین ان منصوبوں کو جو مسلمانوں یا مسلم ممالک کے خلاف تھے، آج تک مکمل نہیں ہونے دیا۔ پوری دنیا کے یہودیوں نے جن جن منصوبوں پر اربوں کھربوں ڈالر لگائے وہ سب اس پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ہاتھوں آخر کار تباہی کا شکار ہو گئے اور مجھے اعتراف ہے کہ انہوں نے کئی بار اسرائیل میں گھس کر یہاں کی انتہائی موثر اور انتہائی باوسائل تنظیموں کا نہ صرف خاتمہ کر دیا بلکہ اسرائیل کی معیشت کو بھی بے پناہ نقصان پہنچایا ہے۔ ان کی وجہ سے اب فلسطینی گوریلوں میں بھی اسرائیل کے خلاف انتہائی موثر کارروائیاں کرنے کا حوصلہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس لئے اسرائیل کے نقطہ نظر سے اس وقت یہودیوں کی نمبر ایک دشمن پاکیشیا سیکرٹ سروس ہے اور خاص طور پر اس گروپ کا لیڈر علی عمران ہے جس کا ذہن اس قدر برق رفتاری سے کام کرتا ہے کہ

اس کی کارکردگی جب سامنے آئی ہے ۔ تو یوں لگتا ہے جیسے یہ شخص انسان کی بجائے مافوق الفطرت چیز ہو۔ بہرحال اس بارے میں مکمل تفصیلات آپ فائلوں میں پڑھ لیں گے۔ مختصر یہ کہ ہمارے اس مشن کا ایک اہم مقصد پاکیشیا سیکرٹ سروس کا خاتمہ ہے اور دوسرا اہم مشن یہ ہے کہ اگالیا لیبارٹری میں ہم ایک ایسے دفاعی ہتھیار پر ریسرچ کر رہے ہیں جسے ہم نے مستقبل کی موت کا نام دیا ہے یعنی ڈیتھ آف فیوچر۔ اس کا کوڈ نام ڈی۔ ایف ہے ۔ یہ ہتھیار اس قدر اہم ہے کہ ہم نے اسے پوری دنیا کی نظروں سے چھپانے کے لیے الگزار کے انتہائی خوفناک اور وسیع و عریض ریگستان میں انتہائی کثیر رقم خرچ کر کے لیبارٹری قائم کی ہے۔ اس لیبارٹری میں گزشتہ چار سالوں سے ڈی۔ ایف پر ریسرچ جاری ہے ۔ اور دنیا بھر کے اہم ترین سائنس دانوں کو یہاں اکٹھا کیا گیا ہے لیکن اب ایک ایسے پوائنٹ پر آکر ریسرچ رک گئی ہے جس کا کوئی حل کسی بھی سائنس دان کو نہیں مل رہا۔ اس رپورٹ کے بعد ہم نے خفیہ طور پر دنیا کے دوسرے بڑے بڑے سائنس دانوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ پاکیشیا کی ایک خفیہ لیبارٹری میں کام کرنے والے دو سائنس دان ڈی۔ ایف تو نہیں البتہ اس سے ملتے جلتے ایک فارمولے پر کام کر رہے ہیں ۔ وہ فارمولا تو بہرحال ہمیں مطلوب نہیں ہے کیونکہ ہمارے لیے وہ کوئی مسئلہ نہیں۔ ہمارے پاس اس سے لاکھوں گنا زیادہ طاقتور اور سریع الاثر ہتھیار موجود ہیں لیکن اس فارمولے میں بھی وہی پوائنٹ ریسرچ میں آیا تھا اور اسے ان دونوں سائنس دانوں نے مل جل کر حل کر لیا تھا۔ ان میں سے ایک سائنس دان کا نام سردادر ہے ، جو اس لیبارٹری کا انچارج ہے۔ دوسرے کا نام ڈاکٹر درانی ہے ۔ وہ سردادر کا اسسٹنٹ اور دست راست ہے۔ سردادر تو اس لیبارٹری سے باہر کسی صورت آتے ہی نہیں۔ البتہ ڈاکٹر درانی انتہائی اہم بین الاقوامی سائنس کانگرسوں میں پاکیشیا کی نمائندگی کرتے رہتے ہیں۔ لیبارٹری پر حملہ کر کے وہاں سے ڈاکٹر درانی کو اغوا کرنا تقریباً ناممکن ہے اور پھر وہاں پاکیشیا سیکرٹ سروس بھی موجود ہے۔ ہم ابھی اس بات پر انتہائی اعلیٰ سطح پر غور و فکر کر ہی رہے تھے کہ ہمیں اطلاع ملی کہ ایکریمیا میں ایک بین الاقوامی سائنس کانگریس ہو رہی ہے جس میں ڈاکٹر درانی کی شرکت کنفرم ہو چکی ہے۔ اس اطلاع کے ملتے ہی ہمارے لیے منصوبہ بندی آسان ہو گئی اور ہم نے یہ پلاننگ کی ہے کہ اس کانفرنس سے ڈاکٹر درانی کو اغوا کر کے اگالیا لیبارٹری پہنچا دیا جائے گا۔ جہاں وہ ہمارے لیے اس پوائنٹ پر ریسرچ کرے گا ۔ اس طرح ایک اہم مقصد تو پورا ہو گا۔ لیکن ہمیں اب تک ہونے والے تجربے سے یہ علم ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس ڈاکٹر درانی کے اغوا کا کھوج ضرور لگائے گی کیونکہ ڈاکٹر درانی پاکیشیا کے لیے انتہائی اہم شخصیت ہے چنانچہ اگر پاکیشیا سیکرٹ سروس ڈاکٹر درانی کا کھوج لگاتے ہوئے الگزار کے اس صحرا میں پہنچ گئی جہاں اگالیا لیبارٹری ہے تو پھر انہیں خوفناک ریگستان میں آسانی سے گھیر کر مار دیا جائے گا۔ اس طرح دونوں مقاصد پورے ہو جائیں گے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اصل بات یہ ہے کہ ہم نہیں چاہتے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کو اگالیا لیبارٹری کے بارے

میں کوئی بھنک پڑے۔ کیونکہ جن صلاحیتوں کے وہ لوگ ہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری اس لیبارٹری کو نقصان پہنچا دیں، چنانچہ طے یہ کیا گیا ہے کہ ہم یہی کوشش کریں کہ انہیں اگالیا لیبارٹری کا علم ہی نہ ہو سکے۔ وہ ڈاکٹر درانی کو تلاش کرنے کے لئے اِدھر اُدھر ٹکریں مارتے پھریں، تاکہ ہمارا یہ ہتھیار تیار ہو جائے جو ہمارا سب سے اہم مشن ہے، اس لئے یہ طے ہوا ہے کہ ڈاکٹر درانی کے اغوا کے لئے ہم ایسے لوگوں کو سامنے لائیں جن کا کوئی تعلق کسی سیکرٹ ایجنسی سے نہ ہو۔ اس کے لئے یہی فیصلہ ہوا ہے کہ کمانڈوز کو حرکت میں لایا جائے۔ پھر اہم بات ڈاکٹر درانی کو اغوا کر کے اس طرح اگالیا پہنچانا ہے کہ کسی کو معلوم نہ ہو سکے۔ چنانچہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس کے لئے آبدوزیں استعمال کی جائیں جو ڈاکٹر دُرانی کو خفیہ طور پر ایکریمیا سے لے کر شمالی بحر اوقیانوس اور پھر آبنائے جبرالٹر سے گزار کر الگزائر کی ایک غیر آباد بندرگاہ اوران پہنچائیں گے۔ جہاں سے اُسے مخصوص ہیلی کاپٹر کے ذریعے الگزائر کے انتہائی خوفناک صحراؤں مغربی صحرا اور مشرقی صحرا کے درمیان واقع اگالیا لیبارٹری تک پہنچا دیں گے، اس طرح دنیا میں کسی کو بھی معلوم نہ ہو سکے گا کہ ڈاکٹر درانی کو کس نے اغوا کیا ہے۔ اور اُسے کہاں پہنچا دیا گیا ہے" ـــــ صدر مملکت نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

"سر الگزائر بھی تو مسلم ملک ہے۔ ایسا نہ ہو کہ-------" ڈاش نے پہلی بار زبان کھولتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم ہے کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ لیکن ہم احمق نہیں ہیں۔ یہ لیبارٹری ہم نے سوچ سمجھ کر بنائی ہے۔ اور اس لیبارٹری کا علم الگزائر کے حکام تو ایک طرف وہاں کے باشندوں کو بھی نہیں ہے۔ الگزائر کا رقبہ انتہائی وسیع ہے، لیکن یہ پورا ملک خوفناک صحرا پر مبنی ہے۔ ساحل کے ساتھ ساتھ یا ہمسایہ ملک مراکش کی سرحد کے قریب اور اسی طرح لابایا کے ساتھ آبادیاں اور شہر موجود ہیں۔ لیکن وسطی علاقہ انتہائی خوفناک اور ناقابل عبور صحرا ہے۔ خاص طور پر مغربی صحرا کا علاقہ اور مشرقی صحرا کا علاقہ ایسا ہے کہ جہاں ہر وقت انتہائی خوفناک طوفان چلتے رہتے ہیں۔ اس لئے اِدھر طرف کوئی آبادی نہیں ہے۔ اگالیا البتہ مغربی صحرا کے کنارے پر ایک قدیم نخلستان ہے جہاں لوگ رہتے تھے۔ اس آبادی کو وہاں سے نکال کر وہاں یہودیوں کو آباد کر دیا گیا ہے۔ یہ لوگ مذہباً یہودی ہیں لیکن ہیں یہ انہی صحراؤں کے بدو۔ یہ سب لوگ پہلے باجموت میں رہتے تھے۔ انہیں باجموت سے نقل مکانی کرا کر اگالیا لے جایا گیا ہے۔ چونکہ اس خوفناک صحرا میں ٹڈی دل انڈے دیتا ہے، اس لئے الگزائر وسطی صحراؤں میں اقوام متحدہ کا ٹڈی دل کے خلاف کام کرنے والے ادارے کا کنٹرول ہے اور وہ مسلسل وہاں ٹڈی دل کے انڈوں کی تلاش اور ان پر زہریلی ادویات چھڑکنے کا کام کرتا رہتا ہے۔ اقوام متحدہ کے اس ادارے نے اس مقصد کے لئے اس صحرا میں جگہ جگہ بڑے بڑے اڈے بنائے ہوئے ہیں۔ اور یہ کام چونکہ سارا سال ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے اس ادارے کے بڑے بڑے ہیلی کاپٹر مسلسل اس صحرا میں آتے جاتے رہتے ہیں، اور انہیں حکومت الگزائر بھی چیک نہیں کرتی جب ہم نے اگالیا میں لیبارٹری بنانے کا فیصلہ کیا تھا تو ہم نے ایک سال تک مسلسل اپنی کوششیں کیں تو اس سیکشن میں کام کرنے والے لوگوں کے

تبادلے کرا کر وہاں مستقل طور پر اپنے خاص تربیت یافتہ افراد تعینات کرا دیئے۔ اس طرح یہ پورا علاقہ در پردہ اسرائیل کے قبضے میں آگیا۔ پھر اسی ادارے کے بڑے بڑے ٹرانسپورٹ ہیلی کاپٹروں کے ذریعے لیبارٹری کی مشینری وہاں پہنچائی گئی۔ آدمی بھیجے گئے اور دو سال کی سرتوڑ کوششوں کے بعد یہ لیبارٹری قائم ہوئی۔ اب بھی یہ سیکشن مکمل طور پر ہمارے قبضے میں ہے اور ہم نے اس کے لئے وہاں خصوصی تربیت یافتہ افراد رکھے ہوئے ہیں۔ اس لئے ہمیں وہاں کوئی خطرہ نہیں ہے اس کے باوجود ہم نے اگالیا کے گرد ایک وسیع دائرے میں ریگستان کے اندر مخصوص خفیہ اڈے تعمیر کئے ہوئے ہیں۔ جہاں ہمارے تربیت یافتہ صحرائی کمانڈوز موجود رہتے ہیں۔ جن کے پاس ہر قسم کا اسلحہ، ٹرانسپورٹ اور سائنسی آلات موجود ہیں ـــــ یہ کمانڈوز ڈیزرٹ کمانڈوز کہلاتے ہیں اور ان کا سربراہ کرنل اباگر ہے۔ اس لئے ڈاکٹر درانی کو وہاں لے جانے میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے گی۔ اب اگر بفرض محال پاکیشیا سیکرٹ سروس کو کسی طرح علم ہو جاتا ہے کہ ڈاکٹر درانی کو اگالیا لیبارٹری لے جایا گیا ہے۔ تو یقیناً وہ لوگ اسے واپس حاصل کرنے کے لئے وہاں جائیں گے۔ تو پھر وہاں کرنل اباگر کا سیکشن حرکت میں آجائے گا اور انہیں وہیں صحرا میں ہی ختم کر دے گا۔ اور اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ وہ کرنل اباگر کے سیکشن کو ڈاج دے کر یا ختم کر کے لیبارٹری میں پہنچ جاتے ہیں تو لیبارٹری کا سیکورٹی چیف فیلر ان کا خاتمہ کر دے گا۔ یہ ہے مشن، اسے خفیہ رکھنے کے لئے میں نے آپ لوگوں کو دفتر کی بجائے یہاں بلایا ہے اور سوائے تمہارے، میرے اور چند خاص حکام کے اس خصوصی اور انتہائی اہم مشن کے

بارے میں قطعی کوئی علم نہ ہوگا۔ اب مشن کی تفصیل اور اپنے اپنے کاموں کی بابت بھی آپ سن لیں۔ جیسپر ڈاکٹر درانی کو اغوا کر کے ڈاش کے حوالے کرے گا۔ ڈاش اسے آبدوز کے ذریعے الگزائر پہنچائے گا۔ وہاں کرنل اباگر موجود ہوگا۔ وہ اسے وصول کر کے لیبارٹری پہنچا کر فیلر کے حوالے کرے گا اور فیلر اُسے لیبارٹری کے اندر لے جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی جیسپر اور ڈاش کا کام ختم ہو جائے گا اور صرف کرنل اباگر اور فیلر کا کام رہ جائے گا۔ یعنی اگر سیکرٹ سروس وہاں پہنچتی ہے۔ اب آپ اچھی طرح سمجھ گئے ہیں ساری صورت حال" ـــــ صدرِ مملکت نے کہا۔

"یس سر۔ آپ قطعاً بے فکر رہیں۔ سب کام مکمل طور پر او۔ کے ہوگا" ـــــ ان چاروں نے کہا۔

"او۔ کے اب تم یہاں سے جا کر رمزے ہوٹل میں ٹھہرو گے۔ تمہارے کمرے وہاں مخصوص ہیں۔ وہاں اس مشن کا چیف کرنل زیرو آپ سے رابطہ کرے گا۔ کرنل زیرو کبھی بھی سامنے نہ آئے گا۔ آپ کا اس سے رابطہ صرف فون یا مخصوص ٹرانسمیٹروں کے ذریعے رہے گا۔ آپ سب اس کے احکامات کے تابع رہیں گے، جب تک ڈاکٹر درانی کرنل اباگر تک نہیں پہنچ جاتا" ـــــ صدرِ مملکت نے کہا اور وہ چاروں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ صدرِ مملکت خود بھی اُٹھے اور انہوں نے دروازے کے ساتھ لگا ہوا وہ مخصوص بٹن پریس کیا اور دروازہ کھول دیا۔

"مجھے یقین ہے کہ عظیم اسرائیل کی خاطر آپ لوگ اس مشن کی کامیابی میں اپنی تمام صلاحیتیں صرف کر دیں گے" ـــــ صدرِ مملکت نے باری باری ان سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ اور ان چاروں نے جواب

میں عظیم اسرائیل کی قسم کھا کر حلف دیا کہ وہ اس مشن کی خاطر اپنی صلاحیتیں اور اپنی جان دینے سے بھی دریغ نہ کریں گے اور اس کے بعد چاروں کمرے سے باہر نکل گئے۔ ان کے جانے کے بعد صدر مملکت نے دروازہ بند کیا اور ایک بار پھر وہ بٹن پریس کر کے واپس کمرے میں موجود بڑی سی میز کے قریب پہنچے اور کرسی پہ بیٹھ کر انہوں نے رسیور اٹھا لیا۔

"یس سر" ——— دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"کرنل زیرو سے بات کراؤ سپیشل لائن پر" ——— صدر مملکت نے تیز اور تحکمانہ لہجے میں کہا اور رسیور واپس رکھ دیا۔ کمرے میں انٹرکام کے علاوہ تین رنگوں کے فون تھے۔ ایک سفید رنگ کا جس کا تعلق پرسنل سیکرٹری سے تھا، دوسرا سرخ رنگ کا، جو سپیشل لائن کا فون تھا جس پہ ہونے والی گفتگو نہ کہیں سنی جا سکتی تھی اور نہ اسے چیک کیا جا سکتا تھا۔ چند لمحوں بعد سرخ رنگ کے فون سے مترنم موسیقی کی آواز سنائی دینے لگی۔ صدر نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"کرنل زیرو بول رہا ہوں جناب" ——— دوسری طرف سے ایک بھاری مگر انتہائی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"کرنل زیرو۔ چاروں سیکشن کے چیفس کو میں نے بریف کر دیا ہے۔ اور انہیں چیک بھی کر لیا ہے۔ یہ لوگ ٹھیک ہیں صحیح کام کریں گے۔ اب وہ ہوٹل پہنچ جائیں گے۔ اس کے بعد آپ نے ان کا چارج سنبھال لینا ہے۔ مجھے ساتھ ساتھ رپورٹ ملتی رہنی چاہیے" ——— صدر نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس سر" ——— دوسری طرف سے کرنل زیرو کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"تمہیں فائنل ہدایات مل چکی ہیں" ——— صدر نے کہا۔

"یس سر مل چکی ہیں" ——— کرنل زیرو نے جواب دیا۔

"کیا ہدایات ہیں۔ دہراؤ" ——— صدر نے کہا۔

"سر فائنل ہدایات یہی ہیں کہ جب ڈاکٹر درانی اغوا ہو کر سب میرین انچارج ڈاش کی تحویل میں چلے جائیں تو کمانڈوز کے انچارج جیسپر اور ان پانچ کمانڈوز کو جو اس مشن میں کام کریں گے، فوری طور پر ہلاک کر دیا جائے۔ پھر جب ڈاش سب میرین کے ذریعے ڈاکٹر درانی کو کرنل اباگر کے حوالے کر دے اور کرنل اباگر اسے لے کر چلا جائے تو ڈاش اور اس سب میرین کے تمام عملے کو ہلاک کر دیا جائے" ——— کرنل زیرو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ انتہائی ضروری ہے۔ کیونکہ انہی لوگوں کے ذریعے یہ خبر پاکیشیا سیکرٹ سروس تک پہنچ سکتی ہے ویسے نہیں۔ اور ان کے ہلاک ہو جانے کے بعد اس کا سکوپ قطعی ختم ہو جائے گا۔ سب کام انتہائی احتیاط سے ہونا چاہیے" ——— صدر نے تیز لہجے میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں سر۔ بالکل درست کام ہو گا" ——— دوسری طرف سے کرنل زیرو نے کہا اور صدر نے او۔ کے کہہ کر رسیور رکھا اور ایک طویل سانس لیتے ہوئے کرسی کی اونچی نشست سے سر ٹکا دیا۔

"آخر میں تمہارا ابھی خاتمہ ضروری ہے کرنل زیرو۔ میں اگالیا لیبارٹری کے سلسلہ میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتا"۔۔۔ صدر مملکت نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور چونک کر انہوں نے آنکھیں کھولیں۔ اور آگے کی طرف جھک کر میز کی دراز کھولی اور اس میں سے ایک فائل نکال کر میز پر رکھی۔ فائل پر کرنل زیرو اور ٹاپ سیکرٹ کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ فائل کھول کر وہ اسے پڑھتے رہے اور پھر ان کی نظریں آخری کاغذ پر جم گئیں۔ یہ کرنل زیرو کے قتل کا اجازت نامہ تھا جو صدر مملکت کی طرف سے اسرائیل کے ایک ایسے مخصوص سیکشن کو جانا تھا جس کا کام ہی حکومت کے لئے خاص خاص لوگوں کو خفیہ طور پر قتل کرنا تھا۔ ایک لحاظ سے یہ حکومت کا قاتل شعبہ تھا اور یہ شعبہ صدر مملکت نے خود قائم کیا تھا اور یہ براہ راست ان کے ہی کنٹرول میں تھا۔ اس شعبے کی مدد سے وہ اپنے سیاسی دشمنوں کو خاموشی سے ٹھکانے لگوا دیا کرتے تھے۔ انہوں نے میز پر موجود قلم دان سے سرخ سیاہی والا پین اٹھایا اور اس اجازت نامے پر دستخط کر دیئے۔ ایک لحاظ سے یہ دستخط کر کے انہوں نے کرنل زیرو کی زندگی پر موت کی مہر لگا دی تھی۔ پھر فائل بند کر کے واپس دراز میں رکھی۔ اور اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

سر رحمان اپنے مخصوص کمرے میں بڑی بے چینی کے عالم میں ٹہل رہے تھے۔ ان کے چہرے پر شدید غصے کے آثار نمایاں تھے۔ یہ غصہ انہیں عمران پر آ رہا تھا۔ عمران نے جس طرح ثریا کا نام لے کر ان سے پانچ لاکھ روپے کا چیک لیا تھا۔ وہ ان کے لئے ناقابل برداشت تھا کیونکہ ان کی نظروں میں یہ دھوکہ تھا اور دھوکہ فریب وہ برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اگر عمران فوراً ہی ان کے کمرے سے باہر نہ نکل جاتا تو یقیناً وہ اسے گولی مار دیتے لیکن عمران کے دفتر سے چلے جانے کی وجہ سے وہ ایسا نہ کر سکے۔ لیکن ان کا غصہ اپنی جگہ تھا اور انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اس بار عمران کو ایسی سزا دیں گے کہ آئندہ وہ کسی کو دھوکہ دینے کا سوچ بھی نہ سکے گا۔ عمران کے جانے کے بعد انہوں نے کوٹھی فون کیا لیکن معلوم ہوا کہ ثریا یونیورسٹی گئی ہوئی ہے۔ پھر انہوں نے یونیورسٹی فون کر کے ثریا کو بلوا کر بات کی تو ثریا اس سارے واقعے سے لاعلم نکلی۔ اور نہ ہی اس کی کسی سہیلی

کی سالگرہ تھی۔ ثریا سے بات کرنے تک ان کے ذہن میں خیال تھا کہ ہو سکتا ہے کہ عمران نے آخری فقرہ اپنی عادت سے مجبور ہو کر کہہ دیا ہو ورنہ واقعی وہ ثریا کی سہیلی کے لئے کار لینے کے لئے چیک لے گیا ہو۔ لیکن ثریا سے بات کرنے کے بعد تو ان کا غصہ پورے عروج پر پہنچ گیا۔ انہوں نے سوپر فیاض کے دفتر سے معلوم کرایا کہ کہیں عمران ان کے دفتر سے نکل کر اس کے پاس نہ چلا گیا ہو لیکن عمران وہاں سرے سے گیا ہی نہ ا۔ فلیٹ پر بھی وہ نہ ملا تھا۔ البتہ انہوں نے سلیمان کو حکم دے یا تھا کہ جیسے ہی عمران فلیٹ پہنچے وہ اُسے فوراً کوٹھی بھیج دے اور اس ے ساتھ ساتھ انہوں نے سوپر فیاض کو بھی حکم دیا تھا کہ عمران کو تلاش کر کے اں بھی وہ موجود ہے اُسے کوٹھی پہنچا دے۔ اور ان کی طبیعت عمران کے س دھوکے کی وجہ سے اس قدر مکدر ہو گئی تھی کہ وہ وقت سے پہلے ہی تر سے اُٹھ کر واپس کوٹھی آ گئے تھے اور اس وقت اپنے خاص کمرے ں ٹہلتے ہوئے وہ عمران کا ہی انتظار کر رہے تھے۔ ثریا بھی یونیورسٹی ے واپس آ چکی تھی اور اُسے جب معلوم ہوا تھا کہ سر رحمان دفتر سے پہلے ں کوٹھی آ گئے ہیں تو اُسے بے حد تشویش ہوئی تھی کہ کہیں ان کی طبیعت راب نہ ہو۔ وہ انہیں پوچھنے کے لئے ان کے کمرے میں آئی تھی کیونکہ س طرح سر رحمان کو اپنی بیٹی ثریا سے بے حد محبت تھی۔ اسی طرح ثریا جان بھی سر رحمان میں اٹکی ہوئی تھی۔ لیکن چونکہ اس وقت سر رحمان کو ران پر بے حد غصہ آیا ہوا تھا اور ان کے دماغ کی سوئی اس بات پر ی ہوئی تھی کہ عمران کو سخت ترین سزا دی جائے۔ اس لئے انہوں نے ثریا کو بھی خلافِ معمول جھڑک دیا تھا۔ اور ثریا خاموشی سے سر جھکائے واپس چلی گئی تھی۔ لیکن انہیں غصے کی وجہ سے یہ اندازہ نہ ہو سکا تھا کہ ثریا کو اس طرح جھڑکنے کا کیا نتیجہ نکلے گا ورنہ وہ اسے اس طرح کبھی نہ جھڑکتے اور انہیں اس بات کا احساس اس وقت ہوا جب دروازہ کھلا اور ثریا اپنی اماں بی کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی۔ ظاہر ہے، ثریا نے جا کر اماں بی کو ساری رپورٹ دینی تھی اور اس کے بعد اماں بی کی آمد ایک لازمی امر تھا۔

”میں اس وقت ذہنی طور پر بہت پریشان ہوں بیگم، اس لئے مجھے ڈسٹرب مت کرو اور اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو“ ——— سر رحمان نے بیگم کو دیکھتے ہی اپنے غصے کو جبراً دبا کر نرم لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”مجھے ثریا نے بتا دیا ہے کہ تم پریشان ہو۔ لیکن میں یہ پوچھنے آئی ہوں کہ پریشانی کیا ہے۔ ثریا نے مجھے بتایا ہے کہ تم نے یونیورسٹی فون کر کے اس سے پوچھا تھا کہ اس کی سہیلی کی سالگرہ ہے جس میں اس نے نئی کار تحفے میں دینی ہے۔ بس اس کے بعد تم گھر آ گئے۔ اس کا مطلب تو یہی ہوا کہ تمہاری پریشانی کا تعلق ثریا کی سہیلی کی سالگرہ سے ہے۔ لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ ثریا کی سہیلی یا اس کی سالگرہ میں تمہارے پریشان ہونے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے“ ——— اماں بی نے کہا۔ ظاہر ہے وہ اتنی آسانی سے تو واپس جانے والوں میں سے نہیں تھیں جب تک ان کی پوری طرح تسلی نہ ہو جاتی۔

”یہ سب تمہارے لاڈ پیار کا نتیجہ ہے کہ عمران اب دھوکے باز ہو گیا ہے، اور میں یہ بات قطعی برداشت نہیں کر سکتا۔ میں اسے گولی

مار دوں گا“ ـــــ سر رحمان مزید غصہ برداشت نہ کر سکے اس لئے بے اختیار پھٹ پڑے۔

”عمران دھوکے باز ہو گیا ہے۔ کیا مطلب، کیا تم ہوش میں ہو۔ عمران کو میں تم سے زیادہ جانتی ہوں آخر وہ میرا بیٹا ہے۔ میں نے اُسے پالا ہے۔ تم نے تو کبھی مڑ کر بھی اُسے نہ دیکھا تھا۔ اس لئے تمہیں کیا پتہ۔ بتاؤ کیا دھوکہ کیا ہے اُس نے“ ـــــ اماں بی کے لہجے میں حیرت کے ساتھ ساتھ ہلکا سا غصہ بھی موجود تھا۔ اور جواب میں سر رحمان نے عمران کی آمد سے لے کر اس کا چیک وصول کر کے آخری فقرہ بھی بتا دیا۔

”تو اس میں دھوکہ کہاں سے گھس آیا۔ کیا بیٹے کا باپ سے پیسہ لینا دھوکہ ہوتا ہے۔ یہ تم جو زمینوں کی آمدنی سے بنک بھرے جا رہے ہو کیا یہ کسی اور کے لئے اکٹھے کر رہے ہو۔ آخر یہ دولت عمران نہ لے گا تو اور کون لے گا۔ کیا ہوا اگر اس نے پانچ لاکھ روپے لے بھی لئے تو کون سی قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ تمہیں تو چاہیئے تھا کہ خود بیٹے کو کوئی اچھی سی کار لے کر دیتے۔ وہ پرانی سی ڈبیا گھسیٹے پھر رہا ہے۔ تمہاری ناک نہیں کٹتی اس وقت جب وہ اس کھٹارہ سی ڈبیا میں بیٹھتا ہے“ ـــــ اماں بی کا پارہ اب عروج پر پہنچ گیا تھا۔

”پانچ لاکھ کی بات نہیں ہے بیگم، وہ مجھے سیدھی طرح آ کر کہہ دیتا تو میں اُسے پانچ لاکھ دے دیتا۔ لیکن دیکھو اس نے کس طرح دھوکہ بازی سے کام لیا کہ ثریا کی سہیلی کی سالگرہ ہے اور ثریا کی سہیلی غریب ہے۔ وہ اُسے تحفے میں کار دینا چاہتی ہے۔ کیا ضرورت تھی اُسے فراڈ کرنے کی“ ـــــ

سر رحمان نے بھی غصیلے لہجے میں کہا۔

”یعنی ثریا کی سہیلی کو تو کار تحفے میں دی جا سکتی ہے۔ اس لئے ک ثریا تمہاری لاڈلی ہے۔ لیکن اپنے بیٹے کو نہیں دی جا سکتی۔ مجھے معلوم ہے تمہیں اصل غصہ کس بات پر ہے۔ تم تو ہمیشہ بیٹے کے دشمن رہے بیٹے کی جیب میں پانچ لاکھ۔ تم سے برداشت نہیں ہوا ہے۔ میں اپ بھائی سے منگوا کر دے دوں گی تمہیں پانچ لاکھ ـــ پانچ لاکھ کے لئے تمہاری جان نکلی جا رہی ہے۔ بیٹے کو گولی مارنے چلے ہو ـــ کروڑوں روپے بنکوں میں پڑے سڑ رہے ہیں اور پانچ لاکھ روپوں کے لئے اس قدر آفت مچا رکھی ہے۔ مجھے پتہ ہے کہ اگر وہ اپنے لئے تم سے پا لاکھ مانگتا تو تم نے دینے تھے اُسے پانچ لاکھ۔ تم پانچ روپے بھی نہ دیت اُسے، میں جانتی ہوں تمہاری عادت“ ـــــ اماں بی کا غصہ اور بڑ گیا تھا۔

”پانچ لاکھ کی بات نہیں ہے بیگم۔ تم سمجھتی تو نہیں ہو۔ بس شور مچا د ہو“ ـــــ سر رحمان نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ وہ اب جوان بیٹ کے سامنے بیگم سے زیادہ بات بھی نہ کر سکتے تھے۔ اور ویسے بھی ان کی شروع سے عادت تھی کہ بیگم کے غصے کو نرمی سے برداشت کرتے تھے، کیونکہ بیگم کا مزاج ہی ایسا تھا کہ غصہ ان کی ناک پر دھرا رہتا تھا اور خاص طور پر عمران کے معاملے میں۔

”اچھا میں شور مچا رہی ہوں اور تم جو یہ کمرے میں ٹہل رہے ہو۔ پستول بھر کر رکھا ہوا ہے۔ تم تو درویشوں کی طرح کم بولتے ہو“ ـــــ اماں بی نے تیز لہجے میں کہا۔

"اماں بی آیئے چلیں میں بھائی جان کو کہہ دوں گی وہ واپس کر دیں گے پیسے" —— ثریا نے جنگ کا گراف اونچا جاتے دیکھ کر بیچ بچاؤ کرانے کے لئے کہا کیونکہ وہ اپنے باپ کی عادت بھی جانتی تھی کہ ایک حد تک وہ غصہ برداشت کریں گے اس کے بعد انہیں کسی بات کی پرواہ نہ رہے گی اور اماں بی انہیں تو کنٹرول کرنا ہی مشکل ہو جائے گا۔

"کیوں واپس کر دے گا پیسے کیا اس کے باپ کی کمائی نہیں ہے یہ۔ کا حق نہیں ہے ان پر۔ خبردار جو تم نے اُسے پیسے واپس کرنے کے ے کہا۔ میں تمہاری جان ایک کر دوں گی سمجھی — اور تم بھی سن لو۔ اب م نے عمران پہ آنکھیں نکالیں تو تجھ سے بُرا کوئی نہ ہو گا" —— اماں بی انتہائی غصیلے لہجے میں پہلے ثریا سے اور پھر سر رحمان سے مخاطب ہ کہا اور پھر مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گئیں۔ سر رحمان ہونٹ چباتے ئے خاموش ہو گئے۔ ظاہر ہے اب بیگم کے عمران کی حمایت میں آ جانے بعد وہ اُسے سزا دینا تو ایک طرف اس سے غصے سے بول بھی کتے تھے۔

لیکن ابھی اماں بی دروازے پر پہنچی ہی تھیں کہ دروازے پر عمران ر آیا۔

"السلام علیکم اماں بی اور ڈیڈی۔ واہ آج تو اماں بی ڈیڈی کے کمرے نظر آ رہی ہیں۔ کیا ہوا ثریا کی شادی کا سلسلہ ہے۔ لیکن اگر ایسا ہے مجھے کیوں بلایا ہے۔ اب ثریا کا نصیب ہی ایسا ہو تو میں کیا کر سکتا ں" —— عمران کی زبان کمرے میں داخل ہوتے ہی روانی سے ل پڑی۔

"ادھر آ تو پہلے یہ بتا کہ تمہیں باپ سے دھوکہ دے کر پیسے مانگتے شرم نہ آئی۔ بول کیوں تو نے ثریا کا نام لے کر پیسے لئے، سیدھی طرح مانگتے ہوئے تمہیں شرم آتی تھی۔ کیا کسی غیر سے مانگتا تھا تمہیں" —— اماں بی نے قریب بلا کر اس کا کان پکڑتے ہوئے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"اماں بی مجھے تو اس ثریا نے کہا تھا کہ اس طرح ڈیڈی سے پانچ لاکھ روپے لے لو۔ آدھے تم رکھ لینا آدھے مجھے دے دینا۔ ویسے اماں بی آپ تو جانتی ہیں ڈیڈی تو مجھے مسلسل پیسے دیتے رہتے ہیں۔ جب بھی مجھے ضرورت ہوتی ہے میں ڈیڈی کو فون کر دیتا ہوں اور ڈیڈی مجھے فیاض کے ہاتھ رقم بھیج دیتے ہیں۔ یہ سب ثریا کی شرارت ہے" —— عمران نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی ایک نظر میں صورت حال کا جائزہ لے لیا۔ اس لئے اس نے جان بوجھ کر سر رحمان صاحب کے متعلق اچھے فقرے کہے تھے۔

"تمہارا باپ تمہیں رقم دیتا ہے تو کسی پر احسان تو نہیں کرتا۔ آخر یہ سب کچھ تمہارے ہی کام آنا ہے۔ کیوں ثریا تو بتا تم نے کیوں کہا تھا بھائی سے۔ جب باپ ناراض ہوا تو پھر مسکین بن کر کھڑی تھی۔ بول" —— اماں بی نے عمران کا کان چھوڑا۔ اور ثریا پر پھٹ پڑیں۔

"میں نے کب کہا تھا۔ مجھے تو معلوم ہی نہیں۔ بھائی جان جھوٹ بول رہے ہیں" —— ثریا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اچھا اب تو اتنی ندیدی ہو گئی ہے۔ بے شرم بے حیا کہ بڑے بھائی کو جھوٹا کہہ رہی ہے۔ مجھے پتہ ہے یہ سب تمہارے باپ کا لاڈ ہے۔

ہزار بار کہا ہے کہ لڑکی کو نہ پڑھاؤ یہ موئی انگریزی۔ مگر اس کے سر پر تو بھوت سوار ہے کہ میری بیٹی انگریزی پڑھے گی۔ اور پڑھاؤ اسے موئی انگریزی، اس کے دیدوں کا پانی ڈھل گیا ہے۔ اب بڑے بھائی پر الزام لگانے لگی ہے۔ بس آج سے اس کا گھر سے نکلنا بند۔ خبردار اگر یہ گئی وہ موئی ورسٹی کرسٹی میں پڑھنے" —— اماں بی کا غصہ عروج پہ پہنچ گیا۔

"اماں بی اس نے مجھے انگریزی میں نہ کہا تھا اس لئے انگریزی پڑھنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بہرحال ابو کو رقم چاہیئے۔ دے دوں گا رقم۔ فی الحال تو میرے پاس نہیں ہے۔ میں نے ایک بیوہ عورت کو دے دی ہے رقم کیونکہ اس کے پاس مکان نہ تھا۔ میں نے سوچا چلو ڈیڈی کو اس طرح ثواب تو ملے گا۔ کوئی نیکی تو ہونی ہی چاہیئے۔ کیوں اماں بی" —— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ یہ تم نے بہت اچھا کیا ہے۔ ورنہ مجھے تو ہر وقت یہی فکر رہتی تھی کہ تمہارے باپ کی عاقبت کیا ہو گی۔ دیکھا میرا بیٹا کتنا نیک ہے۔ تمہاری عاقبت کے لئے بھی یہی سوچتا ہے۔ تمہیں تو فکر ہی نہیں بس انگریزی سوٹ چڑھائے افسری کرتے رہتے ہو" —— اماں بی عمران کی بات سن کر سب کچھ بھول بھال کر خوش ہو گئیں۔ ان کی عادت تھی کہ نیکی کی بات سنتے ہی وہ سارا غصہ بھول جایا کرتی تھیں۔

"کون سی بیوہ کو دیئے ہیں پیسے" —— سر رحمان نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ ان کے چہرے پر ایک بار پھر غصے کے تاثرات ابھرنے لگے تھے۔

"ارے ہو گی کوئی بیوہ۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو۔ کیا ارادہ ہے" —— اماں بی تنک کر بولیں اور سر رحمان نے بے اختیار منہ دوسری طرف کر لیا۔

"آیئے اماں بی۔ میں نے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے" —— عمران نے اماں بی کا بازو پکڑ کر دروازے کی طرف جاتے ہوئے کہا۔

"ضروری بات، کون سی ضروری بات" —— اماں بی نے چونک کر پوچھا۔

"آپ چلیں تو سہی اپنے کمرے میں" —— عمران نے کہا اور پھر وہ اماں بی اور ثریا کو لے کر سر رحمان کے کمرے سے باہر آ گیا۔

"ہاں اب بتاؤ، کون سی ضروری بات ہے" —— اماں بی نے اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ عمران زمین پہ ہی اماں بی کے قدموں میں بیٹھ گیا۔

"اماں بی۔ میں نے ثریا کے لئے ایک رشتہ ڈھونڈھ لیا ہے۔ بڑا ہینڈسم آدمی ہے" —— عمران نے ثریا کی طرف دیکھ کر شرارت بھرے لہجے میں کہا۔ جس کا اماں بی سے جھاڑ کھانے کے بعد منہ بنا ہوا تھا۔

"اوہ کہیں تم بھی باپ کی طرح پاگل تو نہیں ہو گئے۔ ثریا کی تو منگنی بھی ہو چکی ہے، ہاں تو اپنی بات کر۔ یہ تیرے باپ کو تو فکر ہی نہیں بس صبح کار میں بیٹھ کر گردن اکڑائے دفتر چلا جاتا ہے اور شام کو کلب اور رات کو خراٹے لینا شروع کر دیتا ہے۔ بات کرو تو کاٹنے کو دوڑتا ہے" —— اماں بی نے کہا۔

"اماں بی۔ بھائی جان نے تو شادی بھی کر لی ہے۔ آپ خواہ مخواہ اس کی شادی کی فکر کر رہی ہیں" —— ثریا نے یکلخت کہا تو اماں بی اس قدر زور سے اچھلیں کہ گرتے گرتے بچیں۔ جب کہ عمران ان کے قدموں

میں سر جھکائے اس طرح بیٹھا رہا جیسے واقعی اپنے کیے پر انتہائی شرمندہ ہو۔

"کیا بک رہی ہے لڑکی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کیوں عمران" ——— اماں بی نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور ساتھ ہی انہوں نے عمران کا کان پکڑ لیا۔ غصے کی شدت سے ان کا بوڑھا جسم کانپ رہا تھا۔

"ثریا ٹھیک کہہ رہی ہے اماں بی" ——— عمران نے سر جھکاتے ہوئے جواب دیا اور اماں بی اس طرح جھٹکے سے پیچھے ہٹیں جیسے انہیں انتہائی طاقتور الیکٹرک شاک لگا ہو۔ ان کا چہرہ یکلخت پتھر کی طرح ہو گیا۔

"کیا۔ کیا یہ تم کہہ رہے ہو — تم" ——— اماں بی نے بری طرح ہکلاتے ہوئے کہا اور عمران ان کی حالت دیکھ کر بری طرح گھبرا گیا۔

"اماں بی۔ ثریا اپنی یونیورسٹی کی بھنگن سے زبردستی میری شادی کرانا چاہتی تھی اس لئے میں نے اس سے جان چھڑانے کے لئے جھوٹ بول دیا تھا کہ میری تو شادی ہو گئی ہے" ——— عمران نے تیز تیز لہجے میں کہا اور اماں بی کی تیزی سے بگڑتی ہوئی حالت دوبارہ سنبھلنے لگ گئی۔ وہ بے اختیار تیز تیز سانس لینے لگیں۔

"اماں بی۔ یہ بھائی جان پھر جھوٹ ------" ثریا نے تیزی سے کہا لیکن جھوٹ کا لفظ ادا کرتے ہی اس کے ذہن میں دوبارہ اماں بی کی پہلے والی جھاڑ کا منظر ابھر آیا اور اس نے جلدی سے فقرہ ادھورا چھوڑا۔ اور بھاگتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

"تم نے تو میری جان نکال دی تھی" ——— اماں بی نے غصیلے لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اماں بی۔ آپ کی جان تو پہلے ہی نکل چکی ہے" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا — کیا کہہ رہا ہے — اوہ یقیناً تم پر پھر کسی کا سایہ ہو گیا ہے ——— ثریا۔ اوہ ثریا کی بچی" ——— اماں بی نے کہا اور پھر وہ زور زور سے اور چیخ چیخ کر ثریا کو آوازیں دینے لگیں۔ ان کا چہرہ ایک بار پھر رنگ بدلنے لگا۔

"ارے ارے کیا ہو گیا۔ اماں بی۔ کیا ہوا، میرا مطلب تھا کہ آپ کی جان تو میں ہوں" ——— عمران نے بوکھلاتے ہوئے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ لیکن اماں بی نے ایک نہ سنی۔

"جی اماں بی" ——— ثریا نے کمرے میں آ کر گھبراتے ہوئے انداز میں کہا۔ وہ اماں بی کی ہذیانی انداز میں آوازیں دینے سے گھبرا گئی تھی۔

"جلدی سے میرا صندوقچہ لے آؤ جلدی کرو۔ تمہارے بھائی پر پھر سایہ ہو گیا ہے۔ یہ پاگلوں جیسی باتیں کر رہا ہے۔ جلدی کرو" ——— اماں بی نے چیختے ہوئے کہا۔

"اماں بی۔ آپ کو کیا ہو گیا ہے" ——— عمران اماں بی کی بات سن کر اور پریشان ہو گیا۔

"خاموش رہو، ورنہ اتنی جوتیاں ماروں گی کہ مویا یہ سایہ بھی پچک کر رہ جائے گا" ——— اماں بی نے عمران کو جھڑکتے ہوئے کہا اور عمران مجبوراً سر جھکا کر خاموش ہو گیا۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ اس کی مذاق کرنے کی عادت نے اسے پھنسوا دیا ہے۔ اس نے تو حسب عادت اماں بی سے بھی مذاق کر دیا تھا مگر اب اماں بی اس کے ساتھ جو کرنے والی

تھیں اس کا اندازہ اُسے اماں بی کے انداز اور لہجے سے ہو گیا تھا۔ ایک لمحے کے لئے اُسے خیال آیا کہ اُٹھ کر بھاگ کھڑا ہو۔ لیکن پھر اس نے ارادہ بدل دیا۔ ظاہر ہے اماں بی سے بھاگ کر وہ کہاں جا سکتا تھا۔ اور بھاگنے کا مطلب اماں بی لازماً یہی نکالیں گی کہ سایہ ان سے فرار ہو رہا ہے۔ پھر بیچارے سائے کے ساتھ جو ہو سو ہو عمران کی واقعی مٹی پلید ہو جاتی تھی۔

اُسی لمحے سر رحمان کمرے میں داخل ہوئے۔ ان کے چہرے پر بھی پریشانی کے آثار تھے۔

"کیا ہوا بیگم کیوں اس طرح چیخ رہی ہو" ——— سر رحمان نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

"جلدی آؤ اِدھر اس کے بازو پکڑو۔ اس پر کسی طاقتور سائے کا اثر ہو گیا ہے۔ اسے ہرمل کی دھونی دینی پڑے گی۔ اری ثریا، ثریا کی بچی کہاں مر گئی تو" ——— اماں بی نے انتہائی پریشان سے لہجے میں کہا۔

"آ گئی اماں مگر ------" ثریا نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ اس کے ہاتھ میں قدیم زمانے کا بنا ہوا ایک پُرانا سا صندوقچہ تھا وہ بھی شاید اماں بی کے اس علاج پر احتجاج کرنا چاہتی تھی۔

"اگر مگر چھوڑ، جلدی کر۔ فضلو سے کہو کہ دہکتے ہوئے کوئلوں کی انگیٹھی لے آئے۔ اور تم کھڑے میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ اس کے بازو پکڑو اس نے دُھونی کے وقت بھاگنے کی کوشش کرنی ہے" ——— اماں بی نے صندوقچہ لے کر چیختے ہوئے کہا۔

"کیا تم پاگل ہو گئی ہو ——— ہونہہ دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا ———

چلو اٹھو عمران ——— چلو دفع ہو جاؤ اس جدید زمانے میں ایسی باتیں کر رہی ہے۔ کوئی سُنے گا تو کیا کہے گا" ——— سر رحمان نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور جھک کر عمران کو بازو سے پکڑا۔ اور ایک جھٹکے سے کھڑا کر دیا۔

"ارے ارے رُک جاؤ۔ میرے بیٹے پر سایہ ہو گیا ہے اور تمہیں پرواہ ہی نہیں" ——— اماں بی نے ایک جھٹکے سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"سایہ اس پر نہیں تم پر ہو گیا ہے سمجھیں۔ یہ دُھونی تم اپنی ناک میں دو۔ چلو عمران میرے کمرے میں۔ تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے" ——— سر رحمان نے کہا اور عمران کو بازو سے پکڑے اس طرح گھسیٹتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف لے جانے لگے جیسے عمران چھوٹا سا بچہ ہو جو ماں باپ کے جھگڑے میں پھنس کر رہ گیا ہو۔

"میں کہتی ہوں رُک جاؤ۔ چھوڑ دو اسے ورنہ تجھے تمہاری ناک میں بھی دھونی دینی پڑے گی" ——— اماں بی نے غصے سے چیختے ہوئے کہا اور پھر انہوں نے ہاتھ بڑھا کر عمران کا دوسرا بازو پکڑا۔ اور اسے گھسیٹنے لگیں۔

"ڈیڈی آپ چھوڑ دیں ورنہ ہم دونوں کو دُھونی لینی پڑے گی" ——— عمران نے آہستہ سے باپ سے کہا اور سر رحمان عمران کو چھوڑ کر غصے سے بلبلاتے ہوئے اور پیر پٹختے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

"اماں بی سایہ کہہ رہا ہے کہ اگر دھونی دی تو وہ ثریا کو بھی پکڑ لے گا وہ بغیر دھونی کے جانے پر تیار ہے" ——— عمران نے سہمے ہوئے

لہجے میں کہا۔

"اوہ ثریا کو — خبردار اگر میری بیٹی کی طرف اس نے دیکھا بھی تو اس کی آنکھیں نکال لوں گی" — اماں بی کا غصہ اور عروج پہ پہنچ گیا۔ اُسی لمحے عمران اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر شدید مسرت کے آثار اُبھر آئے۔

"اماں بی۔ وہ بھاگ رہا ہے۔ وہ دیکھیں وہ ادھر — وہ نکل گیا دور نے سے واہ اماں بی۔ یہ تو دھونی کے نام سے ہی ڈر گیا ہے" — عمران نے مسرت سے بھرپور لہجے میں کہا۔ اس کی اداکاری اس قدر بے داغ تھی کہ اماں بی کو بھی یقین آ گیا۔

"شکر ہے خدا کا۔ اس نے تو بھاگنا ہی تھا۔ اللہ کی کلام پڑھی ہوئی ہے اس دھونی پر وہ تو کیا اس کا باپ بھی بھاگ جاتا" — اماں بی نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"باپ بیچارہ تو پہلے ہی ڈر کر بھاگ چکا ہے" — عمران پھر مذاق سے باز نہ آسکا تھا۔ اس کا اشارہ سر رحمان کی طرف تھا۔

"باپ کس کا باپ" — اماں بی نے تو محاورتاً کہہ دیا تھا لیکن عمران کی بات پر وہ چونک پڑیں۔

اُسی لمحے ثریا اندر داخل ہوئی۔ اس کے پیچھے بوڑھا فضلو ہاتھوں میں انگیٹھی پکڑے ہوئے تھا جس میں کوئلے دہک رہے تھے۔

"اب ضرورت نہیں رہی وہ سایہ بھاگ گیا ہے— لے جاؤ واپس اسے" — اماں بی نے ایسے انداز میں کہا جیسے انہیں اپنی دھونی پر بے پناہ فخر کا احساس ہو رہا ہو۔ جس کا نام سُن کر ہی سایہ بھاگ گیا تھا۔

"اماں بی بغیر دھونی کے نہیں جا سکتا۔ آپ دھونی دیں بھائی جان کو" — ثریا نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

"اماں بی۔ میری بجائے ثریا کو دے دیں دھونی۔ یہ مستقل یہاں رہتی ہے ایسا نہ ہو کہ سایہ واپس آئے اور مجھے نہ پا کر اسے پکڑ لے" — عمران بھلا کہاں باز رہنے والا تھا۔

"آئے تو سہی پھر دیکھنا میں اس کا کیا حشر کرتی ہوں۔ اس کی جرأت ہے میری بیٹی کو پکڑنے کی۔ ہڈیاں چبا جاؤں گی" — اماں بی نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔ ساتھ ہی انہوں نے صندوقچہ کھولا اور پھر ہرمل کی پوٹلی نکال کر انہوں نے فضلو کی طرف بڑھا دی جو انگیٹھی فرش پر رکھ کر مودب کھڑا تھا۔

"فضلو یہ پوٹلی لے جاؤ اور کوٹھی کے چاروں کونوں میں اس کی دھونی دے دو۔ پھر میں دیکھوں گی کیسے آتا ہے۔ جاؤ" — اماں بی نے کہا۔

"بہتر بیگم صاحبہ" — بوڑھے فضلو نے مودبانہ لہجے میں کہا اور آگے بڑھ کر اماں بی کے ہاتھ سے پوٹلی لے لی۔

"یہ پڑیا بھی لے جاؤ۔ مگر اسے کوئلوں پہ نہ ڈالنا، ورنہ تمہارا دم جو ویسے ہی نکلنے کے لیے بے چین رہتا ہے۔ فوراً نکل جائے گا" ثریا نے مٹھی میں پکڑی ہوئی ایک چھوٹی سی پُڑیا فضلو کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور فضلو نے سر ہلا دیا۔

"کیا ہے اس پُڑیا میں" — اماں بی نے چونک کر پوچھا۔

"یہ بھی دھونی ہے، اماں بی، میری ایک سہیلی کے دادا بڑے کامل پیر ہیں انہوں نے دی تھی" — ثریا نے کہا اور اماں بی نے اثبات میں

سر ہلا دیا۔

"اماں بی۔ میں اب جاؤں ڈیڈی کو کوئی ضروری بات کرنی ہے مجھ سے"۔۔۔۔۔ عمران نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں جاؤ اور سنو اب اگر یہ سایہ آئے تو مجھے ضرور بتانا"۔۔۔۔۔ اماں بی نے ہاتھ میں موجود تسبیح گھماتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے میں ثریا کے ہاتھ بھیج دوں گا اُسے وہ آپ تک پہنچا دے گی"۔۔۔۔۔ عمران نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے دروازے کی طرف لپک گیا۔ ثریا بھی مسکراتی ہوئی اس کے پیچھے باہر آ گئی۔

"آج مزہ آتا اماں بی دھونی دیتیں تو میں نے بھی سُرخ مرچیں ڈال دینی تھیں ساتھ ہی"۔۔۔۔۔ ثریا نے باہر نکلتے ہی ہنستے ہوئے کہا۔

"اوہ تو یہ سُرخ مرچوں کی پڑیا تھی۔ اچھا اب دیکھنا اپنا حشر پورے ایک پاؤ مرچوں کی دھونی دلواتا ہوں تمہیں"۔۔۔۔۔ عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا اور ثریا ہنستی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی اور عمران مُسکراتا ہوا سر رحمان کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ سر رحمان کرسی پر خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے چہرے پر ابھی تک تکدر اور کبیدگی کے آثار موجود تھے۔

"ہو گیا تمہارا علاج۔ تمہاری ماں کی اس ضعیف الاعتقادی نے مجھے بے حد پریشان کر رکھا ہے"۔۔۔۔۔ سر رحمان نے عمران کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر چونکتے ہوئے کہا۔

"آپ اللہ کے کلام کو ضعیف الاعتقادی کہہ رہے ہیں ڈیڈی۔ اماں بی نے سُن لیا تو پھر آپ کو بھی دھونی دیئے بغیر پیچھے نہ ہٹیں گی"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور سر رحمان بے اختیار مُسکرا دیئے۔

"اس کی یہی سادگی اور خلوص تو ہے جس کی وجہ سے کام چل جاتا ہ۔۔۔۔۔ سر رحمان نے مسکراتے ہوئے کہا اور عمران ہنس پڑا۔

"ڈیڈی آپ کو وہ پانچ لاکھ روپے چاہئیں تو میں دے دوں"۔۔۔ عمران نے جیب کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے انتہائی سنجیدہ لہجے میں ک

"مگر تم تو کہہ رہے تھے کہ تم نے وہ کسی بیوہ کو دے دیئے ہیں مکا خریدنے کے لئے"۔۔۔۔۔ سر رحمان نے چونک کر پوچھا۔

"اوہ ہاں ڈیڈی واقعی مجھے تو یاد ہی نہیں رہا۔ کہیں واقعی کوئی سایہ نہیں چمٹ گیا مجھ سے"۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سنو میں نے تمہیں اس لئے بُلایا تھا کہ اگر واقعی تمہیں رقم کی ضرور ہو تو میں تمہیں اور دے دوں۔ تمہاری ماں کی اس بات نے مجھے واقعی سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ بنکوں میں یہ دولت آخر کس کے کام آئے گی"۔۔۔۔۔ سر رحمان نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ارے نہیں ڈیڈی۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ مجھے ایکسٹو سے اتنے بھار چیک مل جاتے ہیں کہ میرا گزارہ آسانی سے ہو جاتا ہے۔ آپ ایسا کریں۔ اس دولت سے کوئی ویلفیئر ٹرسٹ بنا دیں۔ بس سوپر فیاض کو اس کا انچارج نہ بنائیں"۔۔۔۔۔ عمران نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں۔ کیا مطلب کیا فیاض کی ایمانداری پر تمہیں شک ہے"۔۔۔۔۔ سر رحمان عمران کی بات سُن کر بری طرح چونک پڑے۔

"ارے نہیں ڈیڈی وہ بس ذرا لاپرواہ ہے۔ اس لئے کہہ رہا تھا"۔۔۔۔۔

عمران نے فوراً بات کا رُخ موڑتے ہوئے کہا ورنہ وہ اپنے باپ کی عادت جانتا تھا۔ انہیں اگر فیاض پہ ذرا سا شک بھی پڑ جاتا تو پھر اس کے خلاف خفیہ انکوائری ضرور شروع ہو جاتی اور اس انکوائری کا جو نتیجہ نکلتا۔ وہ اظہر من الشمس تھا۔ اس لئے عمران بات بدل گیا۔

"اوہ ہاں ٹھیک ہے۔ لاپرواہ تو ضرور ہے۔ او۔ کے میں اس پہ غور کروں گا" ـــــ سر رحمان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اب مجھے اجازت ہے ڈیڈی" ـــــ عمران نے مسکرا کر اٹھتے ہوئے ہا۔ وہ سر رحمان کی عادت جانتا تھا کہ اماں بی کے کہنے پر انہیں خیال و ضرور آیا تھا لیکن ایسا خیال جلدی ہی دھواں بن کر اُڑ جائے گا، اور مر رحمان پھر پہلے جیسے سر رحمان بن جائیں گے۔

"ہاں جاؤ" ـــــ سر رحمان نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور عمران اُٹھ ر دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ یکلخت جیسے سر رحمان کو کوئی بات اد آ گئی ہو۔

"سنو" ـــــ سر رحمان نے یکلخت کہا اور عمران ان کی آواز سُن ر ٹھٹھک کر رُک گیا۔

"سرداور کا فون آیا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ عمران کو کہنا کہ مجھے ورًا فون کرے۔ میں نے ان سے بہت پوچھا کہ کیا بات ہے مگر وہ ال گئے" ـــــ سر رحمان نے کہا اور عمران سرداور کے فون کا سُن ر چونک پڑا۔

"کب فون کیا تھا انہوں نے" ـــــ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اس وقت جب تمہاری ماں تمہیں دھونی دینے کے چکر میں تھی اس لئے تو میں نے تمہیں بلایا تھا کہ مجھے مل کر جاتا" ـــــ سر رحمان نے کہا۔

"ٹھیک ہے ڈیڈی کر لوں گا فون۔ دیا ہوا اُدھار مانگ رہے ہوں گے۔ میں نے سوچا تھا بوڑھے آدمی ہیں بھول جائیں گے مگر-----" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے کمرے کے دروازے کی طرف مڑ گیا۔

"کیا، کیا کہہ رہے ہو۔ تم نے سرداور سے ادھار لیا ہے۔ ادھر آؤ" ـــــ سر رحمان کے لہجے میں غصے کی کڑک تھی۔

"ڈیڈی رقم نہیں لی تھی۔ وقت لیا تھا ادھار" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ لیکن کوٹھی سے باہر جانے کی بجائے وہ تیزی سے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا، جہاں مین فون موجود تھا۔ باقی ساری کوٹھی میں اس مین فون کی ایکسٹنشنز لگائی گئی تھیں۔ چونکہ عمران سر رحمان کے سامنے سرداور کو فون نہ کرنا چاہتا تھا اس لئے وہ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے فون کے نیچے لگے ہوئے ایکسٹنشنز کے بٹن کو آف کیا اور پھر رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"یس داور سپیکنگ" ـــــ دوسری طرف سے سرداور کی آواز سنائی دی۔ لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔ یہ سرداور کے مخصوص نمبر تھے اس لئے اس پہ سرداور براہِ راست بات کیا کرتے تھے، ورنہ دوسرے نمبر پر تو لیبارٹری ایکسچینج کے ذریعے بات کرنی پڑتی۔

"آپ کا مقروض بول رہا ہوں جناب۔ لوگ کہتے ہیں ادھار محبت کی قینچی ہوتی ہے اس لئے تو میں نے آپ سے اُدھار لیا تھا کہ آپ محبت

کو قینچی سے کاٹ دیں گے لیکن آپ کی قینچی شاید پرانی ہو گئی ہے اس لئے محبت کٹنے کی بجائے شدید ہوتی جا رہی ہے" ——— عمران کی زبان قینچی کی طرح چل رہی تھی۔

"عمران میں اس وقت بے حد پریشان ہوں" ——— دوسری طرف سے سرداور کی آواز سنائی دی۔ لہجے میں واقعی شدید پریشانی ٹپک رہی تھی۔

"اوہ کیا ہوا سرداور۔ کیا کوئی سائنسی پرابلم ہے۔ لیکن میں نے تو سائنس میں صرف ڈگری لی ہے۔ ورنہ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ لٹمس پیپر کس محلول میں ڈالا جائے تو سرخ ہو جاتا ہے" ——— عمران بھلا اتنی آسانی سے کب باز آنے والا تھا۔

"سنو میں ایکسٹو سے براہِ راست بات کرنا چاہتا ہوں۔ سر سلطان صدرِ مملکت کے ساتھ شوگران کے سرکاری دورے پر ہیں۔ اس لئے ان کے ذریعے بات نہیں ہو سکتی۔ اس پر مجھے تمہارا خیال آیا۔ مگر تم فلیٹ پر موجود نہ تھے۔ وہاں سے تمہارے باورچی سلیمان نے بتایا کہ تم سر رحمان کی کوٹھی گئے ہوئے ہو۔ اس لئے میں نے سر رحمان کو فون کیا تھا" ——— سرداور کے لہجے میں بے پناہ سنجیدگی تھی اور عمران سرداور کی بات سن کر واقعی چونک پڑا۔ اس کی پیشانی پر لکیریں ابھر آئیں۔ کیونکہ سرداور کا ایکسٹو سے بات کرنا ہی بتا رہا تھا کہ اہم ترین مسئلہ پیش آ گیا ہے۔

"اوہ آپ مجھے بتائیں۔ میں ایکسٹو تک آپ کا پیغام پہنچا دوں گا" ——— عمران نے انتہائی سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"نہیں انتہائی اہم مسئلہ ہے۔ تمہیں ایکسٹو کا نمبر معلوم ہو گا مجھے بتاؤ میں

ان سے براہ راست بات کرنا چاہتا ہوں" ——— سرداور نے جواب دیا۔

"سوری سرداور۔ یہ نمبر ٹاپ سیکرٹ ہے۔ البتہ میں ایسا کر لیتا ہوں کہ ایکسٹو کو فون کر کے کہہ دیتا ہوں کہ آپ اس سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اگر چاہے گا تو آپ کو خود فون کر لے گا" ——— عمران نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا ٹھیک ہے جلدی پیغام دے دو جس قدر دیر ہو گی اتنا ہی مسئلہ ٹیڑھا ہو جائے گا" ——— سرداور نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ عمران نے رسیور رکھا اور پھر وہ بھاگنے کی بجائے اڑتا ہوا باہر پورچ میں موجود اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ وہ اگر چاہتا تو یہیں سے فون کر کے سرداور سے ایکسٹو کے لہجے میں بات کر سکتا تھا لیکن ظاہر ہے یہاں کسی کے سن لینے کا خطرہ موجود تھا اس لئے کار لئے وہ کوٹھی سے نکلا اور تیزی سے دانش منزل کی طرف بڑھ گیا۔

ٹیلیفون سے مترنم موسیقی کی آواز اُبھرتے ہی اسرائیل کے صدر جو اپنے مخصوص دفتر میں بیٹھے ایک فائل کے مطالعے میں مصروف تھے چونک پڑے۔ آواز سپیشل لائن فون کی تھی۔ انہوں نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس" ـــــ انہوں نے باوقار لہجے میں کہا۔

"سر کرنل زیرو بول رہا ہوں" ـــــ دوسری طرف سے کرنل زیرو کی آواز سنائی دی۔

"اوہ یس کرنل زیرو کیا رپورٹ ہے" ـــــ صدر مملکت کے لہجے میں اشتیاق موجود تھا۔

"سر کرنل درانی کو اغوا کر کے سب میرین تک پہنچا دیا گیا ہے۔ اس طرح مشن کا پہلا مرحلہ پورا ہو گیا ہے" ـــــ کرنل زیرو نے کہا۔

"گڈ شو۔ کوئی پرابلم تو پیدا نہیں ہوا" ـــــ صدر مملکت نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"تو سر، بس ایک معمولی سی رکاوٹ پیدا ہو گئی تھی جسے دور کر دیا گیا" ـــــ کرنل زیرو نے جواب دیا اور صدر مملکت چونک پڑے۔

"کیسی رکاوٹ، تفصیل بتاؤ" ـــــ صدر مملکت کا لہجہ سخت ہو گیا۔

"سر کوئی پریشانی والی بات نہیں تھی۔ ڈاکٹر درانی کے ساتھ ان کا سیکرٹری بھی تھا جو سائے کی طرح ڈاکٹر درانی کے ساتھ رہتا تھا۔ پہلے تو ہم موقع کی انتظار میں رہے کہ وہ ڈاکٹر درانی سے علیحدہ ہو تو ڈاکٹر درانی کو اغوا کیا جائے، لیکن جب باوجود کوشش کے ایسا موقع نہ آیا تو ہم نے اس کی موجودگی میں ڈاکٹر درانی کو اغوا کر لیا۔ اور اُسے گولی مار کر ہلاک کر دیا" ـــــ کرنل زیرو نے کہا۔

"اوہ کہاں سے اغوا کیا تم نے ڈاکٹر درانی کو" ـــــ صدر مملکت نے پوچھا۔

"سر ڈاکٹر درانی سیکرٹری کے ساتھ ایکریمیا کے ایک مشہور سائنس دان لارڈ ہربرٹ کی رہائش گاہ پہ ان سے ملنے گئے چونکہ لارڈ ہربرٹ کی رہائش گاہ ایسی جگہ ہے جہاں ارد گرد کا علاقہ سنسان ہے۔ چنانچہ ہم نے ان کی رہائش گاہ کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ جب وہ ان سے مل کر واپس آئے تو ہم نے ویران جگہ پہ ان کی کار روک لی۔ ڈاکٹر درانی کو بیہوش کر دیا گیا جب کہ ڈرائیور اور ان کے سیکرٹری کو گولی مار دی گئی اور ڈاکٹر درانی کو وہاں سے لے کر جیسپر اور اس کے کمانڈوز ساتھی سیدھے مخصوص پوائنٹ پہ پہنچے اور انہیں ڈاش کے حوالے کر دیا گیا۔ اس کے بعد آپ کی ہدایات کے مطابق جب جیسپر اور اس کا دستہ دو کاروں میں واپس آ رہا تھا تو ان کاروں کو بموں سے اڑا دیا گیا۔ اس طرح وہ سب ہلاک ہو گئے" ـــــ

کرنل زیرو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔ گڈ شو۔ ڈاکٹر درانی کی گمشدگی کے بارے میں ایکریمین حکام کا کیا ردِ عمل ہے" ـــــ صدرِ مملکت نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"ابھی تک تو انہیں ان کی گمشدگی کا ہی علم نہیں ہوا ویسے بھی وہ جو چاہے کرتے رہیں انہیں ڈاکٹر درانی کا کوئی کلیو ہی نہ مل سکے گا" ـــــ کرنل زیرو نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے، ڈاش جب اس ڈاکٹر درانی کو کرنل اباگر کے حوالے کر دے تو پھر فائنل ہدایات پر عمل کر کے مجھے رپورٹ دینا" ـــــ صدرِ مملکت نے کہا۔

"یس سر" ـــــ دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا اور صدر نے او۔ کے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

"ایک بار ڈاکٹر درانی اگالیا پہنچ جائے پھر میں دیکھوں گا کہ یہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اسے کیسے تلاش کرتی ہے" ـــــ صدرِ مملکت نے رسیور رکھ کر بڑبڑاتے ہوئے کہا اور دوبارہ سامنے میز پر کھلی ہوئی فائل کی طرف متوجہ ہو گئے لیکن اسی لمحے سفید رنگ کے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ یہ فون دفتری فون تھا۔ پی اے کے ذریعے بات چیت ہوتی تھی۔ اس لئے اس فون کی گھنٹی کا مطلب تھا کہ کوئی سرکاری دفتری معاملہ ہوگا۔ صدرِ مملکت نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس" ـــــ صدرِ مملکت نے سخت لہجے میں کہا۔

"سر پرائم منسٹر صاحب بات کرنا چاہتے ہیں" ـــــ دوسری طرف سے ان کے پی اے کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"پرائم منسٹر کہاں سے۔ وہ تو ایکریمیا کے دورے پر ہیں" ـــــ صدرِ مملکت نے کہا۔

"یس سر وہیں سے وہ بات کرنا چاہتے ہیں" ـــــ پی اے نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے کراؤ بات" ـــــ صدرِ مملکت نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور چند لمحوں بعد پرائم منسٹر کی آواز رسیور پر گونجی۔

"شمعون بول رہا ہوں جناب" ـــــ پرائم منسٹر کے لہجے میں بے پناہ وقار تھا۔

"یس پرائم منسٹر فرمائیے" ـــــ صدرِ مملکت نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سر یہاں ایکریمیا میں مجھے ابھی ابھی رپورٹ ملی ہے کہ دو کاروں کو بم سے اڑا دیا گیا ہے اور ان کاروں میں موجود چھ افراد ہلاک ہو گئے ہیں" ـــــ پرائم منسٹر کے لہجے میں تشویش موجود تھی۔

"لیکن یہ بات مجھے بتانے کا کیا مقصد ہے۔ میں سمجھا نہیں" ـــــ صدرِ مملکت نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"سر جس آدمی نے بم مارے ہیں وہ پکڑا گیا ہے۔ اور اس نے ایکریمین پولیس کو بتایا ہے کہ اسے ان کاروں پر بم مارنے کی ہدایت اسرائیلی سفارت خانے کے ملٹری اتاشی کرنل ہیلارڈ نے دی تھی۔ پولیس نے اس کی اطلاع اعلیٰ حکام کو دی اور اعلیٰ حکام نے اس سلسلہ میں مجھ سے رابطہ قائم کیا تاکہ میں کرنل ہیلارڈ کو گرفتار کئے جانے کی اجازت انہیں دے دوں۔ وہ مزید تفتیش کرنا چاہتے تھے لیکن میں نے ایسا کرنے سے

انکار کر دیا اور خود سفیر سے بات کی تو سفیر صاحب نے بتایا کہ کرنل ہیلارڈ تو ایک ماہ سے رخصت پر گئے ہوتے ہیں لیکن ایکریمین حکام اس رخصت کو تسلیم نہیں کر رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ کرنل ہیلارڈ لازماً سفارت خانے میں چھپے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں نے مجبوراً انہیں سفارتخانے کی تلاشی کی اجازت دے دی۔ کرنل ہیلارڈ انہیں نہیں مل سکے اور انہوں نے مجھ سے معافی مانگ لی ہے۔ لیکن مجھے سفیر صاحب نے ایک خاص بات بتائی ہے کہ کرنل ہیلارڈ نے رخصت پر جانے سے قبل آپ سے سپیشل لائن پر بات کی تھی۔ اور اس گفتگو کا علم اس نے سفیر صاحب کو بھی نہ ہونے دیا تھا۔ اس لئے میں نے آپ کو فون کیا ہے“ —— وزیراعظم نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ہاں اس نے سفیر کے رویے کے بارے میں مجھ سے پرسنل شکایت کی تھی۔ لیکن میں نے اُسے جھڑک دیا تھا کہ ایسے معاملات وہ میری بجائے آپ کے نوٹس میں لائے۔ بس اتنی سی بات ہوئی تھی۔ اس کے بعد مجھے معلوم نہیں ہے کہ اس نے رخصت لی ہے یا نہیں“ —— صدرِ مملکت نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ ان کے چہرے پر البتہ پریشانی کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔

”ٹھیک ہے سر تھینک یو“ —— دوسری طرف سے کہا گیا اور رابطہ ختم ہو گیا۔ صدرِ مملکت نے جلدی سے رسیور رکھا اور ایک بار پھر سرخ رنگ والے فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”یس کرنل زیرو سپیکنگ“ —— رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے کرنل زیرو کی آواز سنائی دی۔

”کرنل زیرو ابھی ابھی پرائم منسٹر صاحب کا فون آیا ہے ایکریمیا سے“ —— صدرِ مملکت نے تیز لہجے میں کہا اور ساتھ ہی انہوں نے ساری تفصیلات بھی بتا دیں۔

”مجھے معلوم ہے سر کہ وہ آدمی اپنی حماقت سے پکڑا گیا ہے لیکن سر آپ بے فکر رہیں۔ ابھی مجھے اطلاع مل چکی ہے کہ اُسے پولیس کی حراست میں ہی گولیوں سے اڑا دیا گیا ہے“ —— کرنل زیرو نے جواب دیا۔

”کس کے ذریعے یہ کام کرایا ہے۔ میں نے تمہیں پہلی ہدایت یہی دی تھی کہ تمہارا نام درمیان میں نہیں آنا چاہیئے۔ پھر اس آدمی کو تمہارے نام کا علم کیسے ہو گیا“ —— صدرِ مملکت نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”سر وہ آدمی ایک مشہور پیشہ ور قاتل ہے۔ اور یہ کام وہی کر سکتا تھا میں نے اس سے رابطہ ایک دوست کی معرفت کیا تھا اور پھر جیسے ہی کام ہوا میں نے اپنے اس دوست کا بھی خاتمہ ایک اور گروپ سے کرا دیا جسے میں نے اس کام کے لئے پہلے ہی ہائر کر رکھا تھا۔ یہ دوسرا گروپ مجھے ایک اور حوالے سے جانتا تھا لیکن یہ لوگ ان کمانڈوز کو اتنی آسانی سے ختم نہ کر سکتے تھے جتنا وہ آدمی کر سکتا تھا۔ اس گروپ کے ذمے یہ کام بھی تھا کہ وہ اس پیشہ ور قاتل کو بھی ختم کر دیں لیکن وہ فوراً ایسا نہ کر سکے اس لئے وہ پولیس کے ہاتھ لگ گیا۔ لیکن ابھی مجھے اطلاع مل چکی ہے کہ انہوں نے اپنا کام مکمل کر لیا ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ مجھ پر یا اسرائیل پر کوئی حرف نہیں آئے گا“ —— کرنل زیرو نے جواب دیا اور صدرِ مملکت کے ہونٹ بھینچ گئے۔

"ڈاشن کی طرف سے کوئی اطلاع" ——— صدرِ مملکت نے پوچھا۔

"ابھی سب میرین بحر اوقیانوس میں ہے اور تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ میرا ڈاشن سے مسلسل رابطہ ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے میں وہ کرنل اباگر والے پوائنٹ تک پہنچ جائیں گے۔ کیونکہ میرے کہنے پر ڈاشن نے سب سے جدید اور تیز رفتار آبدوز کا انتخاب اس مشن کے لئے کیا ہے" ——— کرنل زیرو نے جواب دیا۔

"تم نے ڈاشن کے سلسلے میں کیا پروگرام بنایا ہے" ——— صدرِ مملکت نے پوچھا۔

"سر آبدوز میں میرا ایک خاص آدمی آبدوز کے سب کیپٹن کے روپ میں موجود ہے۔ جیسے ہی ڈاکٹر درانی کو کرنل اباگر کے حوالے کیا جائے گا اور آبدوز واپس روانہ ہو گی میرا آدمی ڈاشن اور آبدوز کے سارے عملے کو ہلاک کر دے گا۔ وہ خود آبدوز کا بہترین کپتان رہا ہے۔ راستے میں ان کی لاشوں کو سمندر میں پھینک دیا جائے گا اور آبدوز جب واپس پہنچے گی تو میرے اس آدمی کو قتل کرنے کے لئے اس ہارر گروپ کے آدمی موجود ہوں گے" ——— کرنل زیرو نے جواب دیا۔

"او۔ کے یہ سارا کام مکمل ہوتے ہی مجھے فوراً رپورٹ دینا" ——— صدرِ مملکت نے سخت لہجے میں کہا۔

"یس سر" ——— دوسری طرف سے کہا گیا اور صدرِ مملکت نے رسیور رکھ دیا۔ چند لمحوں تک وہ خاموش بیٹھے رہے۔ پھر انہوں نے میز کی نچلی دراز کھولی اور اس میں سے اپنا وہ بریف کیس نکالا جو ہر وقت ان کے ساتھ رہتا تھا اور جس میں انتہائی اہم کاغذات موجود رہتے تھے۔ انہوں نے اس کے مخصوص تالوں کو مخصوص انداز میں کھولا اور اندر سے ایک فائل نکالی اور بریف کیس بند کر کے اُسے دوبارہ دراز میں رکھ دیا۔ یہ فائل وہی تھی جس میں کرنل زیرو کی موت کا اجازت نامہ تھا۔ انہوں نے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور ایک بٹن دبا دیا۔

"یس رابرٹ سپیکنگ" ——— دوسری طرف سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"رابرٹ۔ سپیشل کیس لے کر میرے دفتر آجاؤ" ——— صدرِ مملکت نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ رابرٹ ان کا ملٹری سیکرٹری تھا اور اس خفیہ سیکشن کے اور ان کے درمیان رابطے کا کام بھی یہی کرتا تھا۔ جسے وہ یہ اجازت نامہ بھیجنا چاہتے تھے۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک لمبا تڑنگا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چمڑے کا مستطیل کیس تھا۔ اس نے فوجی انداز میں سیلوٹ کرنے کے بعد مودّبانہ انداز میں وہ کیس صدرِ مملکت کے سامنے رکھ دیا۔ صدرِ مملکت نے کیس کھولا اور فائل اس میں رکھ کر انہوں نے کیس کا تالا ایک مخصوص بٹن سے بند کر دیا۔ اب یہ کیس سوائے اس خفیہ سیکشن کے انچارج کے اور کوئی نہ کھول سکتا تھا۔

"اسے سپیشل برانچ پہنچا دو" ——— صدرِ مملکت نے کیس دوبارہ ملٹری سیکرٹری کے حوالے کرتے ہوئے کہا اور اس نے سر ہلاتے ہوئے وہ کیس اٹھایا اور سلام کر کے تیز تیز قدم اٹھاتا واپس مڑ گیا۔

پھر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک وہ مختلف فائلوں کے مطالعے میں مصروف رہے کہ سُرخ رنگ کے فون کی گھنٹی بج اٹھی اور انہوں نے چونک کر پہلے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کو دیکھا، پھر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"کرنل زیرو سپیکنگ سر" ____ دوسری طرف سے کرنل زیرو کی آواز سنائی دی۔

"یس کیا رپورٹ ہے" ____ صدرِ مملکت نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"وکٹری سر ڈاکٹر دراتی کرنل اباگ کے حوالے کر دیا گیا ہے اور آبدوز واپس بھی پہنچ گئی ہے۔ میرے خاص آدمی نے پلاننگ کے مطابق ڈاش اور سب میرین کے سارے عملے کا خاتمہ بھی کر دیا ہے اور سر گروپ نے بھی میرے آدمی کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اس کی لاش بھی سمندر میں پھینک دی گئی ہے۔ اس طرح سر یہ مشن مکمل ہو چکا ہے" ____ کرنل زیرو نے جواب دیا۔

"ویری گڈ کرنل زیرو، تمہاری کارکردگی واقعی بہترین رہی ہے۔ تمہیں اس شاندار کارکردگی کا تمہاری توقع سے بھی بڑا انعام دیا جائے گا۔ تم ابھی میری دوسری کال تک وہیں رہو گے" ____ صدرِ مملکت نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو سر" ____ دوسری طرف سے کرنل زیرو کی مُسرت سے بھرپور آواز سنائی دی اور صدرِ مملکت نے ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبایا اور پھر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"یس مے۔ ڈے" ____ رابطہ قائم ہوتے ہی ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"فائل پہنچ گئی ہے" ____ صدرِ مملکت نے اپنا نام لئے بغیر کہا۔

"یس سر انتظامات مکمل ہیں۔ فائنل کال کا انتظار ہے" ____ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"او۔ کے" ____ صدر مملکت نے کہا اور ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ انہیں معلوم تھا کہ او۔ کے کا مطلب ہی فائنل کال ہے اور اب کرنل ہیلارڈ کا خاتمہ یقینی ہے۔ پھر تقریباً دس منٹ بعد اُسی سُرخ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ صدرِ مملکت نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اُٹھا لیا۔

"یس" ____ صدر مملکت نے تیز لہجے میں کہا۔

"مے۔ ڈے مشن از اوور" ____ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ اور صدرِ مملکت نے مسکراتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ اس کٹھن ترین مشن کا آخری مرحلہ بھی بخوبی سرانجام دیا جا چکا تھا۔ کرنل ہیلارڈ ہلاک ہو چکا تھا اور اب کوئی بھی اس بات کا کھوج نہ نکال سکتا تھا کہ اصل صورت حال کیا تھی۔ یہ سارا مشن انہوں نے اپنے ملٹری سیکرٹری کی مدد سے خود سرانجام دیا تھا حتیٰ کہ وزیراعظم کو بھی انہوں نے اس کی ہوا نہ لگنے دی تھی کیونکہ ان کا نقطہ نظر یہی تھا کہ وزیراعظم سیاسی آدمی ہیں اس لئے ان کے ذریعے بھی بات لیک ہو سکتی ہے چونکہ وہ صدر مملکت ہونے کے ساتھ ساتھ وزارتِ دفاع اور افواج اسرائیل کے سپریم کمانڈر بھی تھے اس لئے دفاعی لیبارٹریاں اور اس میں ہونے والے تمام کاموں کا علم انہیں براہ راست رہتا تھا اور اسرائیل کی سول حکومت ان سے لاعلم رہتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ یہ سارا آپریشن انہوں نے خود سرانجام دیا تھا اور اب وہ پوری طرح مطمئن تھے کہ اب پاکیشیا

سیکرٹ سروس لاکھ ٹکریں مارے، ڈاکٹر درانی کا کھوج نہ لگا سکے گی۔ میز پر موجود فائلیں انہوں نے ٹرے میں رکھیں اور پھر دراز سے اپنا مخصوص بریف کیس نکال کر وہ دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ تاکہ اب وہ اپنی رہائش گاہ پر جا کر آرام کر سکیں۔

"خیریت عمران صاحب آپ کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں" ——— عمران کے دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوتے ہی بلیک زیرو نے کہا۔

"سر داور کو نجانے کیوں ایکسٹو سے بات کرنے کی ضرورت آ پڑی ہے۔ کوئی اہم مسئلہ ہی ہو سکتا ہے" ——— عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا اور پھر میز پر موجود ریسیور اٹھانے اور سر داور کے مخصوص نمبر ڈائل کرنے تک اس نے مختصر لفظوں میں سر داور کے ساتھ ہونے والی بات چیت کے متعلق بتا دیا اور بلیک زیرو کی فراخ پیشانی پر بھی تفکر کی لکیریں ابھر آئیں۔

"داور سپیکنگ" ——— رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے سر داور کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو" ——— عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

"اوہ سر، میں آپ سے بات کرنے کے لئے بے حد پریشان تھا۔ لیکن آپ کا براہ راست نمبر مجھے معلوم نہ تھا۔ سر سلطان ملک سے باہر تھے اس لئے مجبوراً عمران کو تلاش کرنا پڑا --------" سرداور نے جلدی جلدی بولنا شروع کر دیا اور عمران کی پیشانی پر اور زیادہ لکیریں ابھر آئیں کیونکہ سرداور جیسے آدمی کا اس انداز میں بات کرنا ان کی شدید ترین پریشانی کا مظہر تھا ورنہ سرداور انتہائی متحمل مزاج آدمی تھے۔

"سوری سرداور۔ آپ کو پریشانی ہوئی بہرحال فرمایئے" ——— ران نے ان کی بات کاٹتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔ وہ سرداور کی خصیت اور ملک کے لئے ان کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھتا تھا اس لئے س نے ایکسٹو کی عام عادت کے خلاف نرم لہجے میں بات کی تھی، ورنہ رداور کی جگہ کوئی اور شخصیت ہوتی تو یقیناً عمران اسے بطور ایکسٹو اس ر طویل تمہید پر جھاڑ دیتا۔

"چیف صاحب۔ آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ ڈاکٹر درانی ہمارے ملک ا انتہائی اہم ترین سائنس دان ہیں۔ اور لیبارٹری میں وہ میرے دست ست ہیں۔ آج کل ہم دونوں ملک کے مفاد کے لئے ایک انتہائی ہم دفاعی فارمولے پر ریسرچ کر رہے ہیں۔ ایکریمیا میں دو روز پہلے ب بین الاقوامی سائنس کانفرنس منعقد ہوئی جس میں پاکیشیا کی نمائندگی اکٹر درانی نے کی۔ پہلے بھی وہی پاکیشیا کی نمائندگی کرتے رہتے ہیں۔ لیکن نفرنس سے ایک روز پہلے ڈاکٹر درانی کو اس وقت چند نقاب پوشوں ہ جبراً اغوا کر لیا جب وہ اپنے سیکرٹری سائنس دان راحت مسعود کے ساتھ ایکریمیا کے ایک معروف سائنس دان کے ساتھ ملاقات کر کے واپس آ رہے تھے۔ اغوا کرنے والوں کی تعداد چھ تھی۔ انہوں نے ڈرائیور اور ڈاکٹر درانی کے سیکرٹری کو گولی مار دی۔ اور ڈاکٹر درانی کے سر پر بھی ضرب لگا کر انہیں بے ہوش کر دیا۔ سیکرٹری راحت مسعود گولی لگ جانے کے باوجود زندہ رہے اور انہیں بے ہوشی کے عالم میں ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ وہاں انہیں تھوڑے سے وقفے کے لئے ہوش آیا تو انہوں نے وہاں موجود ایک پاکیشیا کے ڈاکٹر کی معرفت فون پر مجھ سے براہ راست بات کی اور مجھے انہوں نے بتایا کہ اغوا کرنے والوں میں سے ایک کے ساتھ جدوجہد کے وقت ان کا ہاتھ اس آدمی کی بیلٹ پر پڑا تو بیلٹ کے ساتھ زنجیر سے لٹکا ہوا ایک بیج ان کے ہاتھ میں آ گیا۔ اس کے بعد انہیں گولی مار دی گئی اور زمین پر گر کر تڑپنے لگے اور فوری طور پر بے ہوش نہ ہوتے تھے۔ حملہ آور ان کے سامنے ڈاکٹر درانی کو اٹھا کر ایک کار میں ڈال کر فرار ہو گئے۔ سائنس دان راحت مسعود گولی لگنے کی وجہ سے تڑپتے رہے تو وہ بیج ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اس کے بعد وہ بے ہوش ہو گئے۔ اور اب انہیں ہسپتال میں ہوش آیا ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ اس بیج پر یہودیوں کا مخصوص ستارہ بنا ہوا تھا اور اس کے گرد اے۔ ایس کمانڈوز کے الفاظ درج تھے۔ یہ ساری بات چیت بھی انہوں نے بڑی مشکل سے اٹک اٹک کر کی اور پھر وہ بے ہوش ہو گئے۔ اس کے بعد اس بے ہوشی کے عالم میں ان کا انتقال ہو گیا۔ میں نے اس اطلاع کے ملنے کے بعد براہ راست ایکریمیا میں موجود پاکیشیائی سفیر سے بات کی تو وہ اس سارے واقعے سے ہی لاعلم تھے۔ بہرحال

انہوں نے اس کی انکوائری کا وعدہ کیا۔ میں نے وزارت دفاع کے سیکرٹری کو بھی مطلع کیا ہے اور ابھی ابھی ان کا فون آیا ہے کہ ایکریمیا میں ڈاکٹر درانی کے اغوا کرنے والوں کا کھوج لگا لیا گیا تھا لیکن جب ایکریمین پولیس ان کی گرفتاری کے لئے گئی تو جس فلیٹ پر وہ موجود تھے۔ اس فلیٹ کو بم مار کر اڑا دیا گیا ہے اور اس فلیٹ سے صرف انسانی لاشوں کے باریک ٹکڑے ہی مل سکے ہیں اور کوئی شہادت نہیں مل سکی۔ جن کاروں پر ڈاکٹر درانی کو اغوا کیا گیا وہ ایک پبلک پارکنگ سے چوری ہوئی تھیں اور ایک ویران سڑک پر انہیں بھی بم مار کر تباہ کر دیا گیا ہے۔ اب مزید تفتیش کی جا رہی ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اب ایکریمین پولیس کی تفتیش مزید جاری نہ رہ سکے گی بلکہ اس تفتیش کا راستہ روک دیا گیا ہے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ آپ کو کال کر کے تفصیلات بتا دوں۔ ڈاکٹر درانی کی فوری بازیابی پاکیشیا کے لئے انتہائی اہم ہے۔" ــــ سر داور نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور سر داور کی بات سن کر عمران کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔

"کیا ڈاکٹر درانی کے پاس کوئی اہم فارمولا تھا" ــــ عمران نے پوچھا۔

"نہیں انہوں نے وہاں ایک ریسرچ پیپر پڑھنا تھا۔ جس کی کسی بھی ملک کے لئے کوئی اہمیت نہ تھی اور وہ فارمولا بھی سیکرٹری کے بیگ میں تھا جو برآمد ہو چکا ہے، اغوا کرنے والوں نے اس بیگ اور اس میں موجود ریسرچ پیپر کو دیکھا تک نہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر درانی کا اغوا کسی اور مقصد کے لئے کیا گیا ہے" ــــ سر داور نے جواب دیا۔

"جس فارمولے پر آجکل ڈاکٹر درانی کام کر رہے تھے۔ کیا وہ فارمولا ان کی ہی ریسرچ تھی" ــــ عمران نے ایک لمحہ خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

"اوہ نہیں سر وہ فارمولا خالصتاً میری ریسرچ پر مبنی ہے۔ ڈاکٹر درانی اس کی تفصیلات سے قطعی لاعلم ہیں۔ وہ صرف اس فارمولے میں میری معاونت کر رہے تھے۔ ان کے بغیر بھی یہ فارمولا مکمل ہو جائے گا، لیکن ڈاکٹر درانی کی اہمیت اس فارمولے سے ہزار گنا زیادہ ہے۔ وہ ہمارے ملک کے ایسے سائنس دانوں میں شامل ہیں جن پر پورا پاکیشیا فخر کر سکتا ہے" ــــ سر داور نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے سر داور آپ نے بہت اچھا کیا کہ مجھے براہ راست اطلاع کر دی۔ میں ڈاکٹر درانی کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ اور آپ بے فکر رہیں۔ میں نے یہ کیس اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور اب ڈاکٹر درانی کو واپس پاکیشیا لانے کے لئے پوری کوشش کروں گا" ــــ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"بہت بہت شکریہ سر اب مجھے مکمل اطمینان ہو گیا ہے کہ ڈاکٹر درانی برآمد ہو جائیں گے کیونکہ پاکیشیا سیکرٹ سروس آپ کی سربراہی میں آنے کے بعد ایسا ادارہ بن چکی ہے جس پر ملک کا بچہ بچہ سمیت اس طرح اندھا اعتقاد رکھتا ہے جس طرح روز روشن پر" ــــ سر داور نے بڑے خلوص بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ کا بے حد شکریہ سر داور، آپ کے یہ الفاظ میرے لئے

قابل افتخار رہیں بہر حال آپ بے فکر رہیں انشا اللہ ہم ڈاکٹر درانی کو برآمد کرنے میں کامیاب رہیں گے۔ اگر مجھے مزید آپ سے بات چیت کی ضرورت پڑی تو میرا نمائندہ علی عمران آپ سے مل لے گا۔ شکریہ“ ——— عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

”ڈاکٹر درانی کا اغوا کس نے کیا ہو گا“ ——— بلیک زیرو نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں پوچھا کیونکہ لاؤڈر پر وہ عمران اور سرداور کے درمیان ہونے والی بات چیت سن رہا تھا۔

”آئی۔ ایس کمانڈوز نے۔ اور آئی۔ ایس کمانڈوز کوڈ نام ہے اسرائیل کے سپر کمانڈوز کا۔ سیکرٹری راحت مسعود نے واقعی انتہائی اہم ترین شہادت بہم پہنچا دی ہے ورنہ ہم یقیناً ٹکریں مارتے رہ جاتے“ ——— عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

”تو اس کا مطلب ہے کہ ڈاکٹر درانی کو اسرائیل پہنچا دیا گیا ہے“ ——— بلیک زیرو نے کہا۔

”ایکریمیا اور اسرائیل کے درمیان کافی فاصلہ ہے اس لئے ڈاکٹر درانی کو اتنی جلدی وہاں نہیں پہنچایا جا سکتا۔ اور پھر جو پلاننگ کی گئی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی بہت بڑی سازش کی گئی ہے ڈاکٹر درانی کو اغوا کرنے کے لئے۔ ورنہ اسرائیل اتنی آسانی سے اپنے سپر کمانڈوز کو خود بم مار کر ہلاک نہ کر دیتا“ ——— عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا اور بلیک زیرو نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمران چند لمحے آنکھیں بند کر کے خاموش بیٹھا رہا۔ پھر اس نے چونک کر سر اٹھایا اور ٹیلیفون کا رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ بلیک زیرو نمبر ڈائل ہوتے دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ عمران ایکریمیا کال کر رہا ہے۔

”یس گرین لینڈ ہاؤس“ ——— دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز ابھری۔

”پاکیشیا سے پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں۔ برنسکو سے بات کراؤ“ ——— عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”یس ہولڈ آن کریں“ ——— دوسری طرف سے جواب دیا گیا اور پھر چند لمحوں بعد ہی رسیور پر ایک بھاری سی آواز ابھری۔

”ہیلو برنسکو بول رہا ہوں“ ——— بولنے والے کا لہجہ خاصا کرخت تھا

”برنسکو میں پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں۔ کیا آئی۔ ایس کمانڈوز میں تمہارا کوئی دوست موجود ہے“ ——— عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”آئی۔ ایس کمانڈوز ـــ ہاں کیوں؟“ ——— برنسکو نے ایک لمحہ خاموش رہنے کے بعد چونک کر کہا۔

”مجھے فوری طور پر چند مصدقہ معلومات چاہئیں۔ معاوضہ تمہاری مرضی کا ہو گا“ ——— عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”کیا معلومات۔ تفصیل بتاؤ“ ——— دوسری طرف سے برنسکو نے چونک کر پوچھا۔

”آئی۔ ایس کمانڈوز نے ایکریمیا میں پاکیشیا کے ایک سائنس دان ڈاکٹر درانی کو اغوا کیا ہے جو وہاں ایک بین الاقوامی سائنس کانفرنس میں شرکت کے لئے گئے ہوئے تھے۔ ان کی تعداد چھ تھی۔ انہوں نے

ڈاکٹر درانی کے سیکرٹری اور کار کے ڈرائیور کو گولی مار دی۔ اس کے بعد ایکریمین پولیس نے انکوائری کی تو اس نے معلوم کر لیا کہ انہیں کن لوگوں نے اغوا کیا ہے۔ مگر جب وہ چھاپہ مارنے اس فلیٹ پہ گئے جہاں یہ لوگ موجود تھے تو اس فلیٹ کو بم مار کر اڑا دیا گیا۔ اس طرح یہ کلیو ختم ہو گیا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے فوری طور پر یہ معلومات مہیا کرو کہ ڈاکٹر درانی کو اغوا کر کے کہاں لے جایا گیا ہے“ ——— عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”اوہ مجھے اس کیس کے بارے میں تو علم ہے لیکن اغوا کرنے والے آئی۔ ایس کمانڈوز کیسے ہو گئے جب کہ ان کی شناخت ہی نہیں ہو سکی“ ——— برنسکو نے تیز لہجے میں کہا۔

”تم اس بات کو چھوڑو۔ میرے پاس اس بارے میں مصدقہ اطلاع موجود ہے“ ——— عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اگر تم جیسا شخص اسے مصدقہ کہہ رہا ہے تو یقیناً یہ مصدقہ ہی ہو گی۔ بہرحال مجھے کچھ وقت چاہیئے۔ زیادہ نہیں صرف ایک گھنٹہ اور معاوضہ دس لاکھ ڈالر ہو گا“ ——— برنسکو نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے دس لاکھ ڈالر تمہارے اکاؤنٹ میں جمع ہو جائیں گے۔ میں تمہیں فون نمبر بتاتا ہوں۔ اس پہ مجھے کال کر لینا۔ لیکن میں ناکامی کی بات ہرگز نہ سنوں گا سمجھے“ ——— عمران کا لہجہ کرخت تھا۔

”برنسکو کے بارے میں ایسے الفاظ آئندہ مت کہنا پرنس۔ میں

تمہارا بے حد لحاظ کرتا ہوں اس لئے صرف ایسا کہہ رہا ہوں۔ برنسکو جس کام کو ہاتھ میں لے لے۔ اس کے بعد ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا“ ——— برنسکو نے تلخ لہجے میں کہا۔

”او۔ کے“ ——— عمران نے جواب دیا اور ساتھ ہی اس نے سپیشل فون نمبر بھی بتا دیا۔

”ٹھیک ہے ایک گھنٹے بعد کال کروں گا“ ——— دوسری طرف سے برنسکو نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھا اور پھر میز پہ موجود ایک پیڈ کو اپنی طرف گھسیٹ کر اس نے اس پر ایک مخصوص نمبر اور بنک کا نام لکھا اور بلیک زیرو کی طرف بڑھا دیا۔

”ایکریمیا میں اپنے فارن ایجنٹ کو کہہ دو کہ اس اکاؤنٹ نمبر میں دس لاکھ ڈالر جمع کرا دے“ ——— عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا اور بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اور پھر کاغذ لے کر اس نے ٹیلیفون کا رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ عمران اٹھ کر اندر لائبریری کی طرف بڑھ گیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد ہی اس کی واپسی ہوئی۔ اس دوران بلیک زیرو نے سپیشل فون کو آن کر دیا تھا۔ تاکہ برنسکو کال کرے تو وہ رسیو ہو سکے۔

”یہ برنسکو پہلی بار سامنے آیا ہے عمران صاحب کون ہے یہ“ ——— بلیک زیرو نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اسے تم ہر قسم کی معلومات کا انسائیکلو پیڈیا سمجھ لو۔ بہت بڑی تنظیم ہے اس کی لیکن کام خفیہ طور پر کرتا ہے اور انتہائی اعلیٰ پیمانے پر۔ معاوضہ

بھی اپنی مرضی کا لیتا ہے۔ لیکن اس کے ہاتھ اس معاملے میں اس قدر لمبے ہیں کہ اگر وہ چاہے تو صدر ایکریمیا کے ذاتی بٹوے میں موجود کاغذ کی تفصیلات حاصل کر لے۔ لیکن اس کی تنظیم کا دائرہ کار صرف یورپ اور ایکریمیا تک محدود ہے۔ اس نے چند اصول رکھے ہوئے ہیں۔ کوئی دستاویز حاصل نہیں کرے گا۔ کوئی ایسا راز حاصل نہیں کرے گا جس کا تعلق کسی بھی ملک کے دفاع سے ہو۔ یا دو ممالک کے درمیان کوئی خفیہ معاہدہ ہو۔ باقی جس قسم کی معلومات چاہو اس سے مل سکتی ہیں لیکن صرف خاص میدان کی حد تک۔ اور میں بطور پرنس آف ڈھمپ گرین لینڈ ہاؤس کا ممبر ہوں۔ یہ معاملہ ایسا تھا کہ مجھے مجبوراً برنسکو سے بات کرنی پڑی اور اُسے دس لاکھ ڈالر ادا کرنے پڑے۔ کیونکہ جو معلومات اس نے مہیا کی ہیں اُسے اپنے طور پر حاصل کرنے کے لئے ہمیں بے حد طویل وقت صرف کرنا پڑتا اور اس کیس میں اصل مسئلہ وقت کا ہے“ ـــــ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو نے سر ہلا دیا۔

تھوڑی دیر بعد سپیشل فون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”یس پرنس آف ڈھمپ سپیکنگ“ ـــــ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”برنسکو بول رہا ہوں“ ـــــ دوسری طرف سے برنسکو کی بھاری آواز سنائی دی۔

”تم نے چیک کر لیا ہے برنسکو۔ تمہارا معاوضہ تمہارے اکاؤنٹ میں

منتقل ہو چکا ہے“ ـــــ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ہاں ورنہ تو میں تمہیں کال ہی نہ کرتا۔ بہر حال سُن لو۔ ڈاکٹر درانی کو آئی۔ ایس کمانڈوز کے ایک گروپ نے اغوا کیا جس کی رہنمائی آئی۔ ایس کمانڈوز کا چیف جیسپر خود کر رہا تھا۔ ڈاکٹر درانی کو اغوا کرنے کے بعد اُسے ایک تیز رفتار ہیلی کاپٹر کے ذریعے ایکریمیا کی ریاست آئی ٹاش کے ویران ساحل پر پہنچایا گیا جہاں اُسے ایک آبدوز میں منتقل کر دیا گیا۔ اور یہ پورا گروپ واپس آیا۔ اور ابھی یہ لوگ فلیٹ میں موجود تھے کہ فلیٹ کو بم مار کر اڑا دیا گیا۔ پورا گروپ مع جیسپر کے فلیٹ سمیت ختم ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر درانی کو جس آبدوز میں منتقل کیا گیا ہے اس کا تعلق بھی اسرائیل سے ہے اور اس آبدوز پر اسرائیل کے جنگی سب میرین سیکشن کے چیف ڈاش کو بھی دیکھا گیا ہے“ ـــــ برنسکو نے اس طرح تفصیل بتانی شروع کر دی جیسے وہ ساتھ رہا ہو اور میز کی دوسری طرف بیٹھا ہوا بلیک زیرو برنسکو کی اس قدر برق رفتار کارکردگی پر واقعی شدید حیران نظر آ رہا تھا۔

”ڈاکٹر درانی کو کہاں لے جایا گیا ہے اور ان کے اغوا کا مقصد“ ـــــ عمران نے پوچھا۔

”سوری پرنس، تم نے صرف اتنا کہا تھا کہ ڈاکٹر درانی کو اغوا کر کے کہاں لے جایا گیا ہے اور میں نے تمہیں بتا دیا ہے“ ـــــ برنسکو نے روکھے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کہاں سے مُراد منزلِ مقصود ہوتی ہے برنسکو۔ کم از کم تم جیسے شخص کو اس طرح گھٹیا پن نہیں دکھانا چاہیئے“ ـــــ عمران کا لہجہ یکلخت تلخ

ہو گیا۔

"میں کمرشل بنیادوں پر کام کرتا ہوں پرنس آف ڈھمپ۔ اس لئے منزل مقصود وہی ہے جو میں نے بتائی ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ایک گھنٹے میں یہ معلومات حاصل کرنے پر مجھے فوری طور پر آٹھ لاکھ ڈالر خرچ کرنے پڑے ہیں" ——— برنسکو نے روکھے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"او۔ کے مزید معاوضہ بتاؤ۔ لیکن اس بار منزل مقصود کی بات کر رہا ہوں۔ جہاں آخر کار ڈاکٹر درانی کو لے جا کر رکھا گیا ہے" ——— عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"پانچ لاکھ ڈالر ہوں گے ایک بات، دوسری بات یہ کہ جہاں آبدوز نے ڈاکٹر درانی کو پہنچایا ہے۔ وہ ایسی جگہ ہے جس کے بعد میں کوئی معلومات حاصل نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں صرف وہ جگہ بتا سکتا ہوں اگر تمہیں منظور ہو تو ٹھیک ہے۔ ورنہ سوری" ——— برنسکو نے جواب دیا۔

"او۔ کے پہنچ جائیں گے تمہارے اکاؤنٹ میں پانچ لاکھ ڈالر۔ بولو" ——— عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"آبدوز نے ڈاکٹر درانی کو الگزائر کے ساحل پر اس جگہ اتارا ہے جہاں قریب ہی اقوام متحدہ کے ٹڈی دل کے خلاف کام کرنے والے ادارے کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ اس بات کا مجھے اس طرح معلوم ہوا کہ ایکریمیا کے خصوصی سیارے نے اس آبدوز کی نقل و حرکت کی خفیہ رپورٹ اپنے مرکز کو دی۔ جہاں سے میں نے اس رپورٹ کی تفصیلات معلوم کیں۔ کیونکہ اس کے بغیر اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ اور مجھے معلوم تھا کہ تم یہ بات ضرور پوچھو گے اور تم یقین کرو کہ اس خفیہ رپورٹ کو حاصل کرنے کے لئے مجھے فوری طور پر دو لاکھ ڈالر ادا کرنے پڑے تھے۔ اب تم سمجھ گئے ہو گے کہ میں نے پانچ لاکھ ڈالر مزید کیوں طلب کئے تھے۔ میں چونکہ معاوضہ اپنی مرضی کا لیتا ہوں اسی لئے معلومات کے لئے خرچ بھی اسی حساب سے کرتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ برنسکو آج تک کسی کام میں ناکام نہیں رہا۔ مزید یہ بھی بتا دوں کہ اس آبدوز کا سارا عملہ اور اسرائیل کے سب میرین سیکشن کا انچارج واپسی کے وقت غائب ہو چکے تھے اور خالی آبدوز ساحل پر تیرتی ہوئی ایکریمین حکام کو ملی ہے" ——— برنسکو نے جواب دیا۔

"ہونہہ ٹھیک ہے شکریہ۔ اس بارے میں کوئی اور بات جو تم بھول گئے ہو، یا جسے تم نے غیر اہم سمجھ کر نہ بتایا ہو" ——— عمران نے ہنکارا بھرتے ہوئے کہا۔

"ہاں ایک بات ہے، وہ یہ کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ آئی۔ ایس کمانڈوز کا چیف جیسپر، سب میرین سیکشن کا چیف ڈاش اور دو اور آدمی جنہیں میرے آدمی نہ جانتے تھے اس واقعے سے پہلے اسرائیل کے صدر سے ان کی رہائش گاہ پر انتہائی خفیہ طور پر ملے تھے اور ایکریمین حکام نے اسرائیلی سفارت خانے کے ملٹری اتاشی کرنل ہیلارڈ پر گروپ چیف ہونے کا شک کیا تھا لیکن معلوم ہوا کہ کرنل ہیلارڈ ایک ماہ کی رخصت پر ایکریمیا سے باہر گیا ہوا ہے۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ کرنل ہیلارڈ یہیں ایکریمیا میں موجود تھا وہ ہوٹل رمزے کے ایک کمرے میں موجود تھا۔ لیکن پھر وہاں سے اس کی لاش دستیاب ہوئی ہے۔ یہ باتیں اس لئے بتا رہا ہوں کہ ہو سکتا ہے

یہ تمہارے کام آجائیں" ـــــ برنسکو نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے پانچ لاکھ ڈالر پہنچ جائیں گے تمہارے اکاؤنٹ میں" ـــــ عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر اب گہری پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ بلیک زیرو بھی سمجھ گیا تھا کہ معاملہ انتہائی گھمبیر ہو چکا ہے اس لئے وہ بھی خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

"اسی اکاؤنٹ میں پانچ لاکھ ڈالر اور جمع کرا دو بلیک زیرو" ـــــ عمران نے کہا اور بلیک زیرو نے سر ہلاتے ہوئے دوسرے ٹیلیفون کا رسیور اٹھا لیا۔

"میں دوبارہ لائبریری میں جا رہا ہوں تم ایسا کرو کہ ٹیم کو الرٹ کر دو۔ کہ وہ مشن کے لئے تیار رہیں" ـــــ عمران نے تیز لہجے میں کہا اور قدم بڑھاتا اندرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

ڈیزرٹ کمانڈوز کے چیف کرنل اباگر نے اگالیا کے نخلستان سے کچھ دور ہٹ کر ریت کے اندر ایک خفیہ مرکز بنایا ہوا تھا۔ یہ خفیہ مرکز ریت کے نیچے بنے ہوتے ایک کافی بڑے وسیع اڈے پر مشتمل تھا۔ نخلستان سے خصوصی پائپوں کے ذریعے یہاں پانی لانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ اور اس مرک کو جسے ڈیزرٹ کمانڈوز کا ہیڈ کوارٹر کہا جاتا تھا میں دنیا کی ہر چیز موجود مخصوص اسلحے سے بھرے ہوئے سٹورز۔ انتہائی قیمتی سائنسی مشینری کے علاوہ یہاں مختلف بڑے بڑے ہال نما کمروں میں ڈیزرٹ کمانڈوز کے کئی موبائیل دستے مستقل طور پر رہتے تھے۔ یہاں خصوصی ساخت کے انتہائی طاقتور انجنوں والے ایسے ہیلی کاپٹرز بھی موجود تھے جو صحرائی طوفانوں کا آسانی سے مقابلہ کر سکتے تھے۔ یہاں جنریٹروں کی مدد سے بجلی پیدا کی جاتی تھی اور اس پورے مرکز کو ایئر کنڈیشنڈ کر دیا گیا تھا حالانکہ اوپر کا درجہ حرارت دن کے وقت اس قدر ہوتا تھا کہ انسانی برداشت سے

باہر ہو جاتا تھا۔ لیکن ہیڈ کوارٹر میں بیٹھے ہوئے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی برفانی مقام پر آدمی پہنچ گیا ہو۔ جب سے ڈاکٹر درانی کو اگا لیا لیبارٹری میں منتقل کیا گیا تھا، کرنل ابا گر نے اپنی چیکنگ کا دائرہ بے حد وسیع کر دیا تھا۔ اس نے الگزائر کے تمام بڑے سرحدی شہروں اور خاص طور پر دارالحکومت میں اپنے آدمی تعینات کر دیئے تھے جو ہر آنے والے اجنبی کی باقاعدہ نگرانی کرتے اور شک کی صورت میں مخصوص ٹرانسمیٹروں پر رپورٹ کرنل ابا گر کو پہنچاتے تھے۔ اور کرنل ابا گر جسے زیادہ مشکوک سمجھتا اُسے گولی سے اڑا دینے کا حکم دیتا تھا حالانکہ اس پورے سیکشن میں اسرائیل کے ہی آدمی کام کرتے تھے لیکن کرنل ابا گر بے حد محتاط طبیعت کا آدمی تھا اس لئے اس نے ان پر مزید چیک رکھنے کے لئے اپنے خاص آدمی بھیجے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے یہ احکامات بھی دے دیئے تھے کہ اگا لیا لیبارٹری کو جانے والی ہر سپلائی پہلے اس کے آدمیوں تک پہنچائی جائے اور پھر اُسے اچھی طرح چیک کرنے کے بعد وہ اُسے خود لیبارٹری تک پہنچاتا تھا۔ صدر مملکت سے ملنے کے بعد اُسے پاکیشیا سیکرٹ سروس سے خصوصی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی جس کی تعریف نہ صرف اسرائیلی صدر نے کی تھی بلکہ اس نے محسوس کیا تھا کہ اسرائیل کے صدر پاکیشیا سیکرٹ سروس سے لاشعوری طور پر انتہائی خوفزدہ بھی ہیں، اس لئے انہوں نے اس قدر خفیہ منصوبہ بنایا ہے۔ حالانکہ ایک سائنس دان کو اغوا کر کے کسی لیبارٹری تک پہنچا دینا اس کے نزدیک قطعی ایک غیر اہم سا مسئلہ تھا۔ شاید اس سے پہلے لاکھوں نہیں تو ہزاروں سائنس دان اغوا ہو کر لیبارٹریوں تک پہنچے ہوں گے لیکن ایک سائنسدان کے لئے اسرائیل جیسے انتہائی طاقتور ملک کے صدر نے جو پلاننگ کی تھی وہ اس کے نزدیک انتہائی حیرت انگیز تھی اور وہ اپ ذہانت سے اس کی وجہ بھی سمجھ گیا تھا کہ یہ سائنس دان پاکیشیا کا ہے ا صدر اسرائیل پاکیشیا سیکرٹ سروس سے انتہائی خوفزدہ ہیں اس لئے کرنل ابا گر نے اپنے طور پر پاکیشیا سیکرٹ سروس سے متعلق تفصیلات حا کیں اور ان تفصیلات کے بعد اسے احساس ہوا کہ اسرائیل کے صدر کا خوف اپنی جگہ درست تھا۔ اس سروس نے اب تک جس قدر محیر العقول کارنامے سرانجام دیئے تھے اس کے بعد حق بھی یہی تھا کہ پاکیشیہ کے سائنس دان کو اغوا کرنے کا منصوبہ ایسے ہی بنایا جائے۔ اس کے سا ساتھ اس کی چھٹی حس نے اسے بتا دیا تھا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اس قدر خفیہ منصوبے کے باوجود اگا لیا ضرور پہنچے گی اور صدر مملکت نے مشن کی تفصیلات بتاتے وقت خاص طور پر کہا تھا کہ اگر پاکیشیا سیکرٹ سروس الگزائر کے صحرا میں پہنچ جائے تو پھر اس کے خاتمے کا مشن کرنل اباگ کو سرانجام دینا تھا۔ چنانچہ اس نے یہاں پہنچتے ہی خصوصی انتظامات کر تھے تاکہ اُسے ہیڈ کوارٹر میں بیٹھے بیٹھے پورے الگزائر کے حالات کا علم ہوتا رہے۔ ویسے کرنل ابا گر کے دل میں شدید خواہش موجود تھی کہ کاش کسی طرح پاکیشیا سیکرٹ سروس یہاں پہنچ جاتے تاکہ وہ انہیں ختم کر کے اپنے ریکارڈ میں اس کارنامے کا اضافہ کر سکے۔ اُسے یقین تھا کہ اس کا یہ کارنامہ صدر مملکت کے نزدیک انتہائی شاندار کارنامہ ہوگا اور اس سے اس کی بے پناہ ترقی کا راستہ کھل جائے گا اور ہو سکتا تھا کہ وہ اسرائیل کی کسی سیکرٹ ایجنسی کا سربراہ بن جائے۔

اس وقت وہ ہیڈ کوارٹر میں اپنے خاص کمرے میں ایک آرام کرسی

پر نیم دراز تھا۔ اس کمرے کو وہ آپریشن روم کہتا تھا۔ کیونکہ یہاں ہیڈ کوارٹر میں موجود تمام مشینری کا کنٹرول بھی موجود تھا اور ریسونگ سنٹر بھی یہی کمرہ تھا۔ اس کی کرسی کے سامنے میز پہ ایک مستطیل مگر خاصی طویل مشین موجود تھی جو اس وقت بند پڑی تھی۔ یہ ایمرجنسی کنٹرولنگ مشین تھی۔ ساتھ ہی ایک وسیع رینج کا خصوصی ٹرانسمیٹر بھی موجود تھا جس سے وہ اپنے خاص آدمیوں کی کالیں وصول کرتا تھا۔ روٹین کی کالیں ایک اور کمرے میں وصول ہوتی تھیں جہاں سے فون پر اسے رپورٹ دی جاتی تھی۔ اس ہیڈ کوارٹر میں اس نے باقاعدہ فون ایکسچینج لگا رکھا تھا۔ کرنل اباگر آرام کرسی پر نیم دراز پاکیشیا سیکرٹ سروس اور اس کے لیڈر عمران کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ کئی بار اس کا دل چاہا تھا کہ وہ کسی طرح پاکیشیا سیکرٹ سروس کو خود اطلاع دے دے کہ ڈاکٹر درانی یہاں موجود ہے تاکہ وہ لوگ یہاں آجائیں اور ان کا خاتمہ کر سکے لیکن چونکہ یہ بات ملک کے مفاد سے غداری کے مصداق تھی اس لئے اس نے ہر بار یہ ارادہ ترک کر دیا تھا۔ ابھی وہ بیٹھا سوچ ہی رہا تھا کہ پاس پڑے ہوئے ٹرانسمیٹر کی مخصوص آواز سنائی دی اور کرنل اباگر چونک پڑا۔ اس نے غور سے ٹرانسمیٹر پہ موجود فریکوئنسی ڈائل کو دیکھا اور اس کی پیشانی پہ ہلکی سی سلوٹیں پڑ گئیں کیونکہ مخصوص ڈائل بتا رہا تھا کہ کال فراسک کے سرحدی شہر تندوف سے کی جا رہی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو ڈی۔ آر۔ ایس تھرٹی ون کالنگ اوور" —— ٹرانسمیٹر سے ایک تیز آواز سنائی دی۔

"یس چیف فرام ہیڈ کوارٹر اوور" —— کرنل اباگر نے بھی تیز لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"چیف مراسک کے شہر بورت سے تندوف آنے والی بس پر چار ایکریمین یہاں آتے ہیں۔ ان کے پاس ایسا سامان موجود ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ صحرا میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ ان میں سے ایک عورت اور تین مرد ہیں۔ وہ یہاں کے ایک درمیانے قسم کے ہوٹل میں ٹھہرے ہیں۔ اوور" —— تھرٹی ون نے کہا۔

"کیا وہ میک اپ میں ہیں اوور" —— کرنل نے تیز لہجے میں کہا۔

"بظاہر تو نہیں لگتا چیف ویسے آپ حکم دیں تو انہیں چیک کیا جائے اوور" —— دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ایسا کرو ان کے لیڈر کو اغوا کرو اور اس کا میک اپ بھی چیک کرو اور یہ بھی پوچھو کہ وہ صحرا میں کہاں جانا چاہتے ہیں۔ اگر عام سے لوگ ہوں تو چھوڑ دینا ورنہ گولیوں سے اڑا دینا۔ اوور" —— کرنل اباگر نے کہا۔

"یس چیف اوور" —— دوسری طرف سے کہا گیا اور کرنل اباگر نے اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد ایک بار پھر ٹرانسمیٹر جاگ اٹھا۔ اور کرنل اباگر نے دیکھا کہ اس بار کال الگزائر کے دارالحکومت سے کی جا رہی تھی۔ اس نے جلدی سے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ڈی۔ آر۔ ایس ٹو کالنگ اوور" —— ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔ یہ اس کے خاص اسسٹنٹ میجر مارک کی آواز تھی۔ میجر مارک انتہائی ہوشیار اور تیز ذہن کا نوجوان تھا۔ اس لئے کرنل اباگر نے اسے الگزائر

کے دارالحکومت میں تعینات کیا تھا۔ کیونکہ اُسے یقین تھا کہ اگر پاکیشیا سیکرٹ سروس والے آتے تو لازماً وہ دارالحکومت پہلے آئیں گے۔ اس کے بعد وہ صحرا میں داخل ہوں گے۔

"یس چیف انڈر سٹینڈنگ اوور" ـــــ کرنل اباگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"چیف، تھوڑی دیر پہلے ایک چارٹرڈ جہاز کے ذریعے ایک گروپ پہنچا ہے۔ اس گروپ میں تین افراد ہیں۔ تینوں پاکیشیائی ہیں۔ یہ جہاز پاکیشیا سے ہی چارٹرڈ کیا گیا ہے اور براہ راست یہاں پہنچا ہے۔ اوور" ـــــ میجر مارک نے کہا۔

"اوہ ویری گڈ۔ یہی لوگ یقیناً ہمارے مطلوبہ لوگ ہوں گے۔ ان کے حلیے تفصیل سے بتاؤ۔ اوور" ـــــ کرنل نے مسرت سے بھرپور لہجے میں کہا اور پھر میجر مارک نے ان کے لیڈر کا حلیہ بتانا شروع کر دیا۔

"بس بس ٹھیک ہے۔ یہی آدمی علی عمران ہے۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا سب سے خطرناک آدمی۔ اب یہ بات یقینی ہو گئی ہے کہ یہی ہمارا مطلوبہ گروپ ہے اوور" ـــــ کرنل اباگر نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"پھر باس انہیں اڑا دوں گولیوں سے" ـــــ میجر مارک نے کہا۔

"ارے نہیں، میں تو ان کے انتظار میں ہوں۔ میں انہیں عبرتناک موت مارنا چاہتا ہوں۔ تم نے بس اتنا کرنا ہے کہ ان کی انتہائی ہوشیاری سے نگرانی کرنی ہے۔ یہ کیا کرتے ہیں۔ کہاں جاتے ہیں۔ ان کی پلاننگ کیا ہے۔ لیکن خیال رکھنا یہ انتہائی خطرناک ترین لوگ ہیں۔ اس لئے پوری ہوشیاری سے کام کرنا ہوگا اور مجھے مسلسل رپورٹ دیتے رہنا" ـــــ کرنل اباگر نے کہا۔

"ٹھیک ہے باس آپ بے فکر رہیں، کام انتہائی ہوشیاری سے ہو گا اوور" ـــــ میجر مارک نے جواب دیا۔

"سنو تم میں سے کسی نے ان کے سامنے نہیں آنا ورنہ اگر انہیں معمولی سا بھی شک پڑ گیا تو ہو سکتا ہے یہ لوگ تمہارے ذریعے یہاں کے بارے میں ساری تفصیلات حاصل کر لیں۔ اس بات کا خاص خیال رکھنا۔ اوور" ـــــ کرنل اباگر نے تیز لہجے میں کہا۔

"آپ قطعی بےفکر رہیں۔ میں انتظام ایسا کروں گا کہ ان کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہو سکے گا۔ اوور" ـــــ دوسری طرف سے میجر مارک نے کہا۔ اور کرنل اباگر نے اوور اینڈ آل کہہ کر رابطہ ختم کر دیا۔ اس کے چہرے پر شدید مسرت کے آثار اُبھر آئے تھے۔ جیسے اُسے بہت بڑی دولت مل جانے کی خوشخبری میجر مارک نے دی ہو۔ اُسے مکمل اعتماد تھا کہ وہ انہیں صحرا میں جہاں بھی چاہے گا گھیر کر ان کا خاتمہ آسانی سے کر دے گا۔ اس طرح اس کی زندگی میں ترقی کی بے پناہ راہیں خود بخود کھل جائیں گی۔

الگزائر کے دارالحکومت کے ایک جدید اور خوبصورت ہوٹل کے کمرے میں اس وقت چوہان اور خاور بیٹھے ہوتے تھے۔ وہ تھوڑی دیر پہلے عمران کے ساتھ ایک چارٹرڈ طیارے کے ذریعے یہاں پہنچے تھے یہاں پہنچنے کے بعد عمران انہیں کمرے میں رُکنے کا کہہ کر خود باہر چلا گیا تھا۔ اس لئے وہ دونوں اس وقت اس کمرے میں موجود تھے۔ جو ان دونوں کے نام ہی بُک تھا۔ عمران نے اپنے لئے علیحدہ کمرہ بُک کرایا تھا۔ راستے میں عمران ضرورت سے زیادہ سنجیدہ رہا تھا۔ اس لئے ان دونوں نے اس سے کوئی بات نہ کی تھی۔ ویسے انہیں قطعاً اس مشن کے بارے میں معلوم نہ تھا۔ جس کے لئے وہ اس صحرائی ملک میں آئے تھے، بس اچانک ایکسٹو نے انہیں کال کیا اور پھر انہیں ایئرپورٹ پہ پہنچنے کا حکم دے دیا۔ جہاں عمران پہلے سے موجود تھا۔ ان کے وہاں پہنچتے ہی عمران انہیں لے کر ایک جیٹ طیارے کی طرف بڑھ گیا جو فوراً ہی پرواز کر گیا۔ اور راستے

میں بھی دو بار صرف مختلف ملکوں کے ایئرپورٹس سے وہ صرف تیل لینے کے لئے اترا تھا جب کہ وہ طیارے کے اندر ہی موجود رہے تھے۔

عمران اس سارے سفر کے دوران ایک موٹی سی کتاب کے مطالعے میں مسلسل مصروف رہا تھا اور یہ کتاب اس وقت ختم ہوئی تھی جب طیارہ الگزائر کے دارالحکومت کے بین الاقوامی ایئرپورٹ پہ اترا تھا پھر وہاں سے وہ ٹیکسی کے ذریعے اس ہوٹل میں پہنچ گئے اور عمران انہیں کمرے میں رُکنے کا کہہ کر واپس چلا گیا تھا۔ وہ اصل چہروں میں تھے اور ان کے کاغذات بھی ان کے اصل ناموں سے ہی تھے۔

”عمران کی سنجیدگی بتا رہی ہے کہ اس بار کوئی انتہائی اہم مشن در پیش ہے“ ــــــ چوہان نے کمرے کا سکوت توڑتے ہوئے کہا۔

”اور مشن بھی شاید صحرا کے اندر ہے“ ــــــ خاور نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

”ظاہر ہے الگزائر میں سوائے خوفناک صحراؤں کے اور کیا ہے“ ــــــ چوہان نے کہا۔

”لیکن عمران اس بار صرف ہم دونوں کو ساتھ لے آیا ہے حالانکہ انتہائی اہم مشنز پہ عام طور پر صفدر، تنویر، کیپٹن شکیل اس کے ساتھ جاتے رہتے ہیں۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ اس بار انہیں کیوں نظر انداز کیا گیا ہے“ ــــــ خاور نے کہا۔

”ہو سکتا ہے وہ اس مشن کے کسی اور حصے میں کام کر رہے ہوں۔ ابھی تو ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ دراصل مشن ہے کیا“ ــــــ چوہان نے جواب دیا اور خاور نے سر ہلا دیا۔

پھر رات گئے تک عمران کی واپسی ہوئی۔ وہ خاصا تھکا ہوا نظر آ رہا تھا۔

"تم بور تو نہیں ہو گئے کمرے میں بیٹھے بیٹھے" ـــــ عمران نے ان کی شکلوں پر موجود بوریت کے آثار دیکھتے ہی مسکرا کر کہا۔

"اگر آپ نے اتنی ہی دیر لگانی تھی تو کم از کم ہمیں کمرے تک محدود رہنے کے احکامات تو نہ دیے جاتے۔ مجھے تو ایسے لگ رہا تھا جیسے کسی نے ہمیں نظر بند کر دیا ہو" ـــــ چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ پھر تو کسی ماہر ڈاکٹر کو دکھانا پڑے گا" ـــــ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر کو کیا مطلب" ـــــ چوہان عمران کی بات پر بے اختیار چونک پڑا۔

"بھئی جس کی نظر ہی بند ہو جائے اس بیچارے کو ظاہر ہے پہلے ڈاکٹر کو دکھانا پڑے گا اور اگر ڈاکٹر کچھ نہ کر سکا تو پھر سفید چھڑی اس کے ہاتھ دے دی جائے گی۔ ویسے ایک بات ہے۔ کمائی بڑی زوردار ہوگی۔ یہاں الگزائر کے لوگ بڑے رحم دل ہیں دل کھول کر دیتے ہیں خیرات" ـــــ عمران کی زبان قینچی کی طرح چل رہی تھی۔

"شکر ہے آپ پر چھایا ہوا سنجیدگی کا موڈ تو ختم ہوا" ـــــ چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب ہم دونوں یہی سوچ سوچ کر حیران ہو رہے تھے کہ اس بار آپ صفدر، کیپٹن شکیل، تنویر اور جولیا کی بجائے ہم دونوں کو ساتھ کیوں لے آئے ہیں" ـــــ خاور نے یکلخت بات کرتے ہوئے کہا۔

"بڑی مشکل سے مانا تھا تمہارا چیف۔ بڑی منتیں کرنی پڑی تھیں" ـــــ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیوں کیا ہم سیکرٹ سروس کے ممبر نہیں ہیں" ـــــ چوہان اور خاور دونوں کے منہ بن گئے۔

"اس لئے تو وہ مان نہ رہا تھا۔ کہتا تھا چوہان اور خاور سیکرٹ سروس کے بڑے اہم ممبر ہیں۔ میں انہیں اس طرح ضائع نہیں کر سکتا۔ لیکن دیکھ لو آخر کار میں نے اُسے منوا ہی لیا" ـــــ عمران نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب ضائع کا کیا مطلب" ـــــ دونوں ہی چونک کر بیک آواز بولے۔

"ضائع کا ایک ہی مطلب ہوتا ہے یعنی چھٹی۔ بس یوں سمجھو تمہاری طویل رخصت آخر کار منظور ہو گئی" ـــــ عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"آپ کا مطلب ہے یہ مشن ایسا ہے جس میں ہماری موت یقینی ہے" ـــــ اس بار چوہان نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ارے یہ بات نہیں۔ یار تم تو خواہ مخواہ اتنی ہولناک باتیں کرنے لگے ہو۔ پردیس میں مجھے ڈر لگنے لگ گیا ہے" ـــــ عمران نے اس طرح سہم کر کہا جیسے بچے کوئی ڈراؤنی کہانی سن کر ڈر جاتے ہیں۔

"تو پھر آپ کا مطلب کیا تھا" ـــــ چوہان نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مطلب ہے کہ تمہاری موت کی وجہ سے یہ مشن مکمل ہو گا" ـــــ

عمران نے بڑے انداز سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ اس کا مطلب ہے آپ ہمیں اپنے ساتھ بطور چارہ لے کر آئے ہیں" ـــــ اس بار چوہان کے لہجے میں کرختگی تھی۔

"چارہ اور تم، ارے کیوں مجھے اپنے چیف سے جوتیاں کھلوانی ہیں، بھائی تم سیکرٹ سروس کے معزز ممبر ہو۔ تمہیں چارہ کون بنا سکتا ہے۔ البتہ یہ دوسری بات ہے کہ مجھ جیسا کڑکے کا آدمی ایک چیک کی خاطر چارے میں تبدیل ہو جاتے" ـــــ عمران نے کہا اور اس بار خاور کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"عمران صاحب۔ ہم اپنے ملک کی خاطر مرنے کے لئے بھی تیار ہیں۔ آپ بے فکر رہیں۔ اور جو آپ کا مشن ہو وہ پورا کریں" ـــــ خاور نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

"اچھا تو پھر اجازت ہے" ـــــ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"بالکل عمران صاحب" ـــــ خاور نے سر ہلاتے ہوئے کہا جبکہ چوہان ہونٹ بھینچے خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

"شکریہ۔ بڑی زوروں کی بھوک لگی ہوئی تھی اور جیب میں پیسہ نہ تھا۔ میں نے سوچا کہ آپ کے کمرے سے فون کر کے منگوا لوں کھانا۔ تم دونوں مل کر بل ادا کر ہی دو گے" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس بار چوہان اور خاور دونوں بے اختیار ہنس پڑے۔

"اوہ تو آپ نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا۔ اوہ ٹھہریئے میں منگواتا ہوں" ـــــ چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا اور ریسیور اٹھا کر اس نے روم سروس والوں کو ایک ڈنر کمرے میں پہنچانے کا آرڈر دیا اور ریسیور رکھ د

"عمران صاحب آپ بات گول کر گئے مشن والی" ـــــ چوہان ن ریسیور رکھتے ہوئے کہا۔

"جب پیٹ میں بھوک سے بل پڑ رہے ہوں تو سارے چوکور اور مستطیل خود بخود گول ہو جاتے ہیں" ـــــ عمران نے کہا اور وہ دونوں ایک بار پھر کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

تھوڑی دیر بعد ویٹر ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر آیا۔ اور اس نے نکا میز پر چن دیا۔

"ذرا پلیٹیں صاف ہو جانے دو پھر تمہیں بھی اخلاقاً آفر کر دوں گا کھانے کی" ـــــ عمران نے کہا اور کھانے پر اس طرح ٹوٹ پڑا جیسے واقعی صدیوں سے بھوکا ہو اور وہ دونوں بے اختیار مسکرا دیئے۔

"الحمدُ للہ اب ہوئی ناں بات۔ ویسے پیٹ جلدی بھر گیا ہے ورنہ میں سوچ رہا تھا کہ تمہارا چارہ میری بھوک بھی مٹا سکے گا یا نہیں" ـــــ عمران نے واش بیسن پر ہاتھ دھو کر واپس آتے ہوئے کہا۔

"تو آپ ہمیں کھانا چاہتے تھے" ـــــ چوہان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہمیں" تو کیا یہ کوئی نئی ڈش ہے۔ واہ اچھا نام ہے" ـــــ عمران نے کہا اور وہ دونوں کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور ویٹر اندر داخل ہوا۔ وہ برتن اٹھانے آیا تھا۔

"یہاں کے لوگ بھی عجیب ہیں۔ سارا ملک صحرا پر مبنی ہے۔ اور ان میں سے کوئی بھی صحرائی لومڑی کو نہیں جانتا" ـــــ عمران نے ویٹر

کے جانے کے بعد منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یہ صحرائی لومڑی کوئی خاص شخصیت ہے" ـــــ خاور نے پوچھا۔

"ہاں۔ جب سے یہاں آتے ہیں۔ میں اس لومڑی کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہا ہوں۔ باریں۔ قہوہ خانوں، ہوٹلوں اور کلبوں میں اسے تلاش کرتا رہا، مگر کوئی جانتا ہی نہیں" ـــــ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یہاں چڑیا گھر نہیں ہے" ـــــ خاور نے اچانک کہا اور عمران کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"بہت خوب، خوبصورت بات کی ہے تم نے۔ سنا تو یہی تھا کہ یہاں چڑیا گھر ہوٹل کے کمرے میں بنایا جاتا ہے۔ لیکن یہاں لومڑی کی بجائے بھینسے رکھے جاتے ہیں شاید" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے چوٹ خاور اور چوہان پر تھی۔ اور اس بار وہ دونوں بھی کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

"صحرائی علاقوں میں بھینسے نہیں ہوتے عمران صاحب" ـــــ چوہان نے کہا۔

"اسی لئے تو چڑیا گھر میں رکھے جاتے ہیں" ـــــ عمران نے جواب دیا اور وہ دونوں ایک بار پھر کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر فون کا رسیور اٹھا لیا۔

"یس ایکسچینج" ـــــ دوسری طرف سے آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

"آپریٹر صاحب یہاں کوئی چڑیا گھر، میرا مطلب ہے۔ زو ہے" ـــــ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"زو ہاں ہے۔ مگر ــــــــ" آپریٹر نے بوکھلاتے ہوئے لہجے میں

جواب دیتے ہوئے کہا۔ شاید اس سے پہلے کسی گاہک نے ایسا سوال نہ کیا تھا اس لئے وہ بوکھلا گیا تھا۔

"اس میں ڈیزرٹ فاکس بھی ہوتی ہے۔ میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ سنا ہے اس کی دم بڑی خوبصورت ہوتی ہے" ـــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ملوا دیتا ہوں" ـــــ دوسری طرف سے آپریٹر نے اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا اور عمران کی آنکھیں حیرت سے پھیلنے لگیں۔ چند لمحوں بعد کلک کی آواز سنائی دی اور پھر ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"یس کاک ٹیل کلب کون صاحب ہیں" ـــــ بولنے والے کا لہجہ بیحد کرخت تھا اور عمران کی آنکھوں بے اختیار اپنے حلقوں میں اس طرح گھومنے لگیں جیسے آنکھوں کی بجائے سرچ لائٹیں ہوں۔

"ڈیزرٹ فاکس سے ملاقات ہو سکتی ہے۔ میرے پاس ان کے ایک دوست کی ٹپ موجود ہے۔ ایکریمیا کے لارڈ ہرکلز" ـــــ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"سوری۔ اس نام کا کوئی آدمی یہاں موجود نہیں ہے" ـــــ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

"عجیب گورکھ دھندہ ہے۔ دم ملتی ہے تو لومڑی نہیں ملتی۔ لومڑی ملتی ہے تو دم غائب ہو جاتی ہے" ـــــ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا لیکن اس سے پہلے کہ اس کا فقرہ ختم ہوتا، ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اور عمران نے چونک کر ٹیلیفون کی طرف دیکھا اور پھر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس" ___ عمران نے کہا۔

"ڈراسن کلب کمرہ نمبر چار ڈی۔ الیف آپ کا منتظر ہے۔ حوالہ وہی ٹپ والا" ___ دوسری طرف سے کسی نے گمبیر لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

"اوہ اس کا مطلب ہے اس بار سالم لومڑی مل گئی دُم سمیت" ___ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہم بھی ساتھ چلیں عمران صاحب۔ صبح سے کمرے میں بیٹھے بیٹھے تھک گئے ہیں" ___ چوہان اور خاور دونوں نے کہا۔

"ہاں آجاؤ۔ ہو سکتا ہے تم نے بھی میری طرح صحرائی لومڑی نہ دیکھی ہو۔ چلو ایک ٹکٹ میں تینوں دیکھ لیں گے" ___ عمران نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور وہ دونوں مُسکراتے ہوئے کرسیوں سے اُٹھے اور عمران کے پیچھے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

"ہونہہ تو یہ لوگ ڈیزرٹ فاکس سے ملنا چاہتے ہیں" ___ ایک چھوٹی سی مشین کے سامنے بیٹھے ہوئے لمبے تڑنگے نوجوان نے ہنکارا بھرتے ہوئے کہا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ٹونی میرے ساتھ آؤ" ___ اس لمبے تڑنگے نوجوان نے ایک طرف کھڑے گینڈے نما جسم رکھنے والے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس میجر" ___ اس گینڈے نما آدمی نے کہا اور پھر اس میجر کے پیچھے چلتا ہوا وہ کمرے سے باہر راہداری میں آگیا۔ چند لمحوں بعد وہ دونوں سیاہ رنگ کی کار میں بیٹھے تیزی سے دائیں طرف جانے والی سڑک پر آگے بڑھے جا رہے تھے۔ کار کا سٹیرنگ اس میجر کے ہاتھ میں تھا، جب کہ ٹونی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ کار مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد ایک تین منزلہ رہائشی پلازہ کے گیٹ میں داخل ہوئی اور ایک طرف بنی ہوئی پارکنگ میں جا کر رُک گئی۔ میجر کے نیچے اُترتے ہی ٹونی

بھی نیچے اُتر آیا۔ اور تھوڑی دیر بعد وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے دوسری منزل کے ایک کمرے کے دروازے پر پہنچ گئے جس پر انتھونی ڈان کے نام کی پلیٹ لگی ہوئی تھی۔ میجر نے ہاتھ اٹھا کر دستک دی۔

"کون ہے" ــــ اندر سے ایک بلغم زدہ آواز سنائی دی۔

"کیا مسٹر اسکارڈ یہیں رہتے ہیں" ــــ میجر نے کہا اور دوسرے لمحے دروازہ کھل گیا۔ دروازے پر ایک بوڑھا کھڑا ہوا تھا۔

"آجاؤ اندر" ــــ بوڑھے نے ان دونوں کو غور سے دیکھ کر ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا اور وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ یہ ایک خاصا صاف ستھرا کمرہ تھا۔ ایک طرف بستر تھا جب کہ اس کے ساتھ چار کرسیاں اور ایک میز موجود تھی۔

"بیٹھو پہلے اپنا تعارف کرا دو" ــــ بوڑھے نے کرسیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"تعارف وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اسکارڈ کا حوالہ ہی کافی ہے" ــــ میجر نے کرسی پر بیٹھے بغیر جواب دیتے ہوئے کہا۔

"او۔ کے بولو کیا چاہتے ہو" ــــ بوڑھے نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ڈیزرٹ فاکس کون ہے۔ مکمل تفصیل بتاؤ" ــــ میجر نے کہا اور ساتھ ہی اس نے جیب سے نوٹوں کی ایک گڈی نکال لی۔

"ڈیزرٹ فاکس یعنی صحرائی لومڑی۔ کیا مطلب میں سمجھا نہیں" ــــ بوڑھے نے چونک کر کہا۔ اس کے لہجے میں ہلکی سی حیرت تھی۔

"اگر نوٹ کم ہیں تو اور بھی مل سکتے ہیں ڈان، لیکن اگر تم ہم سے معلومات چھپانا چاہتے ہو تو پھر میرے ساتھی کی طرف غور سے دیکھ لو۔ یہ انسانی ہڈیاں توڑنے کا ماہر ہے" ــــ میجر نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"تمہیں اسکارڈ کا کوڈ کس نے بتایا ہے" ــــ بوڑھے نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

"جس نے بھی بتایا ہو۔ بہرحال غلط نہیں ہے۔ بولو رقم چاہیے یا......" میجر نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"یہ کتنے نوٹ ہیں" ــــ بوڑھے نے کہا۔

"ایک ہزار ڈالر ہیں" ــــ میجر نے کہا۔

"کافی ہیں۔ لاؤ مجھے دو" ــــ بوڑھے نے کہا اور میجر نے نوٹوں کی گڈی اس کی طرف بڑھا دی۔

"ڈیزرٹ فاکس دارالحکومت کا سب سے بااثر آدمی ہے۔ اس کا اصل نام عثمان جامیری ہے، لیکن اس کا اصل نام کوئی نہیں جانتا اور وہ بے حد خفیہ رہتا ہے۔ اور اس کا اثر یہاں اس قدر ہے کہ چاہے تم لاکھ ڈیزرٹ فاکس پوچھتے رہو کسی نے یہ نہیں کہنا کہ وہ اُسے جانتا ہے۔ اس کے جاننے کے لیے مخصوص کوڈ ہیں جو وہ اکثر تبدیل کرتا رہتا ہے۔ ویسے یہاں آدھے سے زیادہ کلب اس کی ملکیت ہیں۔ کسی زمانے میں وہ صحرائی لومڑیوں کا کاروبار کرتا تھا اور مشہور شکاری تھا۔ پھر نجانے اچانک اس کے پاس اس قدر کثیر دولت کہاں سے آگئی کہ وہ دارالحکومت کا سب سے امیر آدمی بن گیا ہے۔ ویسے وہ کیا دھندہ کرتا ہے آج تک کسی کو بھی اس بات کی خبر نہیں ہو سکی۔ البتہ اتنا معلوم ہے کہ اس کے پاس انتہائی خوفناک لوگوں کا پورا گروہ موجود ہے۔ جو اس کی آنکھ کے ایک اشارے

پہاڑ سے دارالحکومت میں قتلِ عام کر سکتا ہے۔ اور سنو میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں۔ اس لئے مجھے معلوم ہے کہ تمہارے اس گینڈے نما ساتھی کا تشدد برداشت نہ کر سکوں گا۔ اس لئے میں نے تمہیں بتا دیا ہے لیکن اگر ڈیزرٹ فاکس کو یہ معلوم ہو گیا کہ میں نے تمہیں اس کے متعلق کچھ معلومات مہیا کی ہیں تو وہ ہرگز یہ لحاظ نہ کرے گا کہ کبھی میں اس کا ساتھی شکاری رہا ہوں“ ——— بوڑھے نے کہا۔

”کیا وہ بھی تمہاری طرح بوڑھا آدمی ہے“ ——— میجر نے چونک ر پوچھا۔

”نہیں میری اور اس کی عمروں کے درمیان بیس سال کا فرق ہے۔ ں اس وقت ادھیڑ عمر تھا جب کہ وہ نوجوان تھا۔ وہ کمال کا نشانے باز بھی ہے اور صحرا میں جا کر اس کی کوئی خاص صلاحیتیں اُبھر آتی تھیں۔ اُسے میلوں ور سے لومڑی کی خوشبو آ جاتی تھی۔ مجھے تو اس نے بطور ساتھی ساتھ رکھا ہوا ھا“ ——— بوڑھے نے جواب دیا۔

”اگر میں اس سے ملنا چاہوں تو کہاں مل سکتا ہوں۔ فکر نہ کرو تمہارا م درمیان میں نہ آئے گا“ ——— میجر نے نرم لہجے میں کہا۔

”اس کا خاص ٹھکانہ ڈراسن کلب ہے۔ لیکن وہاں کوئی اس کا نام بچانے گا بھی نہیں۔ اگر تم اس سے واقعی ملنا چاہتے ہو تو پھر ایسا کرو کہ مجھے یک ہزار ڈالر اد دو۔ میں تمہیں ایک خاص ٹپ دے دیتا ہوں“ ——— ڑھے نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور میجر نے جیب سے ایک اور گڈی کالی۔

”یہ سن لو اگر تم نے ہمیں دھوکہ دینے کی تو تم پاتال میں بھی نہ چھپ سکو گے“ ——— میجر نے غراتے ہوئے کہا۔

”تم فکر نہ کرو میں جو کچھ کہہ رہا ہوں درست کہہ رہا ہوں۔ سنو، اس کی عورت جس کا نام بلقیس ہے۔ وہ ابابیان کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ میں رہتی ہے۔ ڈیزرٹ فاکس اگر دارالحکومت میں ہو تو بات کو کسی نہ کسی وقت اس کے پاس ضرور جاتا ہے“ ——— بوڑھے نے کہا۔

”شکریہ تم فکر نہ کرو۔ تمہارا نام کبھی سامنے نہ آئے گا اور اب تم بھی ہمارے متعلق سب کچھ بھول جاؤ“ ——— میجر نے کہا اور تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔ ٹونی بھی خاموشی سے اس کے پیچھے چل پڑا۔ اور تھوڑی دیر بعد ان کی کار ایک بار پھر سڑک پر دوڑ رہی تھی۔

”میجر سپر ڈکٹا سے یہ اطلاع تو مل ہی چکی تھی کہ عمران اور اس کے ساتھی اس سے ملنے ڈراسن کلب گئے ہیں۔ ہم سیدھے وہاں نہ چلے جاتے“ ——— ٹونی نے کہا۔

”نہیں۔ چیف کا حکم ہے۔ ان لوگوں کو بالکل شبہ نہیں ہونا چاہیئے۔ میرا مقصد صرف اتنا معلوم کرنا ہے کہ یہ لوگ اس سے کیوں ملنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے سارا دن اُسے ڈھونڈا ہے۔ آخر اس کی کوئی خاص وجہ ہو گی۔ تمہیں اس لئے ساتھ لیا ہے۔ کہ اگر یہ آدمی رقم پہ زبان نہ کھولتا تو پھر اس سے زبردستی کرنی پڑتی۔ اور اب اس ڈیزرٹ فاکس کی زبان بھی تم نے کھلوانی ہے“ ——— میجر نے کہا۔

”ٹھیک ہے میجر، آپ بے فکر رہیں وہ طوطے کی طرح بولے گا“ ——— ٹونی نے فخریہ لہجے میں کہا اور میجر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

پھر تقریباً آدھے گھنٹے تک مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد وہ بایان کالونی میں داخل ہو گئے۔ یہ خاصی بڑی کالونی تھی۔ اس میں بڑی بڑی کوٹھیاں تھیں۔ جو ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر تھیں۔ جلد ہی انہوں نے کوٹھی نمبر بارہ مارک کر لی اور میجر نے کار ایک سائیڈ پر روکی۔ اور نیچے اُتر آیا۔

"ہم نے اس کوٹھی کے اندر گھس کر اس کا انتظار کرنا ہے"۔۔۔۔ میجر نے کہا اور ٹونی نے سر ہلا دیا۔

عمران چوہان اور خاور کے ساتھ ٹیکسی میں بیٹھ کر ڈراسن کلب پہنچ گیا۔ ڈرا کلب وسیع رقبے میں پھیلی ہوئی ایک خوبصورت عمارت تھی۔ درمیان مي ایک بڑا ہال تھا جب کہ دو ر سائیڈوں میں کمرے بنے ہوتے تھے۔ عمرا اندر داخل ہوا۔ اور پھر اس نے ویٹر سے کمرہ نمبر چار کے بارے میں معل کیا۔ کمرہ نمبر چار ایک سائیڈ پر بنا ہوا تھا۔ اس کے سامنے برآمدے مي دو لمبے تڑنگے آدمی کھڑے تھے۔ ان کے چہروں سے ہی محسوس ہو رہا تھا کہ وہ زیر زمین دنیا کے افراد ہیں۔ دونوں کے ہاتھ جیبوں میں تھے اور وہ بڑی کڑی نظروں سے عمران اور اس کے ساتھیوں کو قریب آتا ہوا دیکھ رہے تھے۔

"السلام علیکم یا اخی اوہ سوری یا اخیان، یہی جمع ہوتی ہے ناں اخی کی۔ پلیز ناراض نہ ہوں۔ میری گرائمر شروع سے ہی کمزور ہے۔ میں نے تو بڑی کوشش کی تھی کہ گرائمر کو طاقت کے انجکشن لگواؤں تاکہ ذرا موٹی تازی ہو

جائے لیکن نجانے کس مٹی کی بنی ہوئی ہے۔ کمزوری بڑھتی جارہی ہے" ــــ عمران نے قریب پہنچتے ہی جو بولنا شروع کیا تو بغیر وقفہ دیئے بولتا ہی گیا۔

"وعلیکم السلام اور یہاں سے فوراً دفع ہو جاؤ سمجھے۔ ورنہ" ــــ ان میں سے ایک نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"ورنہ کے بعد خالی جگہ مجھے پُر کرنی پڑے گی۔ اسی لئے تو میں نے پہلے بتا دیا تھا کہ میری گرامر کمزور ہے۔ خالی جگہ پُر کرنے والے سوال یں مجھے نمبر ضرور ملتے تھے لیکن زیرو کیونکہ جہاں لکھنا ہوتا تھا احمق میں ہاں عقل مند لکھ دیتا تھا۔ اور جہاں عقل مندی کی بات ہوتی تھی وہاں میں ماقت لکھ دیتا تھا بالکل تمہاری طرح" ــــ عمران نے اس طرح سر ہلاتے ہوئے جواب دیا جیسے کوئی انتہائی دلچسپ واقعہ سنا رہا ہو۔

"ہوں تو تمہاری موت آگئی ہے" ــــ ان میں سے ایک نے راتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے اس نے بجلی کی سی تیزی سے ہاتھ اہر نکالا۔ اس کے ہاتھ میں بھاری ریوالور تھا۔

"آگئی ہے۔ مبارک ہو۔ بڑی حسرت تھی کہ کوئی آئے لیکن ہر بار گیا کے الفاظ ہی سننے کو ملتے تھے۔ شکر ہے اب آگئی کے الفاظ تو سننے۔ یہاں گھی اور شکر تو ملتے ہوں گے۔ میری طرف سے اپنا منہ بھر لینا۔ ویسے اپنے اس ڈی۔ الیف کو کہہ دو کہ لارڈ ہرکلز ویسے نام سے ہرکولیس کے خاندان کا لگتا ہے لیکن ہے کسی چڑی مار کے خاندان کا۔ یک ایک پسلی اس طرح باہر ابھری ہوئی ہے کہ بچے آسانی سے گنتی یکھ سکتے ہیں" ــــ عمران کی زبان ایک بار پھر پہلے کی طرح چل پڑی۔

"اوہ تو تم آئے ہو" ــــ اس آدمی نے انتہائی حیرت سے آنکھیں پھیلاتے ہوئے عمران کو دیکھا جیسے اُسے یقین نہ آ رہا ہو کہ باس اس مسخرے اور احمق سے ملنے کے لئے اندر بیٹھا ہے۔

"میں آیا نہیں مسٹر چڑی مار بلایا گیا ہوں۔ میرے خیال میں تمہاری گرا مجھ سے زیادہ کمزور ہے۔ ویسے یہ گرامر والی کمزوری کچھ بین الاقوامی لگتی ہے ــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن اس آدمی نے جواب دینے کی بجائے دوسری جیب سے ایک چھوٹا سا آلہ نکالا اور اس کی سائیڈ پر لگا ہوا بٹن دبا دیا۔

"باس تین آدمی ہیں۔ تینوں ایشیائی ہیں۔ ان کا لیڈر انتہائی احمقانہ سی باتیں کر رہا ہے۔ ویسے اس نے حوالے درُست دیئے ہیں" ــــ اس آدمی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"حوالے درُست ہیں تو اندر بھیج دو" ــــ اس آلے سے ایک بھاری گونجدار آواز سنائی دی۔

"یس باس" ــــ اس آدمی نے کہا اور بٹن دبا کر آلہ دوبارہ جیب میں رکھا اور پھر دروازے کی طرف مڑ گیا۔ اس نے دروازے کی دہلیز کے ایک کونے میں مخصوص انداز میں پیر مارا تو دروازہ بے آواز اور خود کار طریقے سے کھُلتا گیا۔

"جاؤ" ــــ اس آدمی نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا اور عمران سر ہلاتا اندر داخل ہو گیا۔ چوہان اور خاور جو اب تک خاموش کھڑے تھے اس کے پیچھے اندر چل دیئے۔ اندر ایک چھوٹی سی راہداری تھی جس میں سُرخ رنگ کا قالین بچھا ہوا تھا۔ راہداری کے اختتام پر ایک دروازہ تھا

جیسے ہی عمران اور اس کے ساتھی اس دروازے کے قریب پہنچے دروازہ خود بخود کھل گیا۔

دروازہ کھولنے والا ایک لمبا تڑنگا نوجوان تھا جو ایک طرف ہٹ گیا۔ اس کے کاندھے سے مشین گن لٹک رہی تھی اور اس نے خاکی رنگ کی یونیفارم پہنی ہوئی تھی۔ دونوں سائیڈوں پر ہولسٹر تھے۔ جن میں بھاری ریوالوروں کے دستے نظر آ رہے تھے اور عمران سر ہلاتا اندر داخل ہوا۔ یہ ایک خاصا کشادہ کمرہ تھا جو ڈرائنگ روم کے انداز میں سجا ہوا تھا۔ فرش پر قیمتی اور دبیز ایرانی قالین بچھا ہوا تھا۔ قیمتی اور شاندار صوفے رکھے ہوئے تھے۔ ایک طرف علیحدہ رکھی ہوئی صوفے کی کرسی پر ایک ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر انتہائی قیمتی سوٹ تھا۔ سر کے بالوں میں کہیں کہیں سے سفیدی جھلک رہی تھی۔ اس کے چہرے پر خاصی درشتی اور سختی تھی۔ پیشانی چوڑی اور آنکھوں میں تیز چمک تھی۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کے اندر داخل ہوتے ہی وہ صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا قد خاصا نکلتا ہوا اور جسم چھریرہ تھا۔

”مجھے ڈیزرٹ فاکس کہتے ہیں۔ اور میں لارڈ ہرکلز کی طرف سے بھیجے ہوئے مہمانوں کو خوش آمدید کہتا ہوں“ ـــــ اس نے مصافحہ کے لئے سب سے آگے موجود عمران کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کی آواز اور چہرے پر کسی قسم کی کوئی جذباتیت نہ تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی روبوٹ بول رہا ہو۔

”شکریہ میرا نام علی عمران ہے۔ اور یہ میرے ساتھی ہیں چوہان اور خاور“ ـــــ عمران نے مصافحہ کرتے ہوئے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا

تعارف کراتے ہوئے کہا اور ڈیزرٹ فاکس نے چوہان اور خاور سے بھی مصافحہ کیا لیکن اس کے انداز میں گرم جوشی کا عنصر قطعاً مفقود تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ مجبوراً کوئی ناپسندیدہ رسم نبھا رہا ہو۔

”تشریف رکھیں اور مجھے بتائیں کہ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں لیکن یہ خیال رکھیں کہ میرا وقت بے حد قیمتی ہے“ ـــــ ڈیزرٹ فاکس نے صوفوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسی طرح غیر جذباتی لہجے میں کہا اور خود بھی دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا۔

”فی منٹ کے حساب سے بتائیں“ ـــــ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”فی منٹ کے حساب سے کیا مطلب“ ـــــ ڈیزرٹ فاکس نے چونک کر پوچھا۔ اس کے پتھریلے چہرے پر پہلی بار حیرت کے تاثرات نمودار ہوئے تھے۔

”فی منٹ سے مطلب ہے ایک منٹ کا جو ریٹ ہو وہ بتا دیں تاکہ میں حساب لگا لوں کہ آپ کا میں کتنا وقت خرید سکتا ہوں۔ لیکن مہمانوں کے لئے خصوصی رعایت ہونی چاہیئے“ ـــــ عمران کا لہجہ اسی طرح سنجیدہ تھا۔

”ہونہہ۔ تو تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔ گڈ شو، آج بڑے عرصے کے بعد میں نے ایسی بات کسی کے منہ سے سنی ہے۔ مجھے اچھی لگ رہی ہے، اس لئے معاف کیا، ورنہ تمہاری لاش کو پھڑکنے کا موقع بھی نہ ملتا“ ـــــ ڈیزرٹ فاکس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”معاف کیجیے، آپ کی گرامر بھی میری طرح کمزور ہے۔ لاش پھڑکا

نہیں کرتی۔ اور جب تک وہ پھڑکتی رہے تب تک اُسے لاش نہیں کہا جاسکتا" ـــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ہونہہ خاصے تیز آدمی ہو۔ لیکن صرف پانچ منٹ اور دے سکتا ہوں۔ اس کے بعد میں نے یہاں سے چلا جانا ہے" ـــــ ڈیزرٹ فاکس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"دیں ـــــ بسم اللہ جو مل جائے وہی غنیمت ہے" عمران نے کہا۔

"کیا مطلب" ـــــ ڈیزرٹ فاکس ایک بار پھر چونک پڑا۔

"پانچ منٹ" ـــــ عمران نے معصوم سے لہجے میں جواب دیا۔ اور ڈیزرٹ فاکس ایک لمحے تک غور سے عمران کو دیکھتا رہا پھر یکلخت مسکرا دیا۔

"تم واقعی دلچسپ آدمی ہو ـــ خوبصورت انداز میں باتیں کرتے ہو۔ او۔کے، اب بولو کیا پینا پسند کرو گے" ـــــ ڈیزرٹ فاکس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کے انداز سے ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اس نے اپنے ذہن پر سے کوئی بوجھ ہٹا دیا ہو۔

"لارڈ ہرکلز نے بھی بڑا اصرار کیا تھا لیکن پھر معذرت کر لی۔ اس لئے تم بھی پہلے سوچ لو۔ ایسا نہ ہو کہ پھر معذرت کرنی پڑے" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ یہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ تم فکر نہ کرو جو پینا چاہو گے مل جائے گا" ـــــ ڈیزرٹ فاکس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اب وہ بڑی دلچسپ نظروں سے عمران کو دیکھ رہا تھا۔

"بزرگ کہتے ہیں غصہ پینا اچھی بات ہوتی ہے۔ اور میرے ساتھ مجبوری یہ ہے کہ میرے سامنے بیٹھ کر کسی کو غصہ ہی نہیں آتا۔ جو وہ مجھے پینے کے لئے دے۔ جس سے ملتا ہوں وہ مسکرانا اور ہنسنا شروع کر دیتا ہے۔ چلو آج تم ہی پلا دو" ـــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تجھے بھی لارڈ ہرکلز کی طرح معذرت ہی کرنی پڑے گی" ـــــ ڈیزرٹ فاکس نے اس بار باقاعدہ ہنستے ہوئے کہا۔ وہ اب پہلے کی نسبت خاصا تبدیل نظر آ رہا تھا۔ اس کے چہرے اور انداز پر چھایا ہوا کرختگی اور سنجیدگی کا خول ٹوٹ گیا تھا۔

"اب کیا کیا جائے لارڈ ہرکلز کی معذرت بھی قبول کرنی پڑ گئی تھی، اس لئے تمہاری کی معذرت بھی قبول، ویسے یہ بتا دوں کہ لارڈ ہرکلز صحرائی لومڑیوں کے شکار میں میرا شاگرد رہا ہے" ـــــ عمران نے کہا اور اس بار ڈیزرٹ فاکس بے اختیار اچھل پڑا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ لارڈ ہرکلز اور تمہارا شاگرد، اس کا شکار میں اتنا تجربہ ہو گا جتنی تمہاری عمر بھی نہ ہو گی۔ سنو مجھے جھوٹ سے شدید نفرت ہے" ـــــ ڈیزرٹ فاکس کا لہجہ ایک بار پھر سخت ہو گیا۔

"تمہیں صرف شدید ہو گی، مجھے شدید ترین ہے۔ اچھا تم بتاؤ کہ مٹیالی دھاریوں والی زرد لومڑی اگر ایک ٹیلے کے پیچھے چھپ جائے تو اُسے تلاش کرنے کا کیا طریقہ ہے" ـــــ عمران نے کہا۔

"مٹیالی دھاریوں والی زرد لومڑی، اوہ نہیں وہ کسی صورت بھی نہیں مل سکتی۔ کیونکہ وہ ریت کے اندر سوراخ کر کے بہت دور تک نکل جاتی ہے اور اس کا انداز ایسا ہوتا ہے کہ اوپر سے ریت میں معمولی سی حرکت

بھی نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ تو جیسے ہی نظر آئے پلک جھپکنے میں اس پر فائر کر دیا جاتا ہے ورنہ وہ دوبارہ نظر نہیں آتی" —— ڈیزرٹ فاکس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اب اس کے چہرے پر انتہائی دلچسپی کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

"تم بھی دس کلو مٹھائی اور بیس گز کی پگڑی منگوا لو۔ تمہارے لئے رعایت ہے کیونکہ تم لارڈ ہرکلز کے شاگرد ہو۔ اور لارڈ ہرکلز میرا شاگرد ہے" —— عمران نے کہا۔

"دس کلو مٹھائی اور بیس گز کی پگڑی کیا مطلب" —— ڈیزرٹ فاکس نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہمارے ہاں شاگرد بنانے کے لئے یہ دونوں چیزیں استاد کی خدمت میں پیش کرنا ضروری ہوتی ہیں" —— عمران نے جواب دیا۔

"دیکھئے مسٹر عمران آپ پلیز ایسی باتیں مجھ سے نہ کریں تو یہ آپ کے حق میں بہتر ہوگا۔ یہ بات درست ہے کہ لارڈ ہرکلز شکار میں میرے استاد رہے ہیں اور میں نے کئی سال تک ان کی شاگردی میں شکار کھیلا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں لارڈ ہرکلز کی بے حد عزت کرتا ہوں اور آپ سے ملاقات بھی صرف لارڈ ہرکلز کا نام درمیان میں آنے سے ہو رہی ہے ورنہ شاید آپ ساری عمر بھی کوشش کرتے تو مجھے ٹریس نہ کر سکتے۔ بہرحال آپ ان باتوں کو رہنے دیجئے اور مجھے بتائیے کہ آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے" —— ڈیزرٹ فاکس یکلخت انتہائی سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"اتنی بھی کنجوسی اچھی نہیں ہوتی۔ چلو میں دس کلو مٹھائی اور بیس گز پگڑی لارڈ ہرکلز سے وصول کر لوں گا۔ بہرحال اتنا بتا دوں کہ جس ٹیلے کے پیچھے یہ لومڑی چھپے اس کے شمال میں پانچ سو گز دور وہ لومڑی دوبارہ ریت سے باہر نکلتی ہے۔ کیونکہ اس لومڑی کی فطرت ہے کہ وہ ہمیشہ ریت میں سفر کرتے وقت شمال کی طرف اپنا منہ رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس لومڑی کو میگنٹ فاکس بھی کہا جاتا ہے کیونکہ مقناطیس کا رخ ہمیشہ شمال کی طرف ہوتا ہے۔ اور لومڑی چاہے کتنی بھی طاقتور ہو۔ اسے پانچ سو گز بعد سانس لینے کے لئے باہر آنا پڑتا ہے۔ اس کے پھیپھڑوں کا حجم قدرتی طور پر اتنا ہی ہوتا ہے کہ اس سے زیادہ ہوا اس کے پھیپھڑوں میں سما ہی نہیں سکتی" —— عمران نے بڑے اطمینان سے بات کرتے ہوئے کہا اور ڈیزرٹ فاکس کی آنکھیں حیرت سے پھٹنے کے قریب ہو گئیں۔

"اوہ اوہ تم درست کہہ رہے ہو۔ بالکل درست کہہ رہے ہو۔ تجربے نے مجھے بہت بعد میں یہ بات سکھائی تھی۔ لیکن کم از کم میں اس کا اس انداز میں سائنسی تجزیہ نہیں کر سکا تھا۔ ویری گڈ۔ اوہ ویری گڈ۔ اب مجھے یقین آ گیا ہے کہ تم قطعی منفرد شخصیت ہو" —— ڈیزرٹ فاکس کے لہجے میں اس بار بے تکلفانہ پن کے ساتھ ساتھ تحسین کے جذبات بھی نمایاں تھے۔

"تمہارا اچھا خاصا نام ہے عثمان جامیری پھر یہ ڈیزرٹ فاکس کیوں رکھ لیا ہے نام۔ لومڑیوں کے شکاری کو خود تو لومڑی نہیں بن جانا چاہئے" —— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ تو تم میرا اصل نام بھی جانتے ہو۔ حالانکہ لارڈ ہرکلز کو بھی میرے اصل نام کا علم نہیں ہے۔ وہ مجھے میری عرفیت جامیری سے جانتے ہیں" —— ڈیزرٹ فاکس کے چہرے پر اب حیرت کے شدید ترین آثار نمایاں ہو گئے تھے۔

"تجھے تو یہ بھی معلوم ہے کہ تمہیں صحرائے صحرا میں شکار کھیلتے ہوئے ایک قدیم اور ریت میں دبے ہوئے کھنڈر سے کافی بڑا خزانہ ملا تھا۔ جس کی مالیت کروڑوں پونڈ کی تھی۔ اور تب سے تم نے شکار کھیلنا چھوڑ دیا ہے۔ اور تب سے تم نے صحرائے صحرا میں مزید خزانوں کی تلاش کے لئے ایک سائنسی خفیہ ہیڈ کوارٹر بنایا ہوا ہے اور تمہارا زیادہ وقت اسی ہیڈ کوارٹر میں ہی گزرتا ہے" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب شاید میں حیرت سے مر جاؤں گا۔ تم کیا چیز ہو تم نے مجھے واقعی پاگل کر دیا ہے" ـــــ عثمان جامیری کی حالت واقعی دیکھنے والی ہو گئی تھی۔

"اب تو میرا خیال ہے تمہیں دس کلو مٹھائی اور بیس گز کی پگڑی پیش کرنے پر کوئی اعتراض نہ ہو گا" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور عثمان جامیری کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"واقعی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن میں تم سے وہ علم سیکھنا چاہتا ہوں۔ جس کی مدد سے تم نے ان باتوں کا کھوج نکالا ہے" ـــــ عثمان جامیری نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور عمران مسکرا دیا۔ دوسرے لمحے اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اور ایک لفافہ نکال کر عثمان جامیری کی طرف بڑھا دیا۔

"لو اسے پڑھ لو۔ تمہیں اس علم کا خود ہی پتہ چل جائے گا" ـــــ عمران نے کہا اور عثمان جامیری نے حیرت بھرے انداز میں لفافہ عمران کے ہاتھوں سے لیا۔ اور پھر اسے کھولنے لگا۔ لفافے میں ایک ٹائپ شدہ کاغذ تھا۔ اس کے چہرے پر تجسس تھا۔ خالی لفافہ اس نے ایک طرف رکھا۔ اور پھر کاغذ کھول کر اسے پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ جیسے جیسے وہ کاغذ پڑھتا جا رہا تھا اس کے چہرے کا رنگ تیزی سے بدلتا جا رہا تھا۔

"ہونہہ تو یہ بات ہے۔ ان یہودی کتوں کی یہ جرأت کہ وہ الگزائر کے صحرا میں مسلمانوں کے خاتمے کے لئے لیبارٹری بنائیں اور اس میں ایسا ہتھیار تیار کریں جس سے مسلمانوں کے مقدس مقامات کو نعوذ باللہ نقصان پہنچے۔ میں ان یہودی کتوں کا خون پی جاؤں گا۔ میں ان کی لاشوں کو بھی دنیا کے لئے عبرت کا نمونہ بنا دوں گا" ـــــ عثمان جامیری کا چہرہ غصے کی شدت سے تمتما اٹھا تھا اور آنکھوں سے غصے اور نفرت کی چنگاریاں سی نکلنے لگی تھیں۔

"یہ یہودی صحرائی لومڑیاں ہیں عثمان جامیری۔ اور ان کا شکار کھیلنے کے لئے مجھے تمہاری ضرورت ہے" ـــــ عمران نے خشک لہجے میں کہا۔

"میں دل و جان سے آپ کے ساتھ ہوں جناب۔ آپ میرے مقدس روحانی باپ کا خط لائے ہیں اور انہوں نے آپ کی جس قدر تعریف کی ہے۔ اس کے بعد مجھ پر یہ فرض ہو گیا ہے کہ میں آپ کی دل و جان سے عزت کروں۔ آج سے آپ مجھے اپنا خادم سمجھیں۔ انتہائی حقیر خادم۔ میرے لئے ہر وہ شخص قابلِ احترام ہے جو یہودیوں کے خلاف کام کرتا ہے۔ اور مقدس روحانی باپ نے لکھا ہے کہ آپ نے پوری دنیا کے یہودیوں کو اس قدر نقصان پہنچایا ہے کہ پوری دنیا کے یہودی آپ کو دشمن نمبر ایک سمجھتے ہیں۔ بہت خوب۔ میں آپ کی عظمت کو سلام کرتا ہوں" ـــــ خط پڑھنے کے بعد تو عثمان جامیری کا رویہ اس قدر بدل گیا تھا کہ وہ پہلے والا ڈیزرٹ فاکس لگ ہی نہ رہا تھا۔ اس کا لہجہ بھی بااخلاق ہو گیا تھا۔

"شکریہ عثمان جامیری۔ تمہارا جذبہ قابلِ قدر ہے۔ لیکن تم یہ خادم وادم

کا چکر رہنے دو۔ مجھے تکلفات سے شدید الجھن ہوتی ہے۔ بس تم مجھے صرف اپنا دوست بنا لو۔ یہی کافی ہے" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ میرے لئے انتہائی عزت کی بات ہے۔ عمران صاحب اب بتائیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں اور میں کیا خدمت کر سکتا ہوں کھل کر بتائیں" ——— عثمان جامیری نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مگر تمہارا وقت تو بہت قیمتی ہے" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں معافی چاہتا ہوں اب مجھے کیا معلوم تھا کہ میں دنیا کی عظیم ترین شخصیت سے مل رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ آئندہ مجھے شرمندہ نہ کریں گے" ——— عثمان جامیری نے قدرے شرمندہ لہجے میں کہا۔

"یہ جگہ بات چیت کے لئے محفوظ ہے" ——— اچانک عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں بالکل۔ ٹھہریئے میں اس محافظ کو باہر بھیج دیتا ہوں" ——— عثمان نے چونک کر کہا اور پھر اس نے ہاتھ کے اشارے سے دروازے کے قریب کھڑے ہوئے نوجوان کو باہر جانے کے لئے کہا اور نوجوان تیزی سے دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔

"کیا یہ محافظ با اعتماد ہے" ——— عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ بات چیت کے دوران اسے پشت پر کھڑے اس نوجوان کا خیال ہی نہ رہا ہو۔

"اوہ اس کی آپ فکر نہ کریں۔ یہ گونگا بھی ہے اور بہرہ بھی" ——— عثمان جامیری نے مسکراتے ہوئے کہا اور عمران کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔

"او۔ کے اب میری بات غور سے سننا۔ میں نے بہت بھاگ دوڑ کر کے یہ معلوم کیا ہے کہ اسرائیل نے صحرا کے اندر کسی جگہ خفیہ لیبارٹری بنائی ہوئی ہے۔ زیر زمین لیبارٹری اور اس کے اندر وہ کسی انتہائی خوفناک ہتھیار کی تیاری میں مصروف ہے۔ انہوں نے پاکیشیا کے ایک سائنس دان کو بھی اغوا کر کے یہاں پہنچا دیا ہے۔ میں اس لیبارٹری کا محل وقوع تلاش کرنا چاہتا ہوں۔ تم چونکہ اس صحرا کے کیڑے ہو۔ اس لئے مجھے تم سے رابطہ قائم کرنا پڑا ہے۔ کیونکہ اگر میں نے اپنے طور پر کوشش کرنا شروع کر دی تو شاید مجھے کئی سال لگ جائیں۔ میرے پاس دو تین پوائنٹس ہیں۔ ان پوائنٹس کی مدد سے میں نے اس مقام کو تلاش کرنا ہے" ——— عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"مجھے بتایئے وہ پوائنٹس" ——— عثمان جامیری نے انتہائی اشتیاق بھرے لہجے میں کہا۔

"ایک پوائنٹ تو یہ ہے کہ بین الاقوامی ادارہ جو کہ ٹڈی دل کے خلاف کام کرتا ہے اس کے اس سیکشن پر جس کا تعلق الگزار کے صحرا سے ہے۔ تمام لوگ یہودی ہیں۔ آج سے چار پانچ سال پہلے بہت بڑے پیمانے پر اس سیکشن میں تبادلے کئے گئے تھے اور میری تحقیقات کے مطابق یہ سب باقاعدہ منصوبے کے تحت ہوا۔ اس کے علاوہ ایسے شواہد بھی ملے ہیں کہ اس سیکشن کے ٹرانسپورٹ ہیلی کاپٹروں کے ذریعے بڑے بڑے کینٹینرز صحرا میں پہنچائے گئے ہیں جن میں قیمتی مشینری بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے یقیناً اس سیکشن کے ذریعے اس لیبارٹری کے لئے مشینری اور سازو سامان پہنچایا گیا

ہے۔ اب یہ ہیلی کاپٹر جہاں زیادہ اترتے رہتے ہیں۔ اس جگہ کے قریب ہی کہیں لیبارٹری ہو گی اور دوسرا پوائنٹ یہ ہے کہ جس جگہ یہ لیبارٹری ہو گی وہاں قریب کوئی نخلستان ضرور ہو گا۔ کیونکہ اس قسم کی لیبارٹریوں میں پانی کا بے تحاشا استعمال ہوتا ہے اور لازماً یہ آبادی یہودی ہو گی کیونکہ یہودی کسی بھی صورت مسلمانوں پر اعتماد نہیں کر سکتے۔ اگر اس آبادی کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہوتی تو لازماً اب تک لیبارٹری اور کچھ نہیں تو کم از کم الگزائر کے حکام کی نظروں میں ضرور آجاتی۔ یہ بھی مجھے معلوم ہے کہ الگزائر کے صحراؤں میں ایسی آبادیاں موجود ہیں جو صدیوں سے مذہباً یہودی ہیں۔ لیکن ہیں وہ مقامی باشندے اور عام لباس یا اطوار سے کوئی بھی نہیں پہچان سکتا کہ یہ یہودی ہے یا مسلمان۔ اس لئے میں تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم اس پورے صحرا کو سب سے زیادہ جانتے ہو۔ تم ان پوائنٹس کی رو سے اگر کوئی ایسا مقام بتا سکتے ہو۔ تو بتا دو۔ اس کے بعد اس لیبارٹری کو تباہ کرنا اور اپنے سائنس دان کو حاصل کرنا میرا کام ہو گا“ —— عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے ذرا مجھے سوچنے دیں“ —— عثمان جامیری نے کہا اور صوفے کی نشست سے سر ٹکا کر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ چند لمحوں بعد اس نے چونک کر آنکھیں کھول لیں۔

”بالکل ایسا ہی ہو گا۔ اوہ واقعی ایسا ہو گا۔ یہ لیبارٹری اگالیا بستی کے قریب ہی ہو گی“ —— عثمان جامیری نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اگالیا بستی کہاں ہے۔ مجھے نقشے میں تو اس نام کی کوئی بستی نظر نہیں آئی“ —— عمران نے چونک کر کہا۔

”یہ ایک چھوٹی سی بستی ہے کیونکہ اس کے دونوں اطراف میں دنیا کے

انتہائی خوفناک طوفانی صحرا پھیلے ہوئے ہیں جنہیں مغربی اور مشرقی صحرا کہا جاتا ہے ان صحراؤں میں ہر وقت خوفناک طوفان چلتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگالیا بستی میں صرف وہی لوگ رہ سکتے ہیں جو انتہائی جفاکش ہوں۔ حالانکہ پورے صحرا میں یہ واحد بستی ہے جہاں پانی کے چار چشمے ہیں۔ انتہائی ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے“ —— عثمان جامیری نے کہا۔

”اوہ۔ یہ پوائنٹ واقعی قابل غور ہے۔ مگر کیا یہی ایک پوائنٹ ہے“ —— عمران نے کہا۔

”نہیں آج سے چار پانچ سال پہلے میں ایک خصوصی مشن پر وہاں سے گزرا تھا اور میں نے وہاں وہ باتیں دیکھی تھیں جنہیں اس وقت تو میں نے نظر انداز کر دیا تھا لیکن اب مجھے ان کا خیال آ رہا ہے۔ ایک تو یہ کہ میں نے دو بڑے بڑے ٹرانسپورٹ ہیلی کاپٹر اس بستی کے قریب کھڑے دیکھے تھے۔ دوسری بات یہ کہ وہاں کا سردار میرا دوست تھا۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ اب یہاں سے ہجرت کر کے کسی اور نخلستان میں جا رہے ہیں کیونکہ ان چاروں چشموں کا پانی اچانک کھارا ہو گیا ہے اور پینے کے قابل نہیں رہا۔ اور وہ چند دنوں میں ہی ہمیشہ کے لئے اگالیا کو چھوڑ دیں گے۔ اور تیسرا اور آخری پوائنٹ یہ ہے کہ اپنے مشن کی تکمیل کے بعد جب میں دوبارہ وہاں سے گزرا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہاں کی پہلی آبادی تو ہجرت کر گئی تھی مگر وہاں باجوتی قافلے پہنچ رہے تھے۔ باجوت اس سے پہلے صحرائے آہجر میں رہتے تھے وہ انتہائی جفاکش لوگ ہیں۔ لیکن ہیں مذہباً یہودی۔ وہ مجھے جانتے تھے اور میں انہیں جانتا تھا۔ چنانچہ جب میں نے ان سے یہاں آنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ ان کے سردار کو خواب میں ایک ایسے نسخے کا علم ہو گیا

جس سے کھارے پانی کو میٹھا بنایا جاسکتا ہے۔ اور چونکہ اگالیا کے چشموں کا پانی کھارا ہو گیا تھا اور اگالیا کے لوگ اسے چھوڑ رہے تھے اس لئے انہوں نے اگالیا والوں سے اپنے نخلستان کا تبادلہ کر لیا ہے۔ اگالیا والے باجوت چلے گئے ہیں جب کہ وہ باجوت سے یہاں آ گئے ہیں۔ کیونکہ یہاں چار چشمے ہیں اور باجوت میں ایک چشمہ۔ بہرحال مجھے چونکہ جلدی تھی اس لئے میں وہاں نہ رکا کہ دیکھ سکوں کہ واقعی انہوں نے کھارے پانی کو میٹھا کر لیا تھا یا نہیں۔ میں چلا آیا اور اس کے بعد میں آج تک تو ادھر نہیں جا سکا لیکن مجھے اس بات کا بہرحال علم ہے کہ باجوتی لوگ اب تک اگالیا میں موجود ہیں۔ اس کا مطلب تو یہی ہو سکتا ہے کہ واقعی انہوں نے کھارے پانی کو میٹھا بنانے کا نسخہ جان لیا ہے ورنہ پانی کے بغیر وہ وہاں ایک دن بھی نہیں رہ سکتے۔ اور اب آپ کے بات کرنے پر مجھے احساس ہو رہا ہے کہ جسے میں عام واقعات سمجھا تھا یہ عام واقعات نہیں ہیں بلکہ ایسا خاص طور پر پلاننگ کے تحت وہاں کیا گیا ہو گا"۔۔۔۔ عثمان جامیری نے کہا۔

"اوہ ویری گڈ عثمان جامیری۔ تم پر میری محنت رائیگاں نہیں گئی تم نے واقعی صحیح تجزیہ کیا ہے۔ یہ لیبارٹری یقیناً اگالیا کے کہیں قریب موجود ہو گی۔ اب تم نقشہ منگواؤ اور مجھے بتاؤ کہ یہ اگالیا کہاں واقع ہے"۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں تیز چمک ابھر آئی تھی۔ اور عثمان جامیری خود اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی واپسی کچھ دیر بعد ہوئی۔ اور اس بار اس کے پیچھے

ایک ملازم ٹرے میں سرخ رنگ کے مشروبات کے گلاس رکھے ہوئے ساتھ آیا تھا۔ اور ایک ایک گلاس عمران۔ جوہان اور خاو نے لیا۔ ایک عثمان جامیری نے خود لے لیا۔ اور ملازم کے جانے کے بعد عثمان جامیری نے نقشہ کھول کر میز پر بچھایا اور سب اس نقشے پر جھک گئے۔

کوٹھی کی دیواریں زیادہ اونچی نہ تھیں اسی لئے میجر مارک اور ٹونی دونوں آسانی سے کوٹھی کی عقبی دیوار پھاند کر پائیں باغ میں چھپ گئے۔ جب انہیں یقین ہو گیا کہ کوٹھی میں کتے وغیرہ نہیں ہیں تو وہ دونوں آہستہ آہستہ عمارت کی عقبی دیوار کی طرف بڑھنے لگے۔ کوٹھی کے سامنے والے حصے میں مختلف افراد کے بولنے اور چلنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ اس لئے انہوں نے عقبی دیوار میں موجود موٹے موٹے پائپوں کے ذریعے اوپر چھت پر پہنچنے کا فیصلہ کیا اور پھر میجر مارک نے ٹونی کو پہلے اوپر جانے کا اشارہ کیا اور خود وہ جیب سے ریوالور نکال کر انتہائی محتاط انداز میں ادھر ادُھر کا جائزہ لینے لگا۔ ٹونی باوجود بھاری جسم رکھنے کے خاصا پھرتیلا آدمی تھا اس لئے وہ کسی بندر کی طرح چند ہی لمحوں میں پائپ پر چڑھ کر چھت پر پہنچ چکا تھا۔ پھر وہ دونوں اس طرف کو بڑھ گئے جہاں ایک کمرہ بنا ہوا تھا اور سیڑھیاں اس کمرے سے نیچے جاتی دکھائی دے رہی تھیں۔ عمارت دو منزلہ تھی۔ اس لئے سیڑھیاں اترتے

ہوئے جب وہ اوپر والی منزل پر پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ اوپر والی منزل میں صرف سامان موجود تھا۔ آدمی کوئی نہ تھا۔

" میرے خیال میں ہمیں رات تک کہیں چھپا رہنے چاہیے۔ کیونکہ ابھی ملازموں کی کافی تعداد نیچے موجود ہے اور نجانے وہ ڈیڈرٹ فاکس کس وقت آ جائے"۔۔۔۔ میجر مارک نے کہا اور ٹونی نے سر ہلا دیا اور پھر وہ دونوں ایک ایسے کمرے میں چھپ کر بیٹھ گئے جہاں سے کوٹھی کا پھاٹک اور وسیع لان کو آسانی سے دیکھا جا سکتا تھا۔ نیچے لان میں چار پانچ آدمی آتے جاتے دکھائی دیئے لیکن پھر جیسے جیسے رات گزرتی گئی۔ کوٹھی میں بھی خاموشی طاری ہوتی گئی۔ وہ دونوں اس کمرے میں بیٹھے بیٹھے بری طرح تھک گئے لیکن اس دوران نہ ہی کوئی اندر آیا اور نہ باہر گیا اور نہ ہی باہر لان میں کسی عورت کی شکل نظر آئی۔

"کہیں اس بوڑھے نے ہمیں بیوقوف تو نہیں بنایا"۔۔۔۔ میجر مارک نے سرگوشی کے انداز میں ٹونی سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کے چہرے پر اس وقت شدید ترین اکتاہٹ کے آثار نظر آ رہے تھے۔

" ہو سکتا ہے باس اس نے سوچا ہو کہ فی الحال انہیں ٹال دو بعد میں دیکھا جائے گا"۔۔۔۔ ٹونی نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ مگر پھر اس سے پہلے کہ میجر کچھ کہتا، پھاٹک کے باہر سے ہارن کی مخصوص آواز تین بار سنائی دی اور وہ دونوں چونک پڑے۔ پھر انہوں نے ایک لمبے تڑنگے آدمی کو دوڑ کر پھاٹک کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ اس کے کاندھے سے مشین گن لٹک رہی تھی۔ اس نے جا کر پہلے پھاٹک کی چھوٹی کھڑکی کھولی اور باہر نکل گیا۔ چند لمحوں بعد وہ واپس آیا اور اس نے پھاٹک کھول دیا۔ دوسرے لمحے سیاہ رنگ کی ایک لمبی سی کار جس کے شیشے کلرڈ تھے اندر داخل ہوئی اور

سیدھی آگے پورچ کی طرف بڑھ کر ان کی نظروں سے غائب ہو گئی۔ اس مشین گن بردار نے پھاٹک بند کیا اور وہ بھی واپس عمارت کی طرف بڑھتا ہوا ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

"یہ لازماً وہی ڈیزرٹ فاکس ہے" ـــــ میجر مارک نے کہا اور پھر اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک چھوٹا سا پستول باہر نکال لیا۔ جس کی نال چپٹی سی تھی۔

"اب مزید انتظار مجھ سے نہیں ہو سکتا" ـــــ میجر مارک نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے شیشے کی کھڑکی کا پٹ کھول کر ہاتھ کو باہر نکالا۔ اور ہاتھ میں موجود اس چپٹی نال والے پستول کا رُخ اندر کی طرف کر کے اس نے ٹریگر دبا دیا۔ ہلکی سی چٹ کی آواز ابھری اور میجر مارک نے پستول واپس اپنی اندرونی جیب میں رکھ لیا اور ہاتھ میں بندھی ہوئی گھڑی کے ڈائل پر اس کی نظریں جم گئیں۔ پورے تین منٹ بعد وہ ایک جھٹکے سے کھڑا ہو گیا۔

"آؤ ٹونی اب نیچے موجود ہر شخص بے ہوش ہو چکا ہو گا" ـــــ میجر مارک نے کہا اور ٹونی بھی سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ البتہ احتیاطاً ان دونوں نے جیب سے سائلنسر لگے ریوالور نکال لئے تھے۔ سیڑھیاں اتر کر وہ جب نیچے پہنچے تو دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اور سامنے برآمدے میں ہی دو آدمی ٹیڑھے میڑھے انداز میں گٹھڑی بنے پڑے تھے۔ ان کے کاندھوں سے لٹکی ہوئی مشین گنیں ان کے جسموں کے نیچے دبی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔

"گیس کا اثر باقی نہ ہو" ـــــ ٹونی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"نہیں اس کا اثر تین منٹ تک رہتا ہے۔ اس لئے مجھے اور بھی تین منٹ گزارنے پڑے" ـــــ میجر مارک نے کہا اور برآمدے میں چلتا ہوا وہ درمیانی راہداری میں آ گیا جس میں تین کمروں کے دروازے موجود تھے۔ ان میں سے ایک دروازہ کھلا ہوا تھا اور اس میں سے روشنی نکل کر راہداری میں پڑ رہی تھی۔ وہ دونوں آگے بڑھے اور میجر مارک کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی کیونکہ اس خوبصورت انداز میں سجے ہوئے کمرے کے ایک صوفے پر قدرے نکلتے ہوئے قد لیکن چھریرے سے جسم والا ادھیڑ عمر آدمی پہلو کے بل پڑا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر انتہائی قیمتی سوٹ تھا جبکہ اس کے ساتھ ہی فرش پر ایک خوبصورت عورت جس کے جسم پر بھی قیمتی لباس تھا بے ہوش پڑی تھی اور اس کے سامنے فرش پر ایک گلاس لوٹا پڑا تھا جب کہ صوفے کی سائیڈ پر موجود تپائی پر ایک بوتل پڑی ہوئی تھی جس میں سنہرے رنگ کا محلول آدھے سے زیادہ بھرا ہوا تھا۔ بوتل کا ڈھکن ہٹا ہوا تھا۔

"ٹونی جاؤ اور اس کوٹھی میں جتنے افراد بھی پڑے ہوں ان سب کو گولیوں سے اڑا دو اور کہیں سے کوئی رسی بھی اٹھا لانا" ـــــ میجر مارک نے کہا اور ٹونی سر ہلاتا ہوا واپس دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ میجر مارک گھوم کر بڑی غائرانہ نظروں سے کمرے میں موجود سامان کا جائزہ لینے میں مصروف ہو گیا۔ پھر تقریباً پندرہ منٹ بعد ٹونی واپس آیا۔

"چھ مرد اور دو ملازمہ نما عورتیں تھیں انہیں ختم کر آیا ہوں" ـــــ ٹونی نے کہا۔ اس بار اس کے کاندھے سے بھی مشین گن لٹک رہی تھی۔ اور ہاتھ میں نائلون کی رسی کا ایک بنڈل موجود تھا۔

"ٹھیک ہے۔ اب ان دونوں کے ہاتھ عقب پر کر کے باندھ دو اور

پر بھی۔ پھر ان دونوں کو اٹھا کر صوفے پر بٹھا دو“ ——— میجر مارک نے سامنے والے صوفے پر اطمینان سے بیٹھتے ہوئے کہا اور ٹونی اس کے حکم کی تعمیل میں مصروف ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں مرد اور عورت بندھے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے لیکن ان کی گردنیں لٹکی ہوئی تھیں۔

”تم باہر جا کر پہرہ دو ہو سکتا ہے کوئی اچانک آجائے انہیں آدھے گھنٹے بعد خود بخود ہوش آجائے گا“ ——— میجر مارک نے کہا۔ اور ٹونی سر ہلاتا ہوا باہر چلا گیا۔ میجر مارک صوفے سے اٹھا اور پھر اس نے اس ادھیڑ عمر آدمی کے لباس کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ چند لمحوں بعد اس نے جیبوں سے نکلنے والا سامان سائیڈ پر موجود میز پہ رکھ دیا۔ اس میں ایک ریوالور۔ ایک کی رنگ۔ ایک بٹوہ اور ایک کاغذ کی لمبی سی پٹی موجود تھی جسے چار بار تہہ کیا گیا تھا۔ میجر مارک نے بٹوہ کھولا تو اس میں بڑے بڑے نوٹوں کی ایک گڈی موجود تھی اس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ پھر اس نے کاغذ کی وہ پٹی کھولی اور دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔ اس پٹی پر نمبر وار آئٹم درج تھے جن میں سب سے پہلے ایک خصوصی ساخت کے ہیلی کاپٹر کا نام لکھا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ شارٹ رینج اور لانگ رینج کے ٹرانسمیٹر۔ جدید بموں اور دوسرے اسلحے سے یہ فہرست بھری ہوئی تھی۔ میجر مارک نے فہرست دیکھی اور پھر اسے جیب میں ڈال لیا۔ اس کے بعد اس نے اس ادھیڑ عمر کی کلائی پہ بندھی ہوئی گھڑی اتاری اور اسے غور سے دیکھنے لگا۔ پھر اس کے لبوں پر مسکراہٹ رینگ اٹھی۔ کیونکہ گھڑی میں ٹرانسمیٹر موجود تھا۔ اس نے گھڑی بھی میز پہ رکھ دی۔

”تو یہ ہے وہ ڈزرٹ فاکس جس سے ملنے کے لئے عمران بے چین تھا“ ——— میجر مارک نے غور سے اس ادھیڑ عمر آدمی کی شکل دیکھتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے وہ چونک پڑا کیونکہ اس آدمی کے جسم میں اسے حرکت کا احساس ہوا تھا۔ وہ خاموش بیٹھا اسے دیکھتا رہا۔ چند لمحوں بعد اس ادھیڑ عمر کی آنکھیں ایک جھٹکے سے کھل گئیں۔ اسی لمحے اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی عورت کے جسم میں بھی حرکت نمودار ہونے لگی۔ ادھیڑ عمر آنکھیں کھول کر چند لمحے تو خالی خالی نظروں سے سامنے بیٹھے ہوئے میجر مارک کو دیکھتا رہا پھر آہستہ آہستہ اس کی آنکھوں میں شعور کی چمک ابھر آئی اور وہ چونک کر سیدھا ہو گیا۔ اسی لمحے وہ عورت بھی کراہتی ہوئی ہوش میں آگئی ادھیڑ عمر نے پوری طرح ہوش میں آتے ہی اٹھنے کی کوشش کی لیکن پھر وہ ایک جھٹکے سے دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ اسی لمحے عورت کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکلی اور وہ اٹھنے کی کوشش کرتی ہوئی پہلو کے بل گر پڑی۔ ادھیڑ عمر کے چہرے پر یکلخت سختی اور درشتی ابھر آئی۔

”کون ہو تم“ ——— ادھیڑ عمر نے غراتے ہوئے کہا۔

”میرا نام مارک ہے۔ مسٹر عثمان جاہیری عرف ڈیزرٹ فاکس“ ——— میجر مارک نے انتہائی مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا کہہ رہے ہو کون ڈیزرٹ فاکس اور کون عثمان جاہیری“ ——— اس ادھیڑ عمر نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اس طرح اپنے آپ کو چھپانے سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا اور یہ بھی سن لو کہ یہاں موجود تمہارے تمام ساتھی ختم ہو چکے ہیں اور باہر اب میرے آدمی پہرہ دے رہے ہیں۔ اور یہ بھی سن لو کہ مجھے تم سے نہ کوئی دشمنی

ہے اور نہ کوئی دلچسپی۔ صرف اتنا بتا دو کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے تین افراد جن میں سے ایک کا نام علی عمران، دوسرے کا چوہان اور تیسرے کا خاور ہے۔ تم سے ملنے گئے تھے۔ وہ تم سے کیا چاہتے تھے" ــــــ میجر مارک نے انتہائی مطمئن لہجے میں کہا۔

"یہ یہ کون ہیں" ــــــ اسی لمحے عورت نے انتہائی خوفزدہ لہجے میں کہا۔ وہ اس بار اٹھ کر بیٹھ جانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

تمہاری بہتری اسی میں ہے خاتون کہ تم خاموش بیٹھی رہو ورنہ مجبوراً مجھے ایک گولی تم پر بھی ضائع کرنی پڑے گی اور میں نہیں چاہتا کہ عثمان جامیری کی گرل فرینڈ اس کے سامنے قتل کر دی جائے" ــــــ میجر مارک نے اس بار قدرے تلخ لہجے میں اس عورت سے مخاطب ہو کر کہا اور عورت بے اختیار سہم گئی۔

"بلقیس میری بیوی ہے۔ گرل فرینڈ نہیں ہے۔ اور بلقیس تم مت بولو میں خود ہی بات کر لوں گا" ــــــ عثمان جامیری نے کہا اور بلقیس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تمہیں کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے مسٹر مارک میرا کسی پاکیشیائی سے کوئی تعلق نہیں ہے" ــــــ عثمان جامیری نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم ہے کہ اس عمران نے ہوٹل سے فون کیا اور پھر کافی کوڈ ورڈز کے تبادلے کے بعد تمہاری طرف سے پیغام دیا گیا کہ تم اس سے ندا سن کلب کے کمرہ نمبر چار میں ملنے کے لئے منتظر ہو اور حوالہ کسی لارڈ ہرکلز کا دیا گیا تھا۔ اس کے بعد وہ ہوٹل ڈراسن گئے اور تم سے ان ل ملاقات ہوئی۔ اس کے باوجود اگر تم میری باتوں سے انکار کرنا چاہو تو

بے شک کر لو لیکن یہ یاد رکھنا کہ میں نے بہر حال یہ باتیں معلوم کر کے ہی یہاں سے جانا ہے۔ اب اس کے لئے چاہے تمہاری نظروں کے سامنے تمہاری اس خوبصورت بیوی کی عزت پامال ہو جائے یا تمہارے اپنے جسم کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں یا تمہارے جسم کا ایک ایک ریشہ الگ ہو جائے۔ ان سب باتوں کا انحصار تم پر ہے" ــــــ میجر مارک نے انتہائی ٹھنڈے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے میں بتا دیتا ہوں۔ وہ مجھ سے ملے تھے اور انہوں نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا میں صحرا میں کوئی ایسی جگہ جانتا ہوں جہاں کوئی خفیہ لیبارٹری قائم کی گئی ہو۔ لارڈ ہرکلز شکار میں میرا استاد رہا ہے۔ وہ اس کی سفارش لے آئے تھے لیکن مجھے تو خود صحرا میں گئے طویل عرصہ ہو گیا ہے۔ اس لئے مجھے ان لیبارٹریوں وغیرہ کے متعلق کیا علم ہو سکتا ہے۔ اس لئے میں نے انہیں یہی جواب دیا کہ مجھے علم نہیں ہے اور وہ واپس چلے گئے" ــــــ عثمان جامیری نے تیز تیز لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"عثمان جامیری صاحب۔ تم شاید مجھے احمق سا آدمی سمجھ رہے ہو۔ اس لئے پہلے تو یہ خیال ذہن سے نکال دو۔ میں احمق نہیں ہوں اور نہ ہی احمق بننے کے لئے تیار ہوں۔ میں نے تمہاری جیب میں موجود وہ فہرست دیکھ لی ہے جس میں گن شپ ہیلی کاپٹر، اسلحہ اور ٹرانسمیٹر وغیرہ لکھے ہوئے ہیں۔ اس لئے صاف صاف بتا دو کہ کیا بات چیت ہوئی اور کیا پلاننگ کی گئی۔ مجھے تم سے یا اس عمران اور اس کے ساتھیوں سے کوئی مطلب نہیں ہے کہ تم لوگ کیا کرتے ہو اور کیا کرنا چاہتے ہو۔ میں نے تو بس یہ معلومات اپنی پارٹی کو مہیا کرنی ہیں اور میرا مسئلہ ختم ہو جائے گا۔ میں یہاں

سے چلا جاؤں گا۔ لیکن اگر تم نے عقل مند بننے کی کوشش کی تو پھر اس کے تمام تر نتائج کی ذمہ داری تم پر ہو گی" ___ میجر مارک نے تیز لہجے میں کہا۔

"وہ فہرست ایک اور پارٹی کی ہے۔ بہرحال جو کچھ صحیح تھا وہ میں نے تمہیں بتا دیا ہے" ___ عثمان جامیری نے کرخت لہجے میں کہا۔

"او کے تمہاری مرضی۔ میں اب کیا کر سکتا ہوں" ___ میجر مارک نے منہ بناتے ہوئے کہا اور ایک جھٹکے سے کھڑا ہو گیا اور پھر وہ مڑ کر تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"ٹونی اِدھر آؤ" ___ اس نے دروازے میں رک کر اونچی آواز میں کہا اور پھر واپس آ کر دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ دوسرے لمحے ٹونی اندر داخل ہوا۔

"ٹونی ان محترمہ کو اٹھا کر فرش پر ڈالو۔ ان کا لباس اتار دو۔ اور اس کے بعد تیار ہو جاؤ جیسے ہی میں اشارہ کروں تم نے ان محترمہ کی عزت سے کھیلنا شروع کر دینا ہے۔ سمجھے" ___ میجر مارک نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"یس باس" ___ ٹونی نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے آگے بڑھ کر بلقیس پر اس طرح جھپٹا جیسے عقاب کسی چڑیا پر جھپٹتا ہے۔ بلقیس کے حلق سے بے اختیار چیخیں نکلنے لگیں لیکن ٹونی نے بڑی بے دردی سے اُسے فرش پر پھینکا اور پھر اس کا لباس پھاڑنے کے لئے جھکا ہی تھا کہ یکلخت عثمان جامیری صوفے سے اچھلا اور انتہائی حیرت انگیز انداز میں اس کی دونوں بندھی ہوئی ٹانگیں پوری قوت سے جھکے ہوئے ٹونی کے منہ پر پڑیں اور ٹونی چیختا ہوا پشت کے بل پیچھے جا گرا جب کہ عثمان جامیری کولہوں کے بل نیچے فرش پر ایک دھماکے سے گرا ہی تھا کہ میجر مارک کی لات پوری قوت سے اس کی کنپٹی پر پڑی۔ اور عثمان جامیری کا جسم سویپ کرتے ہوئے تیزی سے گھوما اور اس بار اس کی دونوں بندھی ہوئی ٹانگیں میجر مارک کی ٹانگوں سے ٹکرائیں اور میجر مارک بھی چیختا ہوا منہ کے بل اس کے جسم پر آ گرا۔ عثمان جامیری نے بجلی کی سی تیزی سے کروٹ بدلی اور دوسرے لمحے اس نے پوری قوت سے نیچے اچھلنے والے میجر مارک کی ناک پر سر کی ٹکر ماردی اور میجر مارک کے حلق سے بھیانک چیخ نکلی اور اس کا جسم پارے کی طرح تڑپا اور دوسرے لمحے اس کے جسم کے اوپر موجود عثمان جامیری ہوا میں اڑتا ہوا پیچھے موجود صوفے کی کرسی پر گرا۔ اور پھر ایک دھماکے سے صوفے سمیت نیچے فر پر گرا۔ اور میجر مارک اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی ناک سے خون نکل رہا اور چہرہ غصے اور تکلیف کی شدت سے مسخ ہو چکا تھا ادھر ٹونی بلقیس لباس پھاڑنے کی شدید جدوجہد میں مصروف تھا لیکن بلقیس کا بندھا ہوا اس طرح اُلٹ پُلٹ ہو رہا تھا جیسے پانی سے نکلی ہوئی مچھلی تڑپتی ہے اور ٹونی کے لئے اس کو قابو میں کرنا ایک مسئلہ بنا ہوا تھا۔ یوں لگ ا تھا جیسے کوئی پارے کو ہاتھ میں پکڑنے کی کوشش کر رہا ہو۔

میجر مارک نے کھڑے ہوتے ہی جیب سے ریوالور نکالا اور گھوم کر اس نے فرش پر پارے کی طرح تڑپتی ہوئی بلقیس پر فائر کرنا ہی چاہا تھا کہ یکلخت صوفے کی کُرسی بجلی کی سی تیزی سے ہوا میں اڑتی ہوئی میجر مارک کے جسم سے ٹکرائی اور میجر مارک چیختا ہوا پہلے فرش پر گرا۔ اور صوفہ اس سے ٹکرا کر دور تک لڑھکتا چلا گیا۔ یہ حالت دیکھتے ہی ٹونی بلقیس کو چھوڑ کر پاگلوں کے سے انداز میں دوڑتا ہوا ایک جھٹکے سے کھڑے ہوتے

ہوئے عثمان جامیری کی طرف بڑھا۔ غصے کی شدت سے ٹونی کا چہرہ انتہائی بھیانک ہو رہا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اچھل کر عثمان جامیری پر حملہ کرتا، عثمان جامیری کا بندھا ہوا جسم یکلخت فضا میں کسی پرندے کی طرح اچھلا اور بھاری بھر کم ٹونی ایک بار پھر چیختا ہوا پیچھے گرا۔ اور اس کا سر اس بار پوری قوت سے صوفے کے ساتھ موجود تپائی کے کونے سے ٹکرایا اور کمرہ ٹونی کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔ ٹونی کے سر سے خون فوارے طرح نکلنے لگا۔ اس نے تڑپ کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن اسی لمحے عثمان میری کا جسم کولہوں کے بل زمین سے ٹکرایا اور دوسرے لمحے اس کا جسم کل اس طرح دوبارہ فضا میں اچھلا جیسے کوئی سپرنگ اچانک دباؤ ہٹنے ے کھلتا ہے اور پلک جھپکنے میں ہی اس کا جسم فضا میں ہی گھوما اور پھر فرش سے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے ٹونی کے جسم پر ایک دھماکے ے جاگرا۔ اس کے دونوں مڑے ہوئے گھٹنے ٹونی کے سینے پر پوری قوت ے لگے تھے اور اس کا اوپر والا جسم اس کے سر کے اوپر سے ہوتا ہوا ش سے جا ٹکرایا تھا۔ ٹونی کے حلق سے پہلے سے بھی زیادہ زوردار چیخ لی اور دوسرے لمحے اس کا تڑپتا ہوا جسم یکلخت ساکت ہو گیا۔ ٹونی سر کے عقبی حصے سے فوارے کی طرح نکلنے والے خون کے ساتھ ساتھ اس کی ناک اور منہ سے بھی خون فوارے کی طرح نکلنے لگا تھا۔ اس طرح نے کے بعد عثمان جامیری کے جسم نے تیزی سے کروٹ بدلی اور پھر نے ایک بار پھر جھٹکے سے کھڑے ہونے کی کوشش کی۔ بندھے ہوئے کی وجہ سے اس کے لئے اٹھنا اور توازن قائم رکھنا بے حد مشکل تھا لیکن ن جامیری پہلی ہی کوشش میں یکلخت اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کا چہرہ بیا

جسم ایک لمحے کے لئے لہرایا مگر دوسرے لمحے وہ اپنے قدم مضبوطی سے جما چکا تھا۔ میجر مارک فرش پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ صوفے کی لکڑی کی زوردار ضرب اس کی پیشانی پر پڑی تھی۔ وہ اس اچانک اور زوردار ضرب سے بیہوش ہو گیا تھا۔ ادھر بلقیس فرش پر پڑی اب بری طرح ہانپ رہی تھی۔ اس کے چہرے کا رنگ پکے ہوئے ٹماٹر کی طرح گہرا سرخ ہو رہا تھا۔

”جلدی کرو بلقیس۔ میری کلائیوں کی رسیاں اپنے دانتوں سے کھول دو“ عثمان نے ماحول کا جائزہ لیتے ہی کہا۔ اور مینڈک کی طرح اچھل اچھل کر وہ بلقیس کے قریب گیا اور دوسرے لمحے اس کے گھٹنے آگے کی طرف فرش سے ٹکرائے اور پھر وہ پہلو کے بل زمین پر گر بیٹھا۔ اس کے عقبی طرف بندھے ہوئے ہاتھوں کا رخ بلقیس کے چہرے کی طرف تھا۔ بلقیس تیزی سے آگے کی طرف کھسکی اور پھر اس نے دانتوں سے عثمان جامیری کی کلائیوں پر بندھی ہوئی رسی کی گانٹھ کھولنے کی کوشش شروع کر دی۔ لیکن گانٹھ اس انداز میں باندھی گئی تھی کہ باوجود کوشش کے وہ کسی طرح کھل ہی نہ رہی تھی۔

”کاٹ دو دانتوں سے اسے جلدی کرو اب اگر یہ مارک یا ٹونی ہوش میں آ گئے تو وہ ہمیں ایک لمحے میں گولیوں سے اڑا دیں گے“ —— عثمان جامیری نے چیختے ہوئے کہا اور بلقیس نے عثمان کی ایک کلائی پر موجود رسی پر دانت گاڑ دیئے۔ رسی کلائی کے گوشت میں پھنسی ہوئی تھی اس لئے ظاہر ہے اس کے دانت پہلے کلائی کے گوشت میں ہی گھسے اور عثمان جامیری کے حلق سے ہلکی سی سسکاری سی نکلی لیکن بلقیس کو چونکہ موجودہ صورت حال

کا علم تھا اس لئے اس نے دانت نہ ہٹائے اور پھر اس کے دانت کلائی کے گوشت کو کاٹتے ہوئے رسی پر جم گئے اور بلقیس نے دانتوں سے اس رسی کو کاٹنا شروع کر دیا۔ اس کے جبڑے اس طرح ہل رہے تھے جیسے وہ دانت پیس رہی ہو۔ رسی خاصی مضبوط تھی۔ اس لئے وہ کسی طرح بھی کٹنے میں نہ آ رہی تھی۔ البتہ اس کے دانتوں میں تھرتھراہٹ سی پیدا ہونے لگ گئی تھی لیکن وہ مسلسل اپنے کام میں مصروف رہی اور پھر کچھ دیر مسلسل دانت رگڑنے کی وجہ سے کچھ ریشے کٹ گئے لیکن سالم رسی نہ کٹی۔

"ہٹ جاؤ اب میں اسے توڑ لوں گا" ——— عثمان جامیری نے کہا اور بلقیس نے اپنا منہ پیچھے ہٹا لیا۔

عثمان جامیری نے بازوؤں کو زور زور سے جھٹکے دینے شروع کر دیئے اور تیسرے یا چوتھے جھٹکے کے بعد رسی ٹوٹ گئی اور اس کے ہاتھ آزاد ہو گئے۔ اب رسی اس کی ایک کلائی سے لٹک رہی تھی۔ عثمان جامیری بجلی کی سی تیزی سے اٹھ کر بیٹھا اور پھر اس نے جلدی سے پیروں میں بندھی ہوئی رسی کھول کر ایک طرف پھینکی۔ اس کی کلائی سے خون نکل رہا تھا لیکن اس نے ایک لمحے کے لئے بھی اس خون کی طرف نہ دیکھا بلکہ جلدی سے دوسری کلائی پر بندھی ہوئی رسی کھولنا شروع کر دی اور چند لمحوں میں ہی وہ مکمل طور پر رسیوں کی گرفت سے آزاد ہو چکا تھا۔ اس کے بعد وہ کھلی اور کٹی ہوئی رسیاں اٹھائے ٹونی کی طرف دوڑ پڑا لیکن دوسرے لمحے وہ ٹھٹھک کر رکا اور پھر مڑ کر تیزی سے فرش پر ساکت پڑے ہوئے مارک کی طرف بڑھا۔ اس نے مارک کو پلٹ کر اوندھا کیا اور پھر اس کے دونوں ہاتھ اس کی پشت پر کر کے اس نے بجلی کی سی تیزی سے اس کی کلائیاں باندھ دیں۔ پھر اس نے اسے سیدھا کیا اور اس کی دونوں پنڈلیاں بھی باندھ دیں۔ اس کے سُتے ہوئے چہرے پر پہلی بار اطمینان کے آثار نمایاں ہوئے اور وہ مڑ کر فرش پر پڑی ہوئی بلقیس کی طرف بڑھ گیا۔

"تت تت تم زخمی ہو خون نکل رہا ہے کلائی سے" ——— بلقیس نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

"آج مجھے پتہ چلا ہے کہ تم دن میں دو بار دانت کیوں صاف کرتی ہو۔ اب تو مجھے تمہارے دانتوں سے ڈر لگنے لگ گیا ہے" ——— عثمان جامیری نے مسکراتے ہوئے کہا اور بلقیس کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ عثمان جامیری نے چند ہی لمحوں میں اس کی کلائی اور پنڈلی پر بندھی ہوئی رسیاں کھول دیں۔

"ٹھہرو میں پہلے تمہاری کلائی پر ڈریسنگ کر دوں" ——— بلقیس نے فرش سے اٹھتے ہی کہا اور پھر وہ دوڑتی ہوئی ایک کونے میں موجود الماری کی طرف بڑھ گئی جب کہ عثمان جامیری واپس پلٹا اور اس نے فرش پر بندھے ہوئے مارک کو جھک کر اٹھایا اور اسے لا کر ایک صوفے کے کونے میں اس طرح بٹھا دیا کہ اس کا ڈھیلا جسم کونے سے ٹک گیا۔

"دکھاؤ کلائی" ——— بلقیس نے قریب آ کر کہا اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا فرسٹ ایڈ باکس موجود تھا۔

"خود ہی کاٹتی ہو اور خود ہی بینڈیج بھی کرتی ہو" ——— عثمان جامیری نے مسکراتے ہوئے کلائی بلقیس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"آپ کو نہ کاٹوں تو پھر کسے کاٹوں" ——— بلقیس نے جواب دیا اور عثمان جامیری کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"تم نے جس طرح ان حرام زادوں کے ناپاک ارادوں سے بچنے کی جدوجہد کی ہے اس سے میرا سر فخر سے بلند ہو گیا ہے" ——— عثمان جامیری نے ایک لمحہ خاموش رہ کر جذباتی انداز میں کہا۔

"مجھے تو اب تک یہ شرمندگی مارے ڈال رہی ہے کہ اس کے ناپاک ہاتھ میرے جسم سے کیوں چھوئے۔ مجھے اب تک یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے کوئی غلیظ سے کیڑے میرے جسم پر رینگتے پھر رہے ہوں" ——— بلقیس نے بیند میچ کرتے ہوئے انتہائی شرمندہ سے لہجے میں کہا اور عثمان جامیری کا چہرہ فرطِ جذبات سے سُرخ پڑ گیا۔ گو اُسے معلوم تھا کہ اس کی بیوی انتہائی باکردار اور باحیا عورت ہے لیکن اس کا ذہن اس قدر پاکیزہ ہو سکتا ہے اس کا تو تصور بھی اس کے ذہن میں نہ تھا۔

"بلقیس تم اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت ہو جو اس نے مجھ جیسے گناہ گار کو نجانے کس نیکی کے صلے میں عطا کر دی ہے۔ میں اپنے اللہ کا بے حد شکر گزار ہوں" عثمان جامیری نے کلائی ہٹاتے ہوئے جذبات سے پُر لہجے میں کہا اور بلقیس کا چہرہ بھی بے اختیار شفق رنگ ہو گیا۔

"شکر تو مجھے ادا کرنا چاہیے عثمان کہ تم میری عزت بچانے کے لئے اس حالت میں بھی ان لوگوں سے ٹکرا گئے ہو۔ تم جیسا محافظ تو عورت کی دل کی گہرائیوں میں دیوتا کی طرح رہتا ہے جس کی وہ ہر لمحہ پرستش کرتی رہتی ہے" ——— بلقیس نے مسکراتے ہوئے کہا اور عثمان جامیری بھی ہنس دیا۔

"وہ ٹونی تو مر چکا ہے لیکن یہ حرامزادہ ابھی زندہ ہے اور اب میں دیکھوں گا کہ اس کی روح کیسے اس کے جسم سے نکلتی ہے" ——— عثمان کا لہجہ یکلخت بدل گیا تھا۔

"وہ مر گیا ہے جس نے میرے جسم کو ناپاک ہاتھ لگائے تھے" ——— بلقیس نے چونک کر کہا۔

"ہاں قدرت نے خود ہی اس سے انتقام لے لیا ہے" ——— عثمان جامیری نے کہا اور اس طرف کو بڑھ گیا جدھر صوفے پر میجر مارک ابھی تک بیہوشی کے عالم میں بیٹھا ہوا تھا جب کہ بلقیس خاموشی سے چلتی ہوئی بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ عثمان جامیری نے پہلے تو مارک کی تلاشی لی۔ اس کی جیبوں سے جو سامان نکلا۔ اُسے دیکھ کر عثمان جامیری کے چہرے پر قدرے حیرت کے آثار ابھر آئے۔ خاص طور پر وہ اس چپٹی نال والے پستول کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے اُسے سونگھا اور دوسرے لمحے اس طرح سر ہلایا جیسے وہ کوئی بات سمجھ گیا ہو۔ اس نے پستول ایک طرف رکھا اور مارک کی جیبوں سے نکلنے والے دوسرے سامان کا جائزہ لینے لگا۔ وہ تہہ شدہ کاغذ جس پر فہرست درج تھی وہ بھی مارک کی جیب سے نکلا تھا وہ اس نے پہلے ہی اپنی جیب میں ڈال لیا تھا۔ مختلف سامان کے ساتھ ایک چھوٹی سی ڈائری نما کاپی بھی موجود تھی۔ اس نے کاپی کھولی ہی تھی کہ بلقیس اندر داخل ہوئی اس کا چہرہ متوحش تھا۔

"انہوں نے سب ملازموں کو مار دیا ہے۔ کوٹھی میں ہر جگہ ان کی لاشیں بکھری ہوئی ہیں" ——— بلقیس نے متوحش لہجے میں کہا۔

"ظاہر ہے اس کے بغیر تو یہ مجھ پر ہاتھ نہ ڈال سکتے تھے۔ نجانے کس نے انہیں یہاں کا پتہ بتایا ہے۔ میں اس سے معلوم کر لوں گا۔ تم فی الحال اپنے کمرے میں رہو۔ میں اس سے پوچھ گچھ کے بعد لاشیں بھی اٹھوا لوں گا اور کوٹھی کی

"صفائی بھی ہو جائے گی" ____ عثمان جامیری نے کہا اور بلقیس سر ہلاتی ہوئی واپس مڑ گئی۔ عثمان جامیری کاپی کھول کر اُسے دیکھنے لگا۔ اس میں عجیب قسم کے نام لکھے ہوئے تھے۔ اور پھر ایک صفحے پر اُسے ایک ایسا نام نظر آیا کہ وہ بُری طرح چونک پڑا۔ ڈان انتھونی کا نام اور اس کے ساتھ ہی اس کا پتہ بھی درج تھا اور ساتھ ہی ایک لفظ انفارمیشن بھی لکھا ہوا تھا۔

"ہونہہ تو یہاں کا پتہ اُسے ڈان انتھونی نے دیا ہے۔ میں نے آج تک اس بوڑھے کو کچھ نہیں کہا تھا کہ وہ کبھی میرا ساتھی رہا ہے لیکن آج اس نے اپنی زندگی کا خاتمہ کرا ہی لیا ہے" ____ عثمان جامیری نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے اور صفحے پلٹنے شروع کر دیئے اور پھر ایک صفحے پر اُسے سُرخ سیاہی سے کرنل اباک چیف آف ڈیزرٹ کمانڈوز کے الفاظ لکھے ہوئے نظر آئے۔ اس کے نیچے اگالیا لکھا ہوا تھا اور عثمان جامیری کے لبوں پر مسکراہٹ رینگنے لگی۔ اس نے کاپی کے دوسرے صفحے دیکھے لیکن نام اور فون نمبروں کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ ابھی وہ کاپی بند ہی کر رہا تھا کہ اس نے مارک کی کراہ سُن لی اور اس نے چونک کر کاپی بند کر کے ایک طرف اُچھال دی۔ مارک کی آنکھیں کھل چکی تھیں اور اس کا جسم کسمسا رہا تھا۔ پیشانی پر جس جگہ صوفے کی لکڑی کی چوٹ لگی تھی وہاں نیل پڑ گیا تھا۔ مارک چند لمحے تو خالی خالی نظروں سے سامنے بیٹھے ہوئے عثمان جامیری کی طرف دیکھتا رہا پھر اس کی نظروں میں چمک ابھری اور اس کے ساتھ ہی اس کے ہونٹ بھینچ گئے اور پھیلی ہوئی آنکھیں سکڑ گئیں۔

"تمہیں ہوش آ گیا مارک" ____ عثمان جامیری نے انتہائی سخت اور تلخ لہجے میں کہا۔

"مجھے تسلیم ہے ڈیزرٹ فاکس کہ تم میری توقع سے کہیں زیادہ جاندار آدمی ہو۔ اگر مجھے ذرا سا بھی شک ہوتا کہ تم بندھے ہونے کے باوجود اس حیرت انگیز انداز میں جدوجہد کر سکتے ہو تو میں تمہاری ٹانگیں اور بازو دونوں توڑ دیتا۔ بہرحال میں نے زندگی میں پہلی بار مار کھائی ہے اور اب میں اس کا نتیجہ بھگتنے کے لئے تیار ہوں" ____ مارک بولتا ہی چلا گیا۔

"تمہارے خیال کے مطابق کیا نتیجہ نکل سکتا ہے" ____ عثمان نے اسی طرح کرخت لہجے میں کہا۔

"یہی کہ تم مجھے گولی مار دو گے ____ مار دو۔ اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ تم مجھ پر تشدد کر کے کچھ اگلوا لو گے تو یہ خیال ذہن سے نکال دو۔ ہم جیسے لوگوں نے اس کی مکمل تربیت حاصل کی ہوئی ہوتی ہے۔ ہم اپنے ذہن کو اس طرح بلینک کر لیتے ہیں کہ ہمارے ذہن اور اعصاب کا تعلق ختم ہو جاتا ہے اس طرح جسم پر ہونے والے تشدد کا ہمیں قطعاً کوئی احساس نہیں ہوتا۔ اگر یقین نہ آئے تو بیشک آزما کر دیکھ لو" ____ مارک نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

"ہونہہ تو تم سمجھ رہے ہو کہ میں تم پر عام سا تشدد کروں گا۔ ایسی بات نہیں ہے۔ میری ساری عمر صحرا میں لومڑیوں کا شکار کرتے گزری ہے۔ اور اگر تم نہ جانتے ہو تو میں بتا دوں کہ دنیا میں سب سے مشکل شکار صحرائی لومڑی کا ہوتا ہے۔ اس لئے میں ایسے ایسے تجربات سے گزر چکا ہوں جس کا شاید زندگی بھر تم کبھی تصور بھی نہ کر سکو۔ میں نے جس طرح جدوجہد کی ہے۔ یہ بھی میرے انہی تجربات کا نتیجہ ہے" ____ عثمان جامیری نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔

"تم درست کہہ رہے ہو گے۔ میں فی الحال اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ تمہیں جھوٹا کہہ سکوں"—— مارک نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا پہلے وہ باتیں کر لیں جو ہم جانتے ہیں۔ تمہارا نام مارک ہے۔ اور تم ڈیزرٹ کمانڈو ہو اور تمہارا چیف کرنل اباگر ہے جس کا ہیڈ کوارٹر اگالیا میں ہے اور تم لوگ اس لیبارٹری کی حفاظت پر تعینات ہو جو اسرائیل نے اگالیا کے قریب ریت کے نیچے بنائی ہوئی ہے اور جہاں تم نے پاکیشیا کے ایک سائنس دان کو پہنچایا ہے۔ اور تم نے میرے متعلق معلومات ڈان انتھونی سے حاصل کی ہیں۔ میں درست کہہ رہا ہوں ناں"—— عثمان جامیری نے سپاٹ لہجے میں کہا اور ایک لمحے کے لئے تو میجر مارک کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی گئیں لیکن پھر فوراً ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔

"ٹونی مر گیا ہے"—— مارک نے اس طرح گردن گھما کر ایک طرف پڑے ہوئے ٹونی کو دیکھتے ہوئے کہا جیسے اس نے عثمان جامیری کی بات ہی نہ سنی ہو۔

"ہاں خوش قسمت تھا کہ آسان موت مر گیا"—— عثمان جامیری نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"دیکھو عثمان جامیری تم نے جو کچھ بھی کہا ہے وہ سب غلط ہے صرف اس بات کے کہ میرا نام مارک ہے اور مجھے معلوم ہے کہ تم نے یہ اندازے کیسے لگائے ہیں۔ تم نے میری پاکٹ ڈائری پڑھی ہے۔ وہ سامنے میز پر پڑی ہوئی مجھے نظر آ رہی ہے۔ لیکن یہ سب کوڈ میں لکھی ہوئی ہے۔ اس لئے جو کچھ تم سوچ رہے ہو ایسا نہیں ہے"—— مارک نے سخت لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"ہو گا غلط، میرے پاس اس کی تصدیق کے ذرائع ہیں۔ تم فکر نہ کرو۔ تم نے میری بیوی کی عزت پامال کرنے کا حکم دے کر ایک ایسا جرم کیا ہے، جسے میں کبھی معاف نہیں کر سکتا"—— عثمان جامیری نے کہا اور اٹھ کر باہر کی طرف مڑ گیا۔

میجر مارک ہونٹ بھینچے اسے دیکھتا رہا۔ اس کا ذہن اس وقت زلزلے کی زد میں تھا۔ اس دوران اس نے اپنی کلائیاں کھولنے کی بے حد کوشش کی تھی لیکن نجانے اس عثمان نے رسی کس انداز میں باندھی تھی کہ باوجود کوشش کے وہ اس گانٹھ کو نہ کھول سکا تھا اور نہ اسے اس قسم کی گانٹھیں کھولنے کی باقاعدہ تربیت دی گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد عثمان جامیری جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک عجیب سی چیز تھی۔ ایک لوہے کا بڑا سا گول راڈ تھا جس کے درمیان میں ایک بٹی ہوئی رسی ہک نما حلقے میں بندھی ہوئی تھی۔ اس کے آخری سرے پر موٹی سی گانٹھ تھی جس کے ساتھ دو گولے پروئے ہوئے تھے جیسے تسبیح کے بڑے بڑے دانے ہوں۔ مارک حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"اس کو اچھی طرح دیکھ لو مارک اور پھر دیکھنا کہ تمہاری تربیت کامیاب رہتی ہے یا اس کی ساخت۔ ویسے یہ بتا دوں کہ الگزائر کے صحرا میں رہنے والا ایک قبیلہ لاخوت اسے سزا دینے کے لئے استعمال کرتا ہے اور یقین کرو کہ اس کی سزا اس قدر بھیانک ہوتی ہے کہ جس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا"—— عثمان جامیری نے کہا۔

"ہو گی"—— مارک نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا اور عثمان جامیری نے آگے بڑھ کر رسی کے گولے والے سرے کو ایک ہاتھ سے پکڑا۔ دوسرے

گولے کو اس نے راڈ کی طرف کیا اور پھر اس نے رسی کو مارک کے سر کے گرد اس طرح بل دیا کہ رسی اس کی پیشانی پر آ گئی۔ دوسرے لمحے وہ ہاتھ چھوڑ چکا تھا۔ اب رسی اس کے سر کے گرد بندھی ہوئی تھی اور ایک گولا اس کی دائیں کنپٹی پر اور دوسرا اس کی بائیں کنپٹی پر موجود تھا۔

"اب تیار ہو جاؤ ڈیزرٹ کمانڈو صاحب اپنے ذہن کو ٹیکنیک بلینک کر لو" —— عثمان جامیری نے مسکراتے ہوئے کہا اور مارک نے واقعی اپنے ذہن کو ایک نقطے پر لا کر بلینک کرنے کی جدوجہد شروع کر دی۔ ادھر عثمان جامیری نے راڈ کو تیزی سے گھمانا شروع کر دیا۔ پہلے پہلے تو مارک کو صرف کنپٹیوں پر دباؤ کا احساس ہوا لیکن پھر دباؤ کا یہ احساس بھی ختم ہو گیا کیونکہ واقعی وہ ذہن کو بلینک کر کے ذہن اور اعصاب کا رابطہ ختم کر چکا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور اب وہ ہر قسم کے احساس سے اس طرح بیگانہ ہو چکا تھا جیسے کوئی آدمی بیہوش ہو کر ہر قسم کے احساسات سے بیگانہ ہو جاتا ہے لیکن پھر اچانک جیسے دھماکہ ہوتا ہے، اس طرح اس کے تاریک ذہن میں دھماکہ ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے پورے جسم میں عجیب سی تکلیف کی لہریں سی دوڑنے لگیں۔ ایسی تکلیف جس کو وہ الفاظ میں بیان نہ کر سکتا تھا۔ اس کے حلق سے بے اختیار خوفناک انداز میں چیخیں نکلنے لگیں۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم میں موجود خون کا ہر قطرہ آگ کے شعلے میں تبدیل ہو چکا ہو جو اس کے رگ و ریشے کو ٹھنڈی آگ میں جلا رہا ہو۔ اس کا پورا جسم پسینے میں ڈوب گیا لیکن تکلیف تھی کہ مسلسل اور تیزی سے بڑھتی جا رہی تھی۔ مارک نے بار بار ذہن کو پھر بلینک کرنے کی کوشش کی لیکن اس کے ذہن میں مسلسل

دھماکے ہو رہے تھے اور اب تو اس کے حلق سے چیخیں نکلنی بھی بند ہو گئی تھیں۔ اس عجیب قسم کی تکلیف نے واقعی اس کی روح تک کو لرزا کر رکھ دیا تھا اور پھر اس کے پورے جسم میں خون کے قطرے ہر مسام میں سے نکلنے لگے۔ اس کے کپڑے خون سے تر ہو گئے۔ ایک ایسی آگ جو جلاتی بھی نہ تھی اور جلا بھی رہی تھی اس کے جسم کے ایک ایک ریشے میں مسلسل دوڑ رہی تھی اور حیرت انگیز بات یہ بھی تھی کہ اس قدر خوفناک تکلیف کے باوجود وہ بیہوش بھی نہ ہو رہا تھا۔

"بب بب بتاتا ہوں۔ رک جاؤ رک جاؤ" —— یکلخت مارک کے حلق سے ڈوبتی ہوئی سی آواز نکلی۔

"ارے ابھی سے ابھی تو ابتدا ہے۔ بہرحال بولو۔ بولتے جاؤ ورنہ-----" عثمان جامیری کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"اسے کھولو اس شیطانی چرخے کو میں وعدہ کرتا ہوں کہ سب کچھ بتا دوں گا" —— مارک نے کہا۔

"او۔ کے" —— عثمان جامیری نے کہا اور اس کے ساتھ ہی مارک کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کا جسم برف کے سمندر میں ڈوبتا جا رہا ہو۔ عجیب سی ٹھنڈک کا احساس۔ اور تھوڑی دیر بعد عثمان جامیری کے ہاتھ میں وہ راڈ موجود تھا جس میں رسی کے سرے پر لوہے کے وہ دو گولے موجود تھے۔ مارک نے لمبے لمبے سانس لینے شروع کر دیئے۔

"تم واقعی خاصے جاندار آدمی ہو ورنہ اس کے تین چکر جسموں کو بھی چٹخا دیتے ہیں جب کہ تم آٹھویں چکر میں بولے ہو" —— عثمان جامیری نے سامنے رکھے صوفے پر بیٹھتے ہوئے سر ہلا کر کہا۔

"اوہ یہ کیا چیز ہے۔ واقعی ایسی تکلیف کا تجربہ مجھے پہلے کبھی نہیں ہوا" ——— چند لمحوں بعد مارک نے کہا۔

"تم اس بات کو چھوڑو اور شروع ہو جاؤ۔ ورنہ پھر مجھے حرکت میں آنا پڑے گا۔ اور اس بار بارہ چکروں سے پہلے میرا ہاتھ نہ رکے گا" ——— عثمان جامیری نے کرخت لہجے میں کہا۔

"تم کیا پوچھنا چاہتے ہو" ——— مارک نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا وہ اپنے ذہن میں ایک فیصلہ کر چکا تھا۔

"لیبارٹری کا مکمل محل وقوع اور اس کے اندرونی اور بیرونی حفاظتی نظام کی مکمل تفصیل" ——— عثمان جامیری نے کہا۔

"سنو میں یہودی ہوں اور یہ لیبارٹری ہم نے اس لئے نہیں بنائی کہ مسلمانوں کو اس کی تفصیل بتائیں۔ اس میں جو ہتھیار تیار ہو رہا ہے وہ ایسا ہتھیار ہے جس کی تکمیل کے بعد دنیا بھر کے مسلمانوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور پوری دنیا یہودیوں کی عظیم سلطنت بن جائے گی۔ ایسی سلطنت جس میں مسلمانوں کا نام و نشان تک نہ ہوگا اور یہ بھی سن لو کہ تم چاہے پوری دنیا کی سیکرٹ سروسز اور پوری دنیا کی فوجیں اس صحرا پر چڑھا لاؤ تم تو کیا تمہارا تصور بھی اس لیبارٹری تک نہیں پہنچ سکتا۔ سمجھے۔ اور میری جان تو کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی۔ اس لیبارٹری کی خاطر ہم سب یہودی اپنی جانیں دینے کے لئے تیار ہیں اور میں نے اب اپنے مقصد کی خاطر قربانی دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ عظیم یہودی مستقبل کی خاطر" ——— مارک نے یکلخت اونچے تیز اور انتہائی جذباتی لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے پوری قوت سے جبڑے پر جبڑا رکھ کر مخصوص انداز میں اُسے

حرکت دی۔ اور دوسرے لمحے اس کے ذہن میں اس طرح کا دھماکہ ہوا جیسے آتش فشاں پھٹتا ہے اور پھر اس کا ذہن تاریکی کی دلدل میں ڈوبتا گیا مارک کو معلوم تھا کہ یہ موت کی تاریکی ہے جس میں پھر کبھی روشنی نہ ابھرے گی لیکن وہ اپنی جان دینے کا فیصلہ پہلے ہی کر چکا تھا کیونکہ اس خوفناک تشدد نے اُسے مجبور کر دیا تھا کہ یا تو وہ سب کچھ بتا دے یا پھر قربانی دے کر اپنا خاتمہ کر لے اور اس لیبارٹری کو بچا لے اور اس نے فیصلہ اپنی جان دینے کے حق میں کیا تھا۔ اس نے دانت کے ایک خول میں موجود سائنائیڈ بھرا کیپسول توڑ کر اپنے آپ کو عظیم مقصد پر قربان کر دیا تھا۔

ایک خصوصی ساخت کا بڑا سا ہیلی کاپٹر خاصی تیز رفتاری سے فضا میں اڑا چلا جا رہا تھا۔ نیچے جہاں تک نظر جاتی تھی ریت ہی ریت نظر آ رہی تھی۔ پائلٹ سیٹ پر عثمان جامیری خود تھا جب کہ اس کے ساتھ والی سیٹ پر عمران بیٹھا ہوا تھا۔ عقبی سیٹوں پر چوہان اور خاور موجود تھے۔ وہ سب اپنی اصل شکلوں میں تھے۔ سیٹوں کے عقب میں ایک خالی جگہ تھی جس میں چار بڑے بڑے بیگ پڑے ہوتے تھے۔

"اگر تم کسی طرح مجھے اطلاع دے دیتے تو اس مارک سے بڑی قیمتی معلومات مل جاتیں" —— عمران نے کہا۔

"میں نے تو اپنی طرف سے پوری کوشش کر لی تھی لیکن اب مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ اس نے دانتوں میں کوئی کیپسول بھی چھپایا ہوا ہے۔ ویسے مجھے اس کی اس آسان موت پر بے حد رنج پہنچا ہے۔ میں اسے عبرتناک موت مارنے کا فیصلہ کر چکا تھا" —— عثمان جامیری نے سخت لہجے میں کہا۔

"عمران صاحب۔ اس کاپی نما ڈائری سے کچھ مزید معلومات نہیں مل سکیں" —— پیچھے بیٹھے ہوئے خاور نے کہا۔

"بس اتنا ہی معلوم ہوا ہے کہ لیبارٹری کی حفاظت کے لئے باقاعدہ ڈیزرٹ کمانڈوز تعینات ہیں اور ان کا چیف کرنل اباگر ہے۔ ویسے اس مارک نے جس طرح ویٹر کی مدد سے ہمارے کمرے میں لانگ رینج ڈکٹافون نصب کیا تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایسے کاموں میں پوری طرح تربیت یافتہ تھا۔ بہرحال یہ بات تو طے ہو گئی کہ لیبارٹری اگالیا کے قریب ہے، اب آگے جو ہوگا دیکھا جائے گا" —— عمران نے کہا۔

"عمران صاحب۔ اس ہیلی کاپٹر میں تو ہم ہر لحاظ سے غیر محفوظ ہیں۔ اسے تو آسانی سے نشانہ بنایا جا سکتا ہے" —— چوہان نے کہا۔

"ہاں مجھے معلوم ہے لیکن یہ صحرا اتنا بڑا ہے کہ ہم اگر اس کی بجائے کسی اور ذریعے سے صحرا میں داخل ہوتے تو شاید ساری عمر سفر کرنے کے باوجود اگالیا تک نہ پہنچ سکتے۔ ویسے میرا خیال ہے کہ ان لوگوں نے اگالیا کے گرد دو سائیڈوں پر حفاظتی انتظامات کئے ہوں گے۔ ایک شمالی طرف اور دوسرے جنوبی طرف۔ کیونکہ اگالیا کے مشرق اور مغرب دونوں طرف دنیا کے انتہائی خوفناک ترین طوفانی صحرا ہیں جن میں سے کوئی انسان نہیں گزر سکتا جب کہ ہم مشرقی صحرا کے اس حصے کی طرف جا رہے ہیں جہاں سے مشرقی صحرا کو کراس کر کے ہی اگالیا پہنچا جا سکتا ہے" —— عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"یہ بات میری سمجھ میں بھی نہیں آئی عمران صاحب کہ آخر ہم مشرقی صحرا کو کیسے پار کریں گے۔ اگر ہم ہیلی کاپٹر پر اونچائی پر سفر کر کے اسے پار

کریں گے تو مشرقی صحرا ختم ہونے سے پہلے ہی، ہم ان کی نظروں میں آجائیں گے اور اس کے علاوہ مشرقی صحرا پار کرنے کی اور کوئی صورت ہے بھی نہیں“ ــــــ اس بار عثمان جامیری نے کہا۔

”کوئی نہ کوئی صورت نکل آئے گی۔ نہ نکلی تو بے صورت بھی چل جائے گی۔ تم عرجانہ تک تو چلو“ ــــــ عمران نے کہا اور عثمان جامیری نے سر ہلا دیا۔

پھر تقریباً دو گھنٹے تک کی انتہائی تیز رفتار پرواز کے بعد دور سے ایک نخلستان کے آثار دھبے کی صورت میں دکھائی دینے لگے۔

”یہ عرجانہ ہے عمران صاحب“ ــــــ عثمان جامیری نے کہا۔

”ٹھیک ہے“ ــــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور عثمان جامیری نے ہیلی کاپٹر کی بلندی کم کرنا شروع کر دی۔ نخلستان کے آثار تیزی سے واضح ہونے شروع ہو گئے تھے۔ یہ ایک چھوٹی سی بستی تھی جس میں کھجوروں کے جھنڈ ہر طرف پھیلے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے ریت کے سمندر میں یہ کوئی جزیرہ ہو۔ عثمان جامیری نے ہیلی کاپٹر بستی کے قریب ریت پر ہی اُتار دیا۔

”تھیلے اٹھالو“ ــــــ عمران نے کہا اور چوہان اور خاور نے مڑ کر اپنے پیچھے موجود چاروں تھیلے گھسیٹے اور پھر دونوں نے دو دو تھیلے اٹھائے اور ہیلی کاپٹر سے نیچے اتر آئے جب کہ عمران اور عثمان جامیری پہلے ہی نیچے اتر چکے تھے۔ بستی میں سامنے کے رُخ دس بدو نما آدمی کھڑے حیرت سے اس ہیلی کاپٹر کو دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک سفید داڑھی والا لمبا تڑنگا آدمی تھا جس نے سر پہ سُرخ رنگ کا رومال باندھا ہوا تھا۔ عمران اس

رومال کا رنگ دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ یہ اس بستی کا سردار ہے۔ یہاں ہر طرف اونٹ ہی اونٹ نظر آ رہے تھے۔

”یہ عرجانہ کا سردار عظیم خلف ہے“ ــــــ عثمان جامیری نے سرخ رومال والے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور اسی لمحے وہ سُرخ رومال تیزی سے آگے بڑھا۔

”بسم اللہ سردار جامیری آپ۔ اوہ میں سوچ رہا تھا کہ یہاں اس طرف یہ ہیلی کاپٹر کس کا آ رہا ہے“ ــــــ سرخ رومال والے نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر آگے بڑھ کر وہ باقاعدہ عثمان جامیری سے بغل گیر ہو گیا۔

”تم اب بہت بوڑھے ہو گئے ہو خلف کیا ہوا تمہیں“ ــــــ عثمان جامیری نے مسکراتے ہوئے کہا اور سردار خلف قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

”ایک دن تو بوڑھا ہونا ہی ہے“ ــــــ سردار خلف نے علیحدہ ہو کر ہنستے ہوئے کہا۔

”اچھا تو آپ صرف ایک دن کے لئے بوڑھے ہوتے ہیں واہ یہ بڑا اچھا ہے۔ ایک دن بوڑھا دوسرے دن پھر جوان“ ــــــ عمران نے کہا اور سردار خلف چونک کر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

”یہ علی عمران ہیں۔ میرے دوست اور عزیز ترین بھائی اور یہ ان کے ساتھی ہیں چوہان اور خاور“ ــــــ عثمان جامیری نے مسکراتے ہوئے عمران اور اس کے ساتھیوں کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”مرحبا آپ کے دوست ہمارے محسن ہیں۔ آیئے تشریف لائیے“ ــــــ سردار خلف نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ انہیں لے کر بستی کے ایک

پکے مکان میں لے آیا۔ اس مکان کی دیواریں اتنی موٹی تھیں جیسے کسی قلعے کی فصیلیں ہوں اور عمران سمجھ گیا کہ اتنی موٹی دیواریں ریت اور گرمی دونوں سے بیک وقت انہیں بچاتی ہوں گی۔ مکان کے اندر ایک بڑے کمرے میں کھجور کی چٹائیاں بچھی ہوئی تھیں۔ اور وہ سب وہاں بیٹھ گئے۔

"یہاں اونٹنی کا دودھ مل سکتا ہے اگر مہمان پسند کریں تو" —— سردار خلف نے کہا۔

"فی الحال تو ضرورت محسوس نہیں ہو رہی۔ ہم آپ سے ایک ضروری بات کرنا چاہتے ہیں" —— عمران نے کہا۔

"مجھ سے جی بتائیے" —— سردار خلف نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔ کیونکہ عمران سے تو اس کی پہلی ملاقات ہو رہی تھی جب کہ عثمان جامیری خاموش بیٹھا تھا۔ شاید اس سے بھی عمران نے کوئی تفصیلی بات نہ کی تھی۔

"ہم بستی اگالیا جانا چاہتے ہیں" —— عمران نے کہا۔

"اگالیا اوہ مگر کیوں، وہاں تو اب یہودی رہتے ہیں اس لئے ہم میں سے کوئی اب ادھر جاتا ہی نہیں اور ویسے بھی یہ بات اب کافی مشہور ہو چکی ہے کہ اگالیا بستی کے گرد خدا کا عذاب نازل ہو چکا ہے۔ اب اس حد میں جو بھی داخل ہوتا ہے ایک لمحے میں پھڑک کر ختم ہو جاتا ہے اس لئے اب تو مدت ہوئی اس طرف کوئی گیا ہی نہیں البتہ اگالیا والے ضرور آتے جاتے رہتے ہیں" —— سردار خلف نے جواب دیا۔

"اس عذاب سے بچنے کے لئے ہم مشرقی صحرا پار کر کے جانا چاہتے ہیں" —— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مشرقی صحرا اور کوئی انسان پار کر سکے۔ اوہ سردار عثمان جامیری اپنے دوست کو سمجھائیے۔ انہوں نے شاید طوفانی صحرا کبھی نہیں دیکھے" —— سردار خلف نے قدرے طنزیہ لہجے میں کہا اور عثمان جامیری کندھے جھٹک کر خاموش ہو گیا۔ جیسے کہہ رہا ہو آپس میں جانو۔

"کیا تمہارے پاس آہنگی نسل کے اونٹ ہیں" —— عمران نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

"آہنگی نسل کے۔ اوہ تو آپ آہنگی نسل کے بارے میں جانتے ہیں۔ کیسے جانتے ہیں، ان کے متعلق تو صحرا میں مدتوں سے رہنے والوں کے علاوہ اور کوئی جانتا ہی نہیں" —— سردار خلف نے چونک کر پوچھا۔

"تم مجھے صرف اتنا بتا دو کہ ایسے اونٹ ہیں تمہارے پاس یا نہیں" —— عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہیں لیکن صرف ایک جوڑا ہے" —— سردار خلف نے جواب دیا۔

"اگر آہنگی اونٹوں پر وزن لاد دیا جائے اور ان کی آنکھوں پر چمڑے کے خول ہوں تو کیا آہنگی اس طوفانی صحرا کو پار نہیں کر سکیں گے" —— عمران نے کہا۔

"نہیں جناب یہ مشرقی صحرا عام طوفانی صحرا کی طرح نہیں ہے۔ یہ تو بدروحوں کا صحرا ہے۔ یہاں تو ہر وقت اس قدر تیز طوفان چلتا ہے کہ آہنگی اونٹ بھاری جسم ہونے کے باوجود وہاں تنکوں کی طرح اڑ جائیں گے۔ اوہ ہاں یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی آپ اس ہیلی کاپٹر پر بیٹھ کر بلندی سے ہوتے ہوئے آسانی سے اس صحرا کو پار کر سکتے ہیں پھر آپ

کیوں پریشان ہیں" ـــــ سردار خلف نے کہا۔

"اوہ۔ اس قدر تیز ہوائیں چلتی ہیں کہ آہنگی نسل کے اونٹ بھی وہاں نہیں چل سکتے" ـــــ عمران نے چونک کر کہا۔ وہ ہیلی کاپٹر والی بات سرے سے ہی گول کر گیا تھا کیونکہ اب وہ سردار خلف کو کیا بتاتا کہ ہیلی کاپٹر تو سب سے غیر محفوظ ذریعہ بن چکا ہے سفر کا۔

"سردار آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ بس یوں سمجھئے کہ دنیا کی تیز ترین آندھیوں کو اکٹھا کر لیا جائے تو ایسی ہوائیں ہر وقت چلتی رہتی ہیں وہاں" ـــــ سردار خلف نے کہا۔

ان ہواؤں کا رُخ کیا ہوتا ہے" ـــــ عمران نے ایک لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

"رُخ، میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ کبھی اس کے اندر داخل ہونے کی جرأت ہی نہیں ہوئی" ـــــ سردار خلف نے جواب دیا۔

"عثمان صاحب۔ آپ اب چاہیں تو بے شک ہیلی کاپٹر لے کر واپس چلے جائیں ہم نے تو بہر صورت اس صحرا کو پار کرنا ہی ہے" ـــــ عمران نے عثمان جامیری سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ کیسے ممکن ہے عمران صاحب۔ میں آپ کا ساتھ دینے کے لئے آیا ہوں واپس جانے کے لئے نہیں" ـــــ عثمان جامیری نے انتہائی ٹھوس لہجے میں کہا اور عمران خاموش ہو گیا۔

"سردار۔ اگر آپ کھل کر بات کریں کہ آپ اگالیا کیوں جانا چاہتے ہیں تو شاید میں آپ کی مدد کر سکوں" ـــــ سردار خلف نے کہا۔

"یہ کیوں والا سوال تو اپنے سردار عثمان سے پوچھو۔ البتہ ہم نے بہرحال وہاں جانا ہے" ـــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو سردار جو راستہ سب کا ہے اس راستے سے آپ چلے جائیے" ـــــ سردار خلف نے کہا۔

"اس راستے پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہے سردار خلف اور ہم نے اس عذاب سے بچ کر اگالیا پہنچنا ہے" ـــــ عمران نے کہا اور سردار خلف خاموش ہو گیا پھر وہ چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں ابھی آ رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے آپ کا مسئلہ حل ہو جائے" ـــــ سردار خلف نے کہا اور اٹھ کر اس کمرے سے باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ ایک بہت بوڑھا آدمی تھا۔ اس کی عمر عمران کے اندازے کے مطابق سو ڈیڑھ سو سال سے زائد ہی ہو گی اس کے باوجود وہ پوری طرح ہوش حواس میں تھا اور اس کی آنکھوں میں ابھی تک ذہانت کی چمک موجود تھی۔ اس نے آ کر سب کو سلام کیا۔

"یہ ہمارے قبیلے کے بزرگ صالح ہیں۔ ان کی ساری عمر انہی صحراؤں میں گزری ہے۔ یہ بتایا کرتے ہیں کہ ایک بار یہ نادانستگی میں اس طوفانی صحرا میں پھنس گئے تھے" ـــــ سردار خلف نے اس بوڑھے کا تعارف کراتے ہوئے کہا اور عمران چونک پڑا۔

"کس صحرا کی بات کر رہے ہو خلف" ـــــ بوڑھے نے چونک کر کہا۔

"بزرگ صالح یہ میرے بہت بڑے محسن سردار عثمان جامیری ہیں اور یہ ان کے دوست ہیں۔ یہ اگالیا بستی جانا چاہتے ہیں لیکن مشرقی صحرا

کو پار کر کے اور کسی راستے سے نہیں جانا چاہتے۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ مشرقی صحرا کو کوئی انسان تو کیا کوئی پرندہ بھی پار نہیں کر سکتا" ——— سردار خلف نے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"مشرقی صحرا کو پار کر کے آگے لیا جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اور کئی راستے ہیں" ——— بزرگ صالح نے حیرت بھرے انداز میں عمران اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر ضرورت ہو تو پھر" ——— عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا وہ اس وقت سخت الجھن محسوس کر رہا تھا کیونکہ وہ ان لوگوں کو اصل بات بھی نہ بتانا چاہتا تھا۔ اور اُسے یہ بھی محسوس ہو رہا تھا کہ بتائے بغیر وہ ان سے اپنے مطلب کی کوئی مفید معلومات بھی نہ حاصل کر سکتا تھا۔

"نہیں بیٹے مشرقی صحرا ہر لحاظ سے ناقابل عبور ہے۔ یہ دنیا کا خوفناک ترین صحرا ہے۔ میں اس میں جوانی کے دنوں میں پھنس چکا ہوں۔ میرا اونٹ اور میں تین دنوں تک اس صحرا میں حقیر تنکوں کی طرح اڑتے رہے۔ اونٹ تو نجانے کہاں جا کر مرا ہو گا البتہ میں تین دنوں تک بھوکا پیاسا ریت پر اڑتا اور ڈبکیاں کھا کر گرتا رہا۔ پھر شاید قدرت کو مجھ پر رحم آ گیا اور ایک تیز ہوا نے مجھے اٹھا کر دور پھینک دیا اور میں صحرا کے کنارے پر آ گرا۔ یہاں ہوا کا دباؤ کم تھا چنانچہ میں کسی نہ کسی طرح گرتا پڑتا اس طوفانی صحرا سے باہر آ گیا لیکن میرے پورے جسم کو ریت نے پھاڑ دیا تھا۔ پھر ایک قافلہ وہاں سے گزرا۔ اس نے مجھے اٹھایا اور میں چار ماہ تک اسی زخمی حالت میں پڑا رہا۔ پھر ٹھیک ہوا۔ وہاں آدمی ایک لمحے کے لئے بھی اپنے آپ کو نہیں سنبھال سکتا۔ سفر کرنا تو ایک طرف رہا۔

آپ کتنی بلندی تک گئے تھے ان ہواؤں کے ساتھ" ——— عمران نے بوڑھے کے جسم کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں اس کھجور کے درخت جتنی بلندی تک تو گیا تھا" ——— بزرگ صالح نے ایک طرف کھجور کے درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو کمرے کی کھڑکی سے نظر آ رہا تھا۔

"پھر ٹھیک ہے عثمان جامیری صاحب۔ اب ہم آسانی سے اس صحرا کو پار کر لیں گے بس ہمیں پانی اور خوراک چاہیئے" ——— عمران نے اس بار بڑے مطمئن لہجے میں کہا تو عثمان کے ساتھ ساتھ سردار خلف اور بزرگ صالح بُری طرح چونک پڑے۔ چوہان اور خاور بھی حیرت سے عمران کو دیکھنے لگے۔ کیونکہ جس طرح کی باتیں بزرگ صالح نے کی تھیں۔ اس لحاظ سے تو اس صحرا میں داخل ہونا خودکشی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

"تو تم مرنا چاہتے ہو بیٹے۔ لیکن مرنے کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں" ——— بزرگ صالح نے انتہائی تلخ لہجے میں کہا۔

"ہم واقعی مرنے کے لئے گھر سے نکلے ہیں بزرگوار، لیکن جس طرح کی موت کا آپ سوچ رہے ہیں ایسی موت نہیں مریں گے ہم" ——— بولو عثمان جامیری تم نے واپس جانا ہے یا ہمارے ساتھ اس مشرقی صحرا کو پار کرنا ہے" ——— عمران نے کہا۔

"عمران صاحب آپ مجھ سے بار بار پوچھ کر میری توہین کیوں کر رہے ہیں جب میں نے ایک بار کہہ دیا ہے کہ میں آپ کے ساتھ ہوں تو آپ اسے آخری اور حتمی بات سمجھیں۔ موت تو ایک روز آنی ہے۔ اگر میری موت

مشرقی صحرا میں لکھی ہوئی ہے تو پھر مجھے وہاں جانے سے کون روک سکتا ہے اور اگر وہاں نہیں لکھی ہوئی تو پھر مشرقی صحرا خود ہی مجھے راستہ دے دے گا اور جہاں تک آپ کے ساتھ چلنے کا تعلق ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ جیسے لوگوں سے موت بھی ڈرتی ہے۔ کیونکہ آپ اپنے ذاتی مفاد کے لئے یہ تکالیف نہیں اُٹھا رہے۔ آپ کا مقصد اس قدر عظیم اور ارفع ہے کہ اس مقصد کی خاطر جان دے دینا گھاٹے کا سودا نہیں ہے" ——— عثمان جامیری نے اس بار جذباتی لہجے میں پوری تقریر کر ڈالی اور عمران اس کے عزم و حوصلے پر بے اختیار مسکرا دیا۔

"گڈ شو عثمان۔ اب مجھے یقین آگیا ہے کہ تم بھی ہمارے ہی قبیل کے آدمی ہو۔ ٹھیک ہے۔ ہم بس کھانا کھا کر اپنا سفر شروع کر دیں گے ہیلی کاپٹر یہیں رہے گا لیکن اس میں سے کچھ سامان مجھے لینا ہے۔ اور سردار خلف اگر آپ ہم چار آدمیوں کے لئے دو ہفتوں کی خوراک اور پانی کا بندوبست کر دیں تو آپ کی مہربانی ہو گی" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ تو ہو جائے گا۔ اس کی آپ فکر نہ کریں لیکن کیا واقعی آپ مشرقی صحرا میں داخل ہوں گے" ——— سردار خلف کو شاید اب تک عمران کی بات پر یقین نہ آ رہا تھا اور ویسے بات یقین کرنے والی نہیں۔ کیونکہ یہ تو جیتے جی مکھی نگلنے والی بات تھی۔

"ہاں سردار خلف یہ ہماری مجبوری ہے" ——— عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"سردار عثمان۔ کیا آپ بھی ایسا ارادہ رکھتے ہیں" ——— سردار خلف نے اب عثمان جامیری سے مخاطب ہو کر کہا اور عثمان جامیری نے مسکراتے ہوئے سر ہلا دیا اور سردار خلف نے اپنے ہونٹ اتنی سختی سے بھینچ لئے کہ جیسے اب وہ آئندہ نہ بولنے کی قسم کھا چکا ہو البتہ اس کی آنکھوں میں عمران اور اس کے ساتھیوں کے لئے رحم اور ہمدردی کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔

کرنل اباگس ابھی اپنے کمرے میں داخل ہی ہوا تھا کہ ٹرانسمیٹر سے ٹوں ٹوں کی تیز آوازیں ابھریں اور وہ سر ہلاتا ہوا تیزی سے ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھ گیا۔ میز کے ساتھ موجود کرسی پر بیٹھ کر اس نے ٹرانسمیٹر کے ڈائل پر پہلے فریکوئنسی چیک کی اور دوسرے لمحے اس کے چہرے پر مسکراہٹ تیرنے لگی کیونکہ فریکوئنسی بتا رہی تھی کہ میجر مارک کی کال ہے۔ اس نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو کیپٹن آرجر کالنگ اوور" ــــــ ایک تیز آواز سنائی دی اور کرنل اباگر یہ آواز سن کر چونک پڑا کیونکہ کال میجر مارک کی بجائے اس کا اسسٹنٹ کیپٹن آرجر کر رہا تھا۔

"یس کرنل اباگر اٹنڈنگ اوور" ــــــ کرنل اباگر نے کرخت لہجے میں جواب دیا۔

"باس میں انتہائی ایمرجنسی میں آپ کو کال کر رہا ہوں۔ میجر مارک اور

سیکنڈ کیپٹن ٹونی دونوں ہلاک ہو چکے ہیں۔ ان کے متعلق ہمیں پولیس کی طرف سے اخبار میں دیئے گئے اشتہار سے علم ہوا کیونکہ پولیس کو یہ دونوں لاشیں ایک چوک پر پڑی ہوئی ملیں کیونکہ ان کے پاس سے شناخت کے لئے کوئی کاغذ نہ نکلا تھا اس لئے انہیں شناخت کے لئے مردہ خانے میں رکھ دیا گیا اور پولیس نے اخبار میں اس سلسلہ میں اشتہار دیا جس میں ان دونوں کی لاشوں کے فوٹو بھی موجود تھے۔ اوور" ــــــ کیپٹن آرجر نے تیز تیز لہجے میں کہا اور کرنل اباگر کا ذہن کیپٹن آرجر کی رپورٹ سن کر دھماکوں کی زد میں آ گیا۔ اسے یقین ہی نہ آ رہا تھا کہ کیپٹن آرجر ہی یہ رپورٹ دے رہا ہے۔

"کیا بکواس کر رہے ہو تم ــ کیا تم پاگل ہو گئے ہو۔ اوور" ــــــ کرنل اباگر نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

"باس میں درست کہہ رہا ہوں۔ میں نے خود پولیس کے مردہ خانے میں جا کر لاشیں چیک کی ہیں۔ اس کے بعد میں نے انکوائری کی اور اب اسی انکوائری رپورٹ سمیت آپ کو کال کر رہا ہوں اوور" ــــــ کیپٹن آرجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ دو رپورٹ اوور" ــــــ کرنل اباگر نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ اس کی پیشانی شکنوں سے پُر ہو گئی تھی۔

"باس میں نے لاشیں چیک کی ہیں اور ان کی پوسٹ مارٹم رپورٹ بھی پڑھی ہے۔ سب کیپٹن ٹونی کے سر کے عقبی حصے میں کوئی نوکدار چیز ماری گئی اور اس کے بعد اس کے سینے پر کوئی ایسی ضرب لگائی گئی ہے کہ اس کا دل پھٹ گیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔

”میجر مارک کی موت البتہ سائنائیڈ زہر سے ہوئی ہے۔ انہوں نے دانت کے خلا میں موجود کیپسول چبا لیا تھا۔ کیپسول کا ایک ٹکڑا اب تک دانت کے خلا میں موجود تھا ویسے ان کی کلائیوں اور پنڈلیوں پر ایسے نشانات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں رسیوں سے باندھا گیا تھا۔ ان دونوں کی جیبیں مکمل طور پر خالی تھیں۔ اس کے بعد میں فوری طور پر حرکت میں آ گیا تاکہ معلوم کیا جا سکے کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ مین آپریشن روم سے معلوم ہوا کہ میجر مارک نے ایک ہوٹل کے کمرے میں سپر ڈکٹا فون لگایا ہوا تھا اور اس کا رزلٹ یہاں آپریشن روم میں چیک کرتے رہے آپریٹر سے معلوم ہوا کہ کمرے میں موجود تین افراد کسی ڈیزرٹ فاکس سے ملنے گئے تھے اور میجر مارک سب کیپٹن ٹونی کو ساتھ لے کر ان کے پیچھے گئے تھے۔ ان کی کار ایک کالونی کی سڑک پر کھڑی پائی گئی ہے جس کلب میں ان تینوں آدمیوں کی ملاقات ڈیزرٹ فاکس سے ہوئی تھی وہاں سے معلومات ملی ہیں کہ وہ تینوں آدمی جن کا لیڈر ایک مسخرہ سا آدمی تھا جس نے ڈیزرٹ فاکس سے طویل ملاقات کی اور پھر وہ واپس اپنے ہوٹل میں چلے گئے۔ ہوٹل کے کمرے میں موجود سپر ڈکٹا فون نے صرف اتنی اطلاع دی کہ وہ آگا لیا اور مشرقی مغربی صحرا کو ڈسکس کرتے رہے پھر اچانک سپر ڈکٹا فون آف ہو گیا شاید انہیں اس کے متعلق معلوم ہو گیا ہو گا۔ بہرحال اس قدر اطلاع پر جب میں نے مزید انکوائری کی تو پتہ چلا کہ ایک خصوصی ساخت کے ہیلی کاپٹر پر عثمان جامیری اور وہ تینوں ایشیائی بیٹھ کر صحرا میں داخل ہوئے ہیں اور ان کی منزل لوئی بستی ۶ جانہ ہے جو کہ مشرقی صحرا کے قریب ہے۔ یہ معلومات اس آدمی سے ملیں جس نے اس ہیلی کاپٹر میں پٹرول فل کیا تھا۔ اس نے ان کے درمیان ہونے والی گفتگو سنی تھی۔ اوور“ —— سب کیپٹن آرجبر نے کہا۔

” ہونہہ اس کا مطلب ہے کہ میجر مارک اور ٹونی ان کے ہتھے چڑھ گئے اور انہوں نے ان پر تشدد کر کے ان سے ڈیزرٹ رنگ کے بارے میں معلومات حاصل کر لیں۔ ٹھیک ہے میں انہیں اب خود ہی سنبھال لوں گا۔ تم نے اچھا کیا کہ مجھے رپورٹ دے دی۔ اور سنو اب تم اپنے ساتھیوں سمیت واپس اپنے ٹارگٹ پر چلے جاؤ اب تمہارا وہاں کا کام ختم ہو گیا ہے اوور اینڈ آل“ —— کرنل اباگر نے سخت لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

” ہونہہ تو اب اصل کیس شروع ہونے والا ہے“ —— کرنل اباگر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر کرسی کی پشت پر سر ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں لیکن اس انداز میں بیٹھے ہوئے اُسے تھوڑی ہی دیر ہوئی ہو گی کہ ٹرانسمیٹر کی مخصوص آواز ایک بار پھر سنائی دی۔ اور اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور پھر جھک کر ٹرانسمیٹر کا فریکونسی ڈائل دیکھنے لگا دوسرے لمحے وہ یکلخت چونک پڑا کیونکہ ڈائل بتا رہا تھا کہ کال انتہائی لانگ رینج سے کی جا رہی ہے۔ اس نے ہونٹ بھینچتے ہوئے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

”ہیلو ہیلو چیف آف سیکورٹی سرکل فرام اسرائیل کالنگ۔ اوور“ —— ٹرانسمیٹر آن ہوتے ہی ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔ اور کرنل اباگر یہ کال سنتے ہی بری طرح چونک پڑا۔ کیونکہ سیکورٹی سرکل اسرائیل کا ایک ایسا ادارہ تھا جو پوری دنیا میں پھیلے ہوئے اسرائیلی

ایجنٹوں کو کنٹرول کرتا تھا۔

”یس سر چیف آف ڈیزرٹ کمانڈوز کرنل اباگر اٹنڈنگ یو۔ اوور“ ـــــ کرنل اباگر نے قدرے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کرنل اباگر آپ کے لئے ایک اہم اطلاع ہے۔ الگزائر کے صحرا میں موجود میرے ایک ایجنٹ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ ایک خصوصی ساخت کا ہیلی کاپٹر الگزائر کے دارالحکومت کی طرف سے صحرا کے وسط میں واقع ایک نخلستان عرجانہ میں اترا ہے۔ اس میں چار افراد ہیں جن میں سے ایک الگزائری اور تین ایشیائی ہیں۔ جن کے نام علی عمران، چوہان اور خاور ہیں۔ الگزائری کا نام عثمان جاسیری ہے۔ وہ اس نخلستان کے سردار خلف سے ملے ہیں اور وہ اگالیا جانا چاہتے ہیں لیکن کسی طوفانی صحرا جسے مشرقی صحرا کہا جاتا ہے۔ اُسے پار کر کے۔ اوور“ ـــــ چیف آف سیکورٹی سرکل نے کہا۔

”یس سر مجھے رپورٹ مل چکی ہے سر اوور“ ـــــ کرنل اباگر نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

”اچھا چونکہ آپ اس علاقے کے چیف ہیں اس لئے میں نے سوچا کہ آپ کو اطلاع کر دوں“ ـــــ اس بار چیف کے لہجے میں قدرے مایوسی کے آثار نمایاں تھے۔ جیسے اُسے کرنل اباگر کی بات سن کر خاصی مایوسی ہوئی ہو۔

”بہت شکریہ سر آپ کی یہ اطلاع میرے لئے اہم ہے کہ وہ مشرقی صحرا پار کر کے اگالیا آنا چاہتے ہیں۔ مجھے تو یہ رپورٹ ملی تھی کہ یہ لوگ بستی عرجانہ پہنچے ہیں لیکن اس بات کا علم نہ تھا کہ وہ مشرقی صحرا پار کریں گے اس اہم اطلاع کا بے حد شکریہ لیکن سر کیا آپ کا کوئی ایجنٹ بستی عرجانہ میں ہے۔ اوور“ ـــــ کرنل اباگر نے کہا۔

”ہاں جب سے یہاں سپیشل لیبارٹری قائم کی گئی ہے۔ اردگرد کی بستیوں میں ہم نے اپنے خصوصی ایجنٹ تعینات کر رکھے ہیں۔ ان کے پاس لانگ رینج ٹرانسمیٹر ہیں۔ مگر اب تک تو ان کی طرف سے کوئی اطلاع نہ ملی تھی لیکن ابھی یہ اطلاع مجھے پہلی بار ملی اور میں نے آپ تک پہنچا دی۔ اوور“ ـــــ چیف نے جواب دیا۔ اس بار اس کے لہجے سے مایوسی کے آثار غائب ہو چکے تھے۔ شاید کرنل اباگر کی اس بات نے کہ اس نے اُسے اہم اطلاع دی ہے، اس کا موڈ بحال کر دیا تھا۔

”سر کیا آپ کے ایجنٹ سے میں تفصیلی بات کر سکتا ہوں کیونکہ مجھے ان لوگوں کا تفصیلی پروگرام چاہیئے۔ یہ لیبارٹری کے لئے بے حد اہم ہے کیونکہ یہ لوگ پاکیشیا کی سیکرٹ سروس کے انتہائی خطرناک ایجنٹ ہیں اور صدرِ مملکت نے خصوصی طور پر ان کی طرف سے بیحد ہوشیار رہنے کے لئے کہا تھا۔ اوور“ ـــــ کرنل اباگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ اچھا ٹھیک ہے میں سمجھ گیا پھر تو میرا آپ کو کال کرنے کا فیصلہ درست تھا۔ ٹھیک ہے آپ میرے ایجنٹ سے بات کر لیں۔ فریکوئنسی میں بتا دیتا ہوں۔ آپ اُس سے میرے حوالے سے بات کریں۔ اس کا کوڈ نام آر۔ ایس ون ہے۔ اوور“ ـــــ چیف نے کہا اور ساتھ ہی اس نے مخصوص فریکوئنسی بھی بتا دی۔

"شکریہ سر، میں اب خود اس سے بات کر لوں گا اوور" ___ کرنل اباگر نے کہا۔

"اوور اینڈ آل" ___ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر خاموش ہو گیا۔ کرنل اباگر نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر کا مخصوص بٹن آف کیا اور پھر اس نے تیزی سے وہ فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنا شروع کر دی جو چیف نے بتائی تھی۔

"ہیلو ہیلو چیف آف ڈیزرٹ کمانڈوز کرنل اباگر کالنگ آر۔ ایس۔ ون اوور" ___ فریکوئنسی ایڈجسٹ کر کے کرنل اباگر نے کال کرنی شروع کر دی۔

"یس آر۔ ایس۔ ون اٹنڈنگ سر اوور" ___ چند لمحوں بعد ہی ٹرانسمیٹر سے ایک آواز سنائی دی۔

"آر۔ ایس۔ ون، ابھی چیف آف سیکرٹ سرکل نے مجھے اطلاع دی ہے کہ تم نے انہیں ہیلی کاپٹر اور ان میں موجود افراد کے بارے میں اطلاع دی ہے۔ اوور" ___ کرنل اباگر نے کہا۔

"یس سر اوور" ___ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"مجھے ان کی گفتگو کی تفصیل چاہیے۔ اوور" ___ کرنل اباگر نے کہا۔

"سر ایک مخصوص ساخت کا ہیلی کاپٹر اچانک بستی کے سامنے اترا ور پھر اس میں سے مشہور صحرائی شکاری عثمان جامیری نکلا۔ اس کے ساتھ تین ایشیائی تھے۔ وہ بستی کے سردار خلف سے ملے اور اس کے مکان میں چلے گئے۔ چونکہ یہ ایک نئی بات تھی اور مجھے معلوم تھا کہ یہاں ہماری لیبارٹری موجود ہے۔ اس لئے میں نے خاص طور پر ان کے درمیان

بات چیت باقاعدہ سنی۔ وہ لوگ اگالیا جانا چاہتے تھے لیکن مشرقی صحرا پار کر کے۔ جب کہ سردار خلف نے انہیں بتایا کہ ایسا ناممکن ہے۔ مشرقی صحرا کو کسی طرح بھی پار نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ عام راستے سے جائیں یا پھر ہیلی کاپٹر کے ذریعے جائیں لیکن وہ اپنی بات پر بضد رہے۔ پھر سردار خلف نے بستی کے معمر ترین آدمی صالح کو بلایا۔ کیونکہ صالح جوانی میں اس صحرا میں پھنس چکا تھا۔ صالح نے بھی انہیں سمجھایا کہ مشرقی صحرا پار نہیں کیا جا سکتا لیکن وہ بضد رہے۔ پھر انہوں نے سردار خلف سے کہا کہ وہ چار آدمیوں کی دو ہفتوں کی خوراک اور پانی کا انتظام کر دے۔ اس کے بعد انہوں نے ہیلی کاپٹر کے ایک خانے سے ایک بڑا سا بیگ باہر نکالا۔ اس کے علاوہ ان کے پاس چار چھوٹے بیگ بھی موجود تھے۔ خوراک کے تھیلے اور پانی کی چھاگلیں۔ اور یہ سارے بیگ لے کر وہ اونٹوں پر بیٹھ کر اس صحرا کی طرف چل پڑے۔ سردار خلف انہیں صحرا کی سرحدی پٹی تک پہنچانے گیا۔ اور انہیں وہاں چھوڑ کر وہ اونٹ لے کر واپس آ گیا۔ اس کے بعد میں نے چیف کو رپورٹ دی۔ اوور" ___ آر۔ ایس۔ ون نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ یہ لوگ مشرقی صحرا میں داخل ہو چکے ہیں۔ اوور" ___ کرنل اباگر نے پوچھا۔

"یس سر میری سردار خلف سے بات ہوئی ہے۔ وہ لوگ اس کے سامنے صحرا کی طرف بڑھے ہیں اور پھر ریت اڑاتی ہوا میں داخل ہو کر جب اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تو سردار خلف واپس آیا ہے"

—— آر۔ ایس۔ وِن نے جواب دیا۔

"او۔ کے تھینک یو اوور اینڈ آل" —— کرنل اباگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"یہ لوگ پاگل ہیں کہ اس خوفناک صحرا میں مرنے کے لئے داخل ہوئے ہیں۔ بہرحال اگر صحرا انہیں نہ مار سکا تو پھر ان کی موت میرے ہاتھوں ہی آئے گی۔ میں ان کے استقبال کے لئے اس صحرا کے سامنے پنے خصوصی کیمپ میں خود موجود رہوں گا" —— ٹرانسمیٹر آف کر کے رنل اباگر نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا اور پھر کرسی سے اٹھ کر وہ روازے کی طرف بڑھ گیا۔

عمران اور اس کے ساتھیوں نے ریتلی ہوا سے بچنے کے لئے مخصوص انداز کے کنٹوپ پہنے ہوئے تھے جو شیشے کے بنے ہوتے تھے اور اس سے سر، چہرہ اور گردن تک چھپ گیا تھا۔ ان کے اندر ہوا سے آکسیجن کشید کرنے والا مخصوص آلہ بھی موجود تھا اور آپس میں بات چیت کے لئے خصوصی ٹرانسمیٹر بھی۔ ہاتھوں پر دستانے اور جسم پر انتہائی چست اور جسم کے ساتھ چمٹا ہوا ایسا لباس موجود تھا جس پر ریت ٹھہر نہیں سکتی۔ ان کے پیروں میں مخصوص انداز کے لانگ بوٹ تھے جن کے نیچے مخصوص انداز کے سپرنگ لگے ہوئے تھے جو چلتے وقت ان کے جسم کو ذرا سا اوپر کو اچھال دیتے تھے، اس طرح وہ ریت میں دبنے سے بچ جاتے تھے۔ یہ سارا سامان اس بڑے بیگ سے نکالا گیا جو عمران نے ہیلی کاپٹر کے اس خانے سے نکالا تھا جس میں خصوصی چیزیں رکھی جاتی ہیں۔ نائلون کی انتہائی مضبوط رسی سے وہ چاروں آپس میں بندھے ہوتے تھے۔ اور

خوراک کے تھیلے اور پانی کی چھاگلوں کے ساتھ ساتھ انہوں نے ایک ایک چھوٹا بیگ بھی اپنی پشت پر لادا ہوا تھا۔ انہیں اس مشرقی صحرا کے خصوصی علاقے میں داخل ہوئے ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی لیکن یہاں بھی ہوا اس قدر تیز تھی کہ انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی بھی لمحے حقیر تنکوں کی طرح فضا میں اڑ جائیں گے لیکن اس کے باوجود وہ حیرت انگیز طور پر اطمینان سے چلتے ہوئے آگے بڑھے جا رہے تھے۔ لیکن جیسے جیسے وہ آگے بڑھ رہے تھے طوفان میں شدت آتی جا رہی تھی ان طوفانی ہواؤں کی آوازیں ایسی تھیں جیسے ہزاروں لاکھوں بدروحیں مل کر چیخ رہی ہوں۔

عمران سب سے آگے تھا۔ اس کے پیچھے عثمان جامیری اور اس کے پیچھے چوہان اور خاور تھے۔ آگے چلتے چلتے اچانک عمران کے جسم کو جھٹکا لگا اور ایک لمحے کے لئے پتنگ کی طرح اڑتا ہوا ہوا میں بلند ہوا مگر دوسرے لمحے وہ ایک جھٹکے سے واپس چند قدم پیچھے ریت پر آ کھڑا ہوا۔ اس کے اس طرح ہوا میں اٹھنے کی وجہ سے اس کے پیچھے آنے والے ساتھی خود بخود رک گئے تھے۔

”عمران صاحب۔ اب کیا ہوگا۔ کیا اب یہاں سے ہمیں پرواز کرنی پڑے گی“ ——— چوہان نے ٹرانسمیٹر پر بات کرتے ہوئے کہا اور اس کی آواز عمران سمیت سب کے کانوں میں پہنچ گئی۔

”وہ کیا مصرعہ ہے۔ ”پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے“ تو ثابت ہوا کہ طاقت پرواز ہم میں بھی ہے لیکن یہ طاقت ہمیں آگے لے جانے کی بجائے واپس عرجانہ بستی پہنچا دے گی اس لئے مجبوری ہے“ ——— عمران کی

آواز سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی عمران نے اپنی پشت پر لدے ہوئے بیگ کو کاندھے سے اتار کر نیچے اپنے جسم کی اوٹ میں رکھ کر اسے کھولا اور اس کے اندر سے سیلوفین کاغذ میں لپٹے ہوئے دو رنگ نکالے۔ کاغذ ہٹا کر جب اس نے رنگ باہر نکالے تو ان میں سے ہلکی ہلکی نیلگوں رنگ کی چمک سی نکل رہی تھی۔ اس نے دونوں رنگوں کے ایک سائیڈ میں لگے ہوئے بٹن دبائے تو رنگ درمیان سے کھل گئے۔ اس نے ایک رنگ اپنی ایک پنڈلی میں اور دوسرا رنگ دوسری پنڈلی میں ڈال کر اس کا بٹن دبا کر بند کر دیا۔ اور اٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں رنگ اس نے لانگ بوٹ کے اندر کر دیئے تھے۔

”یہ مخصوص ریز کے رنگ ہیں۔ اپنے اپنے تھیلوں سے نکال کر پہن لو۔ ان سے تمہیں چلنے میں تو ذرا تکلیف ہوگی لیکن ہوا تمہیں اوپر نہ اٹھا سکے گی“ ——— عمران نے کہا اور سب ساتھیوں نے اس کی پیروی شروع کر دی۔ یہ مخصوص رنگ پہننے کے بعد جب انہوں نے آگے بڑھنے کے لئے قدم بڑھائے تو انہیں محسوس ہوا کہ ان کا وزن کم از کم دوگنا ضرور ہو گیا ہے حالانکہ بذات خود ان رنگوں کا وزن کچھ بھی نہ تھا۔ اور اب وہ چلنے کی بجائے تقریباً گھسٹ رہے تھے۔ ان کی حالت بالکل ایسی تھی جیسے کوئی انسان طویل فاصلہ طے کرنے کے بعد تھکاوٹ کی وجہ سے چلنے کے قابل نہ رہے اور صرف ٹانگیں گھسیٹ رہا ہو۔

”یہ کیا چیز ہے عمران۔ مجھے تو یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میرا وزن ٹنوں میں ہو گیا ہو۔ مجھ سے تو چلا نہیں جا رہا“ ——— عثمان جامیری کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

"فکر نہ کرو جلد ہی عادی ہو جاؤ گے" ـــــــ عمران نے جواب دیا۔ اور وہ چاروں اسی طرح گھسٹتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ عمران کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا آلہ موجود تھا جس کے ایک سرے پر زنجیر تھی جو اس کی کلائی سے بندھی ہوئی تھی۔ اس آلہ میں سرخ رنگ کی لائن بار بار چمک بجھ رہی تھی۔ اور اس لائن کی مدد سے عمران آگے بڑھا جا رہا تھا ورنہ یہاں ہر طرف اس قدر ریت ہوا میں اڑ رہی تھی کہ سوائے اپنے ساتھیوں کے ہیولوں کے اور کچھ نظر نہ آ رہا تھا۔ ہوا کی شدت مسلسل بڑھتی جا رہی تھی اس لئے کہ ان کے جسموں پر بھی ہوا کا دباؤ خوفناک حد تک بڑھ گیا تھا لیکن حیرت انگیز بات یہ تھی کہ ہوا کے دباؤ کے باوجود نہ ہی ان کے جسم پیچھے کی طرف جھکتے تھے اور نہ ہی وہ اوپر کو اچھل رہے تھے۔ بس ٹانگیں گھسیٹتے ہوئے وہ آگے بڑھے جا رہے تھے۔ نیلگوں زنگرہ پہننے کے بعد انہیں باہر کا شور بھی انتہائی ہلکا سنائی دینے لگا تھا ورنہ پہلے تو شور کی وجہ سے ان کے کان پھٹنے کے قریب ہو رہے تھے لیکن اس طرح چلنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ جلد ہی ہانپنے لگ گئے۔ ان کی ٹانگیں اب جواب دیتی جا رہی تھیں۔ انہیں محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کسی بھی لمحے ریت پر ڈھیر ہو جائیں گے لیکن چونکہ عمران مسلسل چلے جا رہا تھا اس لئے وہ بھی اس کے پیچھے کسی نہ کسی طرح گھسٹتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔

"عمران صاحب اب مجھ میں مزید چلنے کی ہمت نہیں رہی" ـــــــ اچانک عثمان جامیری کی آواز سنائی دی۔

"پیروں سے زنگ اتار کر رسی کھول دو اور ع جا نہ لبستی جا کر آرام کرو" ـــــــ عمران کی انتہائی سنجیدہ آواز سنائی دی اور عثمان جامیری کا تو رد عمل نجانے

کیا ہوا البتہ چوہان اور خاور عمران کی بات سن کر بے اختیار مسکرا دیئے۔ وہ جانتے تھے کہ عثمان جامیری ضد کر کے عمران کے ساتھ آ تو گیا ہے لیکن اب اُسے عمران کی قوت مدافعت کا صحیح اندازہ ہو رہا ہوگا اور اب اُسے پتہ چلے گا کہ عمران کا ساتھ دینا کس قدر مشکل کام ہے۔

لیکن چند قدم مزید چلنے کے بعد عثمان جامیری دھڑام سے ریت پر گر گیا۔ اس کے اس طرح گرنے کی وجہ سے چوہان اور خاور اس کے قریب پہنچ کر رُک گئے۔ عمران بھی واپس پلٹ آیا۔ اس نے عثمان جامیری کی نبض پکڑ لی۔

"اوہ یہ تو بیہوش ہو چکا ہے" ـــــــ عمران نے تشویش بھرے لہجے میں کہا اور پھر اس نے جلدی سے اپنی پشت پر لدا ہوا تھیلا اتار کر کھولا اور اس میں سے ایک انجکشن نکال کر اس نے اس کی سوئی لباس کے اوپر سے عثمان جامیری کے بازو میں گھونپ دی۔ چند لمحوں بعد سرنج خالی ہو گئی تو اس نے سوئی کو باہر کھینچا اور خالی سرنج واپس بیگ میں ڈال کر بیگ بند کر کے دوبارہ کمر پر لاد لیا۔ دوسرے لمحے عثمان جامیری کی کراہ سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی اس کا ساکت جسم بھی حرکت میں آ گیا۔

"اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ عثمان جامیری۔ اب تم آسانی سے چل سکو گے" ـــــــ عمران کی تیز آواز سنائی دی اور جواب میں عثمان جامیری نے کراہتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کی اور چند لمحوں بعد وہ دوبارہ کھڑا ہو جانے میں کامیاب ہو گیا۔

"میرا سانس اچانک رُک گیا تھا عمران" ـــــــ عثمان جامیری نے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔

"سنو عثمان تم تو جانتے ہو گے کہ یہ صحرا بیس کلو میٹر طویل ہے اور جیسے جیسے ہم آگے بڑھتے جائیں گے ہما کا دباؤ بھی بڑھتا جائے گا۔ اس لئے اگر ہم اس طرح دس قدم چل کر بیٹھ گئے تو شاید مہینوں میں یہ صحرا نہ پار کر سکیں گے۔ ہمت کرو، ہم نے ہر صورت میں یہ صحرا پار کرنا ہے" ——— عمران نے انتہائی ٹھوس لہجے میں کہا۔

"عمران صاحب اگر میں ایک تجویز پیش کروں تو آپ ناراض تو نہ ہوں گے" ——— خاور نے اچانک کہا۔

"ناراضگی کس بات کی۔ بولو کیا کہنا چاہتے ہو" ——— عمران نے چونک کر پوچھا۔

"عمران صاحب طوفان اپنے مرکز میں زیادہ تند اور سائیڈوں پر قدرے کمزور ہوتا ہے۔ اس لئے اگر ہم اس صحرا کی سائیڈ پر ہو کر آگے بڑھیں تو ہمیں کم دباؤ کا سامنا کرنا پڑے گا، جب کہ آپ میرے خیال میں صحرا کے مرکز میں چل رہے ہیں" ——— خاور نے کہا اور عمران بے اختیار ہنس دیا۔

"تم نے واقعی ایسی بات کر دی ہے جس پر ناراضگی بجا ہے۔ ہم سائیڈ سے ہو کر آگے بڑھ رہے ہیں۔ مرکز میں تو شاید یہ رنگ ہماری ایک لمحہ بھی مدد نہ کر سکتے۔ لیکن یہ طوفان ہے اس قدر تند کہ ہمیں اس کی سائیڈ ہی مرکز لگ رہی ہے" ——— عمران نے جواب دیا۔

"اوہ میں سمجھا کہ اس قدر خوفناک دباؤ مرکز میں ہی ہو سکتا ہے" ——— خاور کی شرمندہ سی آواز سنائی دی۔

"عمران صاحب۔ آپ نے خواہ مخواہ اس طوفان میں چلنے کی ضد کی

ہے۔ ہم عام راستے سے آگے بڑھتے تو زیادہ سے زیادہ ہمیں روکنے کی کوشش کی جاتی۔ اس کوشش کا مقابلہ بھی تو کیا جا سکتا تھا" ——— اس بار چوہان نے کہا۔ اس کے لہجے میں ہلکی سی تلخی موجود تھی۔

"جو لوگ دارالحکومت میں اس طرح ہمارے پیچھے لگ سکتے ہیں۔ انہوں نے اس صحرا میں نجانے کیسے کیسے جال پھیلائے ہوتے ہوں گے اور اچانک آنے والے میزائل سے بچ نکلنے کا فن ابھی ہم نے سیکھا ہی نہیں" ——— عمران نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی وہ مڑ کر دوبارہ آگے بڑھنے لگا۔ اور ایک بار پھر وہ تینوں خاموشی سے اس کے پیچھے گھسٹنے لگے۔ لیکن اب چوہان اور خاور دونوں کو محسوس ہو رہا تھا کہ کسی بھی لمحے وہ بھی عثمان جامیری کی طرح ریت پر ڈھیر ہو جائیں گے۔ کیونکہ ان کے جسم میں آہستہ آہستہ تھکاوٹ کا عنصر اس قدر بڑھتا جا رہا تھا کہ انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ صدیوں سے چل رہے ہوں۔ لیکن وہ جانتے تھے کہ اگر وہ گرے تو عمران ان کی پرواہ کئے بغیر آگے بڑھ جائے گا۔ یہ تو عثمان جامیری تھا جس کو اس نے انجکشن بھی لگا دیا تھا لیکن ان کے لئے وہ اتنا بھی نہ کرتا۔

"عمران صاحب۔ صورتِ حال خراب ہوتی جا رہی ہے۔ ہمیں کچھ دیر آرام کر لینا چاہئے" ——— اچانک خاور نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

"ہمت کرو یار۔ کیوں عورتوں کی طرح دل چھوٹا کر رہے ہو" ——— عمران کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"تم آخر کس مٹی کے بنے ہوئے ہیں۔ تم پر تھکاوٹ اثر ہی نہیں کر

رہی“ ـــــ اچانک عثمان جامیری کی آواز سنائی دی۔

”میری ٹی کو ڈھیٹ مٹی کہا جاتا ہے“ ـــــ عمران نے ہنستے ہوئے جواب دیا لیکن دوسرے لمحے خاور کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کا سانس گلے میں اٹک گیا ہو اور وہ لہرا کر نیچے گرا اور ساکت ہو گیا۔

”عمران صاحب۔ خاور گر گیا ہے“ ـــــ چوہان نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ بھی دھڑام سے نیچے گر گیا۔

”اس کا مطلب ہے ترکیب کامیاب نہیں رہی“ ـــــ عمران نے واپس مڑ کر آتے ہوئے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے عثمان جامیری کی طرح ان دونوں کو بھی انجکشن لگائے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے عثمان جامیری کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی وہیں بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد خاور اور چوہان دونوں کراہتے ہوئے ہوش میں آ گئے۔ عثمان جیسے ہی نیچے بیٹھا وہ بیٹھے رہنے کی بجائے لیٹ گیا۔

”اوہ عمران صاحب۔ ہمارے سانس واقعی رک گئے تھے“ ـــــ چوہان اور خاور دونوں نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”ہاں مجھے معلوم ہے۔ آکسیجن کی کمی واقع ہو گئی ہے۔ یہاں ریت کی مقدار ہوا میں زیادہ ہے اور تم چونکہ ہانپ رہے تھے اس لئے آکسیجن زیادہ خرچ کر لی۔ بہرحال اب کوئی اور طریقہ سوچنا پڑے گا“ ـــــ عمران نے جواب دیا۔

”بالکل سوچو عمران۔ مجھ سے اس حالت میں بالکل نہیں چلا جا رہا۔ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میں اس صحرا میں داخل ہوتے ہی بوڑھا ہو گیا ہوں“ ـــــ عثمان جامیری کی آواز سنائی دی اور عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”او۔ کے ٹھیک ہے آرام کر لو۔ پھر یہاں سے باہر نکلتے ہیں۔ بعد میں جو ہو گا سو دیکھا جائے گا۔ اب اکیلا سپہ سالار بیچارہ کیا کر سکتا ہے جب اس کی سپاہ ہی لڑنے سے جواب دے جائے“ ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور چوہان، خاور اور عثمان تینوں ہنس پڑے۔

تھوڑی دیر بعد جب ان کے سانس بحال ہو گئے تو وہ اٹھے۔ اور ایک بار پھر عمران کے پیچھے چلنے لگے۔ لیکن اب عمران نے اپنا رُخ بدل لیا تھا۔ لیکن رُخ بدلنے کے ساتھ ہی انہیں واضح طور پر محسوس ہونے لگا کہ وہ خوفناک ہواؤں کے زور سے اب آہستہ آہستہ باہر نکلتے جا رہے ہیں اور ان کے جسموں پر موجود دباؤ بھی آہستہ آہستہ کم ہوتا جا رہا ہے۔ کچھ دور آ جانے کے بعد عمران رُک گیا۔

”اب وہ رنگ اتار کر دوبارہ تھیلوں میں ڈال لو۔ اب ان کی ضرورت نہیں رہی“ ـــــ عمران نے کہا اور جھک کر اپنی پنڈلیوں سے رنگ اتارنے لگا۔ اس کے ساتھیوں نے بھی اس کی پیروی کی۔ رنگز اتارنے کے بعد انہیں یوں محسوس ہوا جیسے وہ پرندوں کی طرح ہلکے پھلکے ہو گئے ہوں۔ ہوا کا دباؤ خاصا کم ہو گیا تھا اس لئے وہ اب آسانی سے چل سکتے تھے۔ رنگز اترنے کے بعد ان کے جسموں میں موجود پھرتی واپس عود کر آئی تھی اور پھر جیسے جیسے وہ آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ ہواؤں کا دباؤ اور زور بھی کم ہوتا جا رہا تھا لیکن اب شام کے سائے گہرے ہونے لگ گئے تھے۔

”آؤ اب کچھ کھا پی لیں۔ اب تو پیدل چلنا پڑے گا۔ ورنہ اگر یہی کچھ کرنا ہوتا تو عرجانہ سے اونٹ لے لیتے“ ـــــ عمران نے اپنا کنٹوپ اتار کر

ریت پر بیٹھتے ہوئے کہا اور اس کے باقی ساتھیوں نے بھی اس کی پیروی کی۔

"عمران صاحب آگے کا فاصلہ بہت زیادہ ہے۔ اس لئے کیوں نہ ہم واپس عرجانہ کی طرف چل دیں کیونکہ پیدل چل کر ہم یہ صحرا اس طرح عبور نہ کر سکیں گے۔ ہمیں اب طویل چکر کاٹ کر اگا لیا جانا پڑے گا۔ مشرقی صحرا میں چلتے ہوئے تو ہم جلدی پہنچ جاتے لیکن اب صورت حال بدل گئی ہے" ــــــ عثمان جامیری نے کہا۔

"تمہاری بات درست ہے عثمان۔ لیکن ٹھہرو پہلے ٹرانسمیٹر پر کوشش کر لیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کوئی آدمی ہیلی کاپٹر میں موجود ہو اور کال سن لے" ــــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں وہ لوگ اس قسم کی مشینری کا آپریشن نہیں جانتے۔ اور نہ ہی وہ ہیلی کاپٹر میں داخل ہوں گے۔ ہمیں واپس جانا ہی ہو گا" ــــــ عثمان جامیری نے کہا۔ وہ تھیلوں میں سے کھجوریں نکال نکال کر کھا رہے تھے اور ساتھ ہی اپنی اپنی چھاگلوں میں سے پانی کے گھونٹ بھی لے رہے تھے۔

"میرا خیال ہے کہ بستی عرجانہ میں ان یہودیوں کا کوئی نہ کوئی ایجنٹ موجود ہے" ــــــ اچانک جوہان نے کہا تو عمران سمیت سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"کیا مطلب کیا کہنا چاہتے ہو۔ کھل کر بات کرو" ــــــ عمران کا لہجہ تیز تھا۔

"جب ہم اس کمرے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے تو مجھے احساس ہوا تھا کہ ایک کھڑکی کی سائیڈ پر کوئی آدمی موجود ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ میں اٹھ کر کھڑکی کی طرف گیا تھا لیکن مجھے وہاں کوئی آدمی نظر نہ آیا تو میں مطمئن ہو کر واپس آ گیا لیکن اس کے باوجود مجھے مسلسل یہی احساس رہا کہ ایسی بات یقیناً ہے۔ لیکن پھر میں نے اس خیال کو جھٹک دیا کہ یہ لوگ مذہبی عقائد کے لحاظ سے اس قدر پختہ واقع ہوئے ہیں کہ کسی یہودی کا وجود برداشت نہ کر سکیں گے۔ لیکن اب واپس جانے کی بات سن کر اچانک میرے ذہن میں دوبارہ یہ خیال آیا ہے" ــــــ جوہان نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ پھر تو واپسی لازماً ہو گی۔ ہو سکتا ہے رقم کے لالچ میں کوئی آدمی واقعی مخبری کر رہا ہو" ــــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور تھوڑی دیر بعد وہ اٹھ کر واپس عرجانہ بستی کی طرف چل پڑے۔

جب وہ واپس بستی میں پہنچے تو رات کافی گہری ہو چکی ہو گی اور بستی میں کوئی آدمی نظر نہ آ رہا تھا۔ ان کا ہیلی کاپٹر البتہ اپنی جگہ پر موجود تھا۔ وہ سب تیز تیز قدم اٹھاتے سردار خلف کے مکان کی طرف بڑھتے گئے۔ دستک کے جواب میں دروازہ کھولنے والا خود سردار خلف ہی تھا۔

"اوہ آپ لوگ واپس آ گئے۔ اچھا کیا یہ صحرا واقعی ناقابل عبور ہے" ــــــ سردار خلف نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"صحرا تو ناقابل عبور نہ تھا لیکن میری ہمت جواب دے گئی تھی" ــــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھیوں نے شرمندہ سے انداز میں سر جھکا لئے۔

ایک بار پھر وہ اسی کمرے میں جا کر بیٹھ گئے تھے۔

"سردار خلف کیا یہاں کوئی ایسا آدمی ہو سکتا ہے جو ہمارے متعلق ان یہودیوں کو مخبری کر سکے" ــــــ عمران نے اچانک انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"یہودیوں کی مخبری۔ اوہ نہیں ایسا ناممکن ہے۔ ایسا کوئی سوچ بھی نہیں

سکتا۔ آپ کو یہ کیسے خیال آ گیا" ـــــ سردار خلف کا لہجہ خاصا تلخ تھا۔

"ایسا ہوا ہے ہمیں روکنے کی کوشش کی گئی ہے" ـــ عمران نے اسی طرح سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ یہ کیسے ممکن ہے۔ نہیں کم از کم میں تو سوچ بھی نہیں سکتا۔ یہ چھوٹی سی بستی ہے۔ یہاں کا ہر آدمی دیکھا بھالا ہوا ہے" ـــ سردار خلف نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اچھی طرح سوچ کر جواب دو سردار خلف۔ تم نے کبھی کسی کے پاس کوئی ٹرانسمیٹر دیکھا ہو۔ کیونکہ یہاں سے اتنی جلدی مخبری بغیر ٹرانسمیٹر کے نہیں ہو سکتی" ـــ عمران نے کہا۔

"ٹرانسمیٹر تمہارا مطلب ہے وہ آلہ جس سے بات چیت ہوتی ہے" ـــ سردار خلف نے چونک کر پوچھا اور عمران نے سر ہلا دیا۔

"اوہ ایسا آلہ ایک بار میں نے طلحہ کے پاس دیکھا تھا۔ اس نے مجھے بتلایا تھا کہ یہ اسے ایک شکاری نے دیا تھا لیکن میں نے پرواہ نہ کی تھی۔ کیونکہ یہاں ہمارے لئے یہ بیکار تھا اور طلحہ نے یہ بھی بتایا کہ یہ خراب ہے، کام نہیں کرتا۔ وہ بس شوق کی وجہ سے اسے ساتھ لے آیا تھا لیکن آپ مجھ سے کھل کر بات کیوں نہیں کرتے۔ مخبری کس سے کی جانی تھی اور کیوں کی جانی تھی۔ اس کا کیا مقصد ہو سکتا ہے" ـــ سردار خلف نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے سردار خلف اب تمہیں پوری تفصیل بتانی ہی پڑے گی" ـــ عمران نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور پھر اس نے مختصر لفظوں میں ساری بات سردار خلف کو بتا دی۔

"اوہ یہ تو انتہائی اہم مسئلہ ہے۔ لیکن ـــ" سردار خلف نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"یہ طلحہ اس وقت کہاں ہو گا" ـــ عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

"اپنے گھر میں ہو گا بلواؤں اسے" ـــ سردار خلف نے کہا۔

"ہاں لیکن اسے یہ پتہ نہ چلے کہ ہم واپس آ گئے ہیں" ـــ عمران

نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"لیکن اگر تم یہ سوچ رہے ہو کہ وہ یہودیوں کا مخبر ہو گا تو یہ بات اپنے ذہن سے نکال دو۔ وہ تو یہودیوں کا بدترین مخالف ہے۔ ہم سب سے زیادہ" ـــ سردار خلف نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ بس تم اسے یہاں بلواؤ لیکن اسے معلوم نہ ہو کہ ہم واپس آ گئے ہیں" ـــ عمران نے کہا اور سردار خلف سر ہلاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"اگر چوہان کا شک درست ثابت ہوا تو یوں سمجھو کہ قدرت خود بخود ہماری مدد کر رہی ہے" ـــ عمران نے سردار خلف کے جانے کے بعد مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ کیسے۔ ہماری مدد کا سوال یہاں کیسے پیدا ہو گیا۔ اگر مخبری ہوئی ہے تو پھر تو وہ ہمارے استقبال کے لئے تیار ہوں گے" ـــ عثمان جامیری نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہی تو وہ غیبی امداد ہے۔ ظاہر ہے اس مخبر نے انہیں یہی بتایا ہو گا کہ ہم مشرقی صحرا کو پار کر کے آ رہے ہیں۔ اور وہ ہمارے استقبال کے لئے صحرا کے سامنے موجود ہوں گے۔ اس طرح باقی ہر طرف سے وہ بے فکر ہو جائیں گے اور ہم میک اپ کر کے انہی لوگوں کے روپ میں جب آگے بڑھیں گے تو لازماً ہمیں نظر انداز کر دیں گے" ـــ عمران نے کہا اور عثمان جامیری اس طرح عمران کو دیکھنے لگا جیسے سوچ رہا ہو کہ اس آدمی کے ذہن میں آخر کیا بھرا ہوا ہے کہ یہ اس قدر باریک باتیں سوچ لیتا ہے۔

"واقعی تم نے درست سوچا ہے" ـــــ عثمان جامیری نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

کچھ دیر بعد دروازہ کھلا اور سردار خلف ایک ادھیڑ عمر آدمی کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ ادھیڑ عمر آدمی عمران اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر اس بری طرح چونکا جیسے اُسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آ رہا ہو لیکن جلد ہی وہ سنبھل گیا۔ عمران اس کے چہرے کی ساخت دیکھ کر ہی سمجھ گیا تھا کہ وہ انتہائی حریص اور لالچی آدمی ہے اور پھر اس کے اس طرح چونکنے نے تو چوہان کا خیال بالکل درست ثابت کر دیا تھا۔

"یہ طلحہ ہے۔ ہماری بستی کا واحد پڑھا ہوا شخص اور طلحہ یہ عثمان جامیری ہیں میرے محسن اور یہ ان کے دوست ہیں" ـــــ سردار خلف نے طلحہ کا عمران اور اس کے ساتھیوں سے بیک وقت تعارف کراتے ہوئے کہا۔

طلحہ نے بڑی گرمجوشی سے سب کے ساتھ مصافحہ کیا اور پھر وہیں ان کے ساتھ ہی چٹائی پر بیٹھ گیا۔

"مگر سردار خلف آپ تو مجھے یہ کہہ کر لے آئے تھے کہ کوئی سرکاری آدمی آپ کے پاس دارالحکومت سے کوئی حکم نامہ لے کر آیا ہے اور مجھے وہ پڑھنا ہے۔ سردار خلف آپ کب سے جھوٹ بولنے لگے ہیں" ـــــ طلحہ کا لہجہ قدرے ناخوشگوار تھا۔

"جب سے تم نے یہودیوں کی مخبری شروع کی ہے، کتنی رقم دیتے ہیں وہ تمہیں" ـــــ عمران نے اس بار انتہائی تلخ لہجے میں کہا۔

"یہودیوں کی مخبری اور میں۔ لاحول ولا قوۃ۔ میں یہودیوں اور ان کی نسلوں پر لعنت بھیجتا ہوں۔ آپ میری توہین کر رہے ہیں۔ اگر آپ مہمان نہ ہوتے تو آپ کو یقیناً اس توہین کی سخت قیمت ادا کرنی پڑتی" ـــــ طلحہ نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"سنو طلحہ، تم نے کرنل ابا گر سے ٹرانسمیٹر پر جو بات چیت کی ہے۔ وہ ہمارے پاس ریکارڈ شدہ موجود ہے اور اسی وجہ سے ہمیں واپس آنا پڑا ہے۔ اگر کہو تو وہ ریکارڈ سنوا دوں" ـــــ عمران نے پھنکارتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بکواس قطعی بکواس۔ میں جا رہا ہوں سردار خلف" ـــــ طلحہ نے بجلی کی سی تیزی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ لیکن دوسرے لمحے وہ بُری طرح چیختا ہوا منہ کے بل نیچے چٹائی پر آ گرا۔ اس کے عقب میں موجود چوہان نے اس سے بھی زیادہ تیزی دکھائی تھی اور یہ اس کا طاقتور ککّہ تھا جو طلحہ کی کمر پر پڑا تھا اور وہ منہ کے بل نیچے جا گرا تھا۔ نیچے گر کر وہ اُٹھنے ہی لگا تھا کہ چوہان نے یکلخت جھک کر اُسے گردن سے پکڑا۔ اور دوسرے لمحے کمرہ طلحہ کی زوردار چیخ سے گونج اُٹھا۔ چوہان نے ایک زوردار جھٹکا دے کر اُسے پوری قوت سے موٹی دیوار سے دے مارا تھا۔ سردار خلف ہونٹ بھینچے خاموش بیٹھا تھا ویسے اس کا چہرہ شاید غصہ کنٹرول کرنے کی وجہ سے مزید سیاہ پڑ چکا تھا۔

طلحہ کا سر دیوار سے ٹکرایا اور نتیجہ یہ کہ نیچے گر کر وہ چند لمحوں کے لئے تڑپا اور پھر ساکت ہو گیا۔

"سردار خلف غصہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے ابھی یہ بات ثابت ہو جائے گی" ـــــ عمران نے سردار خلف سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو میں اسے عبرتناک سزا دوں گا ورنہ......" سردار خلف نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا لیکن ورنہ کے بعد وہ خاموش ہو کر عثمان جامیری کی طرف دیکھنے لگا۔

"سردار خلف، عمران صاحب غلط نہیں کہہ سکتے" ــــ عثمان جامیری نے کہا اور سردار خلف نے ایک طویل سانس لیا۔ اس دوران چوہان نے اپنی بیلٹ اتار کر طلحہ کے دونوں ہاتھ اس کی پشت پہ کر کے باندھ دیئے اور پھر اُسے ایک دیوار کے ساتھ بٹھا کر اس طرف اپنا ہاتھ ٹکا دیا جس طرف وہ ڈھلک رہا تھا۔

"اسے ہوش میں لے آؤ" ــــ عمران نے کہا اور دوسرے لمحے زوردار تھپڑ کی آواز سے کمرہ گونج اٹھا۔ ایک ہی تھپڑ طلحہ کے لئے کافی ثابت ہوا۔ وہ چیخ مار کر ہوش میں آ گیا۔

"سنو طلحہ اگر تم سچ سچ بتا دو تو میں تمہاری جان بخش دوں گا کیونکہ سردار خلف نے تمہاری سفارش کی ہے لیکن اگر تم نے جھوٹ بولنے کی کوشش کی تو پھر میں ٹرانسمیٹر پر تمہاری بات چیت سنوا دوں گا اور اس کے بعد ظاہر ہے تمہاری لاش پر ساری بستی والے تھوکیں گے" ــــ عمران کا لہجہ بے پناہ سخت تھا۔

"ہاں طلحہ اگر تم خود ہی سچ بول دو اور آئندہ کے لئے ایسا نہ کرنے کا وعدہ کرو تو میں خاموش ہو جاؤں گا۔ ورنہ اگر مجھے دوسری طرف سے ثبوت مل گیا تو پھر تم جانتے ہو کہ غداروں کو کیا سزا دی جاتی ہے" ــــ اس بار سردار خلف نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"سردار تمہیں خدا کا واسطہ میرے ساتھ عہد کرو کہ مجھے سزا بھی نہ دو گے اور

میرے عیب کو آشکار بھی نہ کرو گے" ــــ یکلخت طلحہ نے روتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے اگر تم سچ سچ بتا دو تو میرا وعدہ کہ تمہیں چھوڑ بھی دوں گا اور کسی کو تمہارے متعلق کچھ بتاؤں گا بھی نہیں" ــــ سردار خلف نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"سردار خلف میں واقعی کمینہ آدمی ہوں۔ دولت کی ہوس نے میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے۔ چار سال قبل جب میں تجارت کی غرض سے دارالحکومت گیا تو وہاں مجھے ایک شخص نے اس کام پر آمادہ کر لیا۔ اس نے مجھے ایک لاکھ دینار دیئے اور ساتھ ہی ٹرانسمیٹر بھی دیا۔ پھر میں ہر سال اس سے جا کر ایک لاکھ دینار لیتا رہا۔ لیکن ایسا کوئی واقعہ ہی نہ ہوا جو میں بتاتا پھر یہ تمہارے مہمان ہیلی کاپٹر پر آئے تو میں چونک پڑا۔ میں نے خفیہ طور پر کھڑکی کے نیچے بیٹھ کر ساری باتیں سنیں اور جس کے متعلق مجھے بتایا گیا تھا میں نے اُسے رپورٹ دے دی۔ اس کے بعد کرنل باگر کی کال آئی اور میں نے اُسے بھی بتا دیا کہ تمہارے مہمان مشرقی صحرا میں گئے ہیں۔ مجھ پر رحم کرنا سردار، اپنا وعدہ پورا کرنا میں بھی عہد کرتا ہوں کہ آئندہ یہودیوں کی مخبری نہ کروں گا" ــــ طلحہ نے لرزتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم تو یہودیوں کے سخت مخالف تھے۔ ہر وقت انہیں گالیاں دیتے رہتے تھے" ــــ سردار خلف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہ میں اس لئے کرتا تھا سردار کہ مجھ پر کسی کو شک نہ ہو سکے۔ مجھ پر رحم کرو سردار" ــــ طلحہ نے کہا۔

"کاش میں تم سے وعدہ نہ کرتا لیکن میں سچ سننا چاہتا تھا تم نے میرا سر

شرم سے جھکا دیا ہے۔ طلحہ کاش تمہیں موت آجاتی“ ـــــ سردار خلف نے انتہائی رنجیدہ لہجے میں کہا۔

”تم کبھی کرنل اباگر سے ملے ہو“ ـــــ عمران نے پوچھا۔

”نہیں میں تو اُسے جانتا تک نہیں۔ پہلی بار اس سے بات ہوئی ہے۔ میرا نمبر آر۔ ایس۔ ون ہے۔ اس نے مجھے اس نمبر پر پکارا تھا“ ـــــ طلحہ نے جواب دیا۔

”اگالیا بستی گئے ہو کبھی“ ـــــ عمران نے دوسرا سوال کیا۔

”نہیں میں جان بوجھ کر ادھر نہ گیا تھا تاکہ مجھ پر کسی کو شک نہ پڑ سکے“ ـــــ طلحہ نے جواب دیا۔

”سردار خلف کیا تم اس کے گھر سے وہ ٹرانسمیٹر لا سکتے ہو جس سے اس نے بات کی ہے“ ـــــ عمران نے سردار خلف سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میں جا کر لے آتا ہوں سردار“ ـــــ طلحہ نے فوراً کہا۔

”نہیں تم یہیں رہو گے“ ـــــ عمران نے خشک لہجے میں کہا۔

”کہاں پڑا ہوا ہے وہ“ ـــــ سردار خلف نے پوچھا۔

”آخری کمرے کی بڑی الماری کے نچلے خانے میں۔ میرے ملازم کو کہہ دو کہ سُرخ بیگ دے دے۔ وہ لا دے گا“ ـــــ طلحہ نے کہا اور سردار خلف سر ہلاتا ہوا اٹھا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

”جسے تم نے رپورٹ دی تھی وہ کون ہے“ ـــــ عمران نے پوچھا۔

”چیف آف سیکرٹ سرکل کہلاتا ہے ـــــ اب مجھے یہ معلوم نہیں کہ وہ کون ہے۔ کیونکہ میں اس سے کبھی ملا ہی نہیں“ ـــــ طلحہ نے جواب دیا۔

”کرنل اباگر نے خود تمہیں کال کیا تھا“ ـــــ عمران نے پوچھا۔

”ہاں اس کی کال آئی تھی“ ـــــ طلحہ نے جواب دیا۔ اور عمران سر ہلاتے ہوئے خاموش ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد سردار خلف واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں واقعی سُرخ چمڑے کا بنا ہوا بیگ تھا۔ اس نے وہ بیگ عمران کے سامنے رکھ دیا۔ عمران نے اسے کھول کر جب ٹرانسمیٹر باہر نکالا تو وہ بُری طرح چونک پڑا کیونکہ ٹرانسمیٹر انتہائی وسیع حیطۂ عمل کا تھا اور خاصا جدید تھا۔

”تمہارا کوڈ آر۔ ایس۔ ون ہے“ ـــــ عمران نے پوچھا اور طلحہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”چوہان اس کے ہاتھ آزاد کر دو۔ اگر سردار خلف اسے امان دے چکا ہے تو ہم اس پر سختی کیوں کریں“ ـــــ عمران نے چوہان سے مخاطب ہو کر کہا اور طلحہ کا سُتا ہوا چہرہ یکلخت کھل اٹھا۔ چوہان نے خاموشی سے طلحہ کے ہاتھ آزاد کر دیئے۔

”سنو طلحہ اپنے چیف آف سیکرٹ سرکل کو کال کرو اور اس سے کرنل اباگر کی فریکوئنسی پوچھو۔ اُسے کہہ دینا کہ کرنل اباگر سے اہم بات کرنی ہے۔ اس طرح تم اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کر سکو گے“ ـــــ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”کرنل اباگر کی فریکوئنسی وہ تو مجھے معلوم ہے۔ کیونکہ اس میں وہ فریکوئنسی بھی آجاتی ہے جس سے اس پر کال کی جاتے“ ـــــ طلحہ نے چونک کر کہا۔

”تو بتاؤ“ ـــــ عمران نے کہا اور جواب میں طلحہ نے فریکوئنسی بتا دی۔

"تو سنو اب کرنل اباگر کو کال کرو اور اُسے بتاؤ کہ ہم لوگ واپس آ رہے تھے کہ تم نے ہمیں صحرا میں دیکھ لیا اور پھر ہم پر قابو کر لیا۔ اب تم نے پوچھنا ہے کہ کیا ہمیں مار دیا جائے یا ہیلی کاپٹر پر اس تک پہنچایا جائے۔ اُسے بتا دیا کہ ہیلی کاپٹر چلانا جانتے ہو" ——— عمران نے طلحہ کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"اوہ ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا میں بات کر لیتا ہوں۔ خدا کی قسم میں لالچ میں آ گیا تھا۔ اب میں تمہاری مدد کر کے اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کروں ا" ——— طلحہ نے بڑے پرخلوص لہجے میں کہا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرنا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ٹوں ٹوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔

"ہیلو ہیلو آر۔ ایس۔ ون کالنگ چیف آف ڈیزرٹ کمانڈوز سے ات کراؤ اوور" ——— طلحہ نے یہی فقرہ بار بار دہرانا شروع کر دیا۔

"یس ہیڈ کوارٹر اٹنڈنگ، چیف یہاں موجود نہیں میں پیغام دے دو اوور" ——— چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک آواز ابھری۔

"اوہ چیف سے بات کراؤ انتہائی اہم بات ہے۔ فوراً کراؤ ورنہ بہت ڑا نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ اوور" ——— طلحہ نے کہا۔

"او۔ کے اپنی فریکوئنسی بتاؤ۔ چیف تم سے خود بات کرے گا" ——— دوسری طرف سے کہا گیا۔

"چیف فریکوئنسی جانتا ہے۔ صرف اُسے کہہ دو کہ آر۔ ایس۔ ون سے ودی بات کرے اوور" ——— طلحہ نے جواب دیا۔

"او۔ کے کال کے لئے ویٹ کرو اوور اینڈ آل" ——— دوسری

طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر سے دوبارہ ٹوں ٹوں کی آوازیں آنے لگیں اور طلحہ نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد ٹرانسمیٹر ایک بار پھر جاگ پڑا۔ ایک لمحے کے لئے تو اس میں سے ٹوں ٹوں کی آوازیں سنائی دیں پھر ایک بھاری سی آواز آنے لگی۔

"ہیلو ہیلو کرنل اباگر چیف آف ڈیزرٹ کمانڈوز کالنگ آر۔ ایس۔ ون اوور" ——— بولنے والے کے لہجے میں ہلکا سا تحیر موجود تھا۔

"یس آر۔ ایس۔ ون اٹنڈنگ اوور" ——— طلحہ نے ایک بٹن دباتے ہوئے جواب دیا۔

"کیوں ہیڈ کوارٹر کال کی تھی اوور" ——— دوسری طرف سے سخت لہجے میں پوچھا گیا۔

"جناب ایک اہم بات کرنی تھی آپ سے۔ وہ ایشیائی اور الگزاری عثمان جابری جو مشرقی صحرا میں داخل ہوئے تھے واپس بستی میں آ گئے ہیں۔ میں ایک قافلے کے انتظار میں سولہویں ٹیلے کے پاس موجود تھا کہ میں نے انہیں دور سے پیدل آتے ہوئے دیکھا۔ وہ بری طرح جھکے ہوئے نظر آ رہے تھے اور گھسٹ گھسٹ کر چل رہے تھے پھر وہ میرے قریب سے گزرے تو میں نے انہیں پہچان لیا۔ حالانکہ وہ ریت کی وجہ سے بھوت بنے ہوئے تھے۔ ان کی حالت بے حد خستہ تھی۔ وہ سولہویں ٹیلے سے ذرا آگے جا کر ریت پر گرے اور بیہوش ہو گئے۔ جناب میں نے انہیں اٹھا کر بستی سے ذرا ہٹ کر اپنے مخصوص اڈے پر پہنچا دیا ہے اور انہیں رسیوں سے باندھ دیا ہے۔ وہ ابھی تک بیہوش پڑے ہوئے ہیں۔ ان کی حالت بے حد خستہ ہے۔ یوں لگ رہا ہے کہ جیسے ہواؤں نے ان کے

جسم سے روح ہی نکال دی ہو۔ اب میں آپ کو اس لئے کال کر رہا ہوں کہ ان کا کیا کروں۔ انہیں گولی مار کر کہیں دور ریت میں دفن کر دوں یا انہیں ان کے ہیلی کاپٹر میں ڈال کر آپ کے پاس لے آؤں جیسے آپ حکم کریں اوور" ___ طلحہ نے تیز تیز اور پرجوش لہجے میں کہا اور عمران مسکرا دیا۔ طلحہ نے واقعی اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کی پوری کوشش کر دی تھی۔

"اوہ اوہ کیا کہہ رہے ہو تم میں تو یہاں ان کے انتظار میں بیٹھا ہوں۔ وہ کیسے نکل گئے مشرقی صحرا سے۔ اوور" ___ کرنل اباگر کی انتہائی حیرت بھری آواز سنائی دی۔ اس کے لہجے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اُسے طلحہ کی بات کا یقین نہیں آ رہا۔

"یہ تو مجھے معلوم نہیں ہے جناب کہ وہ کیسے نکل آئے۔ اگر میں قافلے کے انتظار میں سولہویں ٹیلے کے پاس نہ جاتا تو مجھے بھی ان کی آمد کا علم نہ ہوتا۔ بہرحال اب آپ حکم فرمائیں میرا تو یہی خیال ہے جناب کہ میں انہیں ہلاک کر کے کہیں ریت میں دبا دوں۔ اس طرح بستی والوں کو بھی پتہ نہ چل سکے گا۔ اور یہ لوگ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گے اوور" ___ طلحہ نے کہا۔

"کیا تم ہیلی کاپٹر اڑا سکتے ہو۔ اوور" ___ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کرنل اباگر نے پوچھا۔

"یس سر بہت اچھی طرح میں نے باقاعدہ ٹریننگ لے رکھی ہے اوور" ___ طلحہ نے جواب دیا۔

"لیکن اگر تم ہیلی کاپٹر کو اڑا کر لے گئے تو بستی والوں کو پتہ نہ چل جائے گا۔ اوور" ___ دوسری طرف سے کرنل اباگر نے کہا۔

"اس وقت تو بستی والے گہری نیند سوئے ہوئے ہیں اور ہیلی کاپٹر بھی بستی سے کچھ دور کھڑا ہے۔ اس وقت تو اس کی پرواز کا کسی کو پتہ نہ چلے گا البتہ دن کے وقت سب کو پتہ چل جائے گا۔ اور میں نے بہرحال رات کو ہی واپس آجانا ہے ورنہ صبح ہیلی کاپٹر غائب دیکھ کر تو یہاں ہنگامہ برپا ہو جائے گا اوور" ___ طلحہ نے جواب دیا۔

"او۔ کے۔ تم ایسا کرو انہیں اچھی طرح باندھ کر ہیلی کاپٹر میں ڈالو اور ہیلی کاپٹر لے کر مشرقی صحرا کے اوپر سے گزرتے ہوئے آگے بڑھ آؤ۔ مشرقی صحرا کے خاتمے کے فوراً بعد تمہیں نیچے سے لائٹ کا اشارہ دیا جائے گا اور تم ہیلی کاپٹر اتار دینا۔ پھر ان لوگوں کو ہم وصول کر لیں گے اور تم ہیلی کاپٹر واپس لے جانا۔ انتہائی محتاط رہنا۔ یہ سخت خطرناک ترین لوگ ہیں اوور" ___ کرنل اباگر نے کہا۔

"اگر یہ لوگ اس قدر خطرناک ہیں جناب تو پھر انہیں ہلاک کر کے کیوں نہ ہیلی کاپٹر میں ڈالا جائے خواہ مخواہ رسک کیوں لیا جائے اوور" ___ طلحہ نے کہا۔

"نہیں میں انہیں زندہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ تم بس انہیں اچھی طرح باندھ دینا اس طرح کہ یہ معمولی سی حرکت بھی نہ کر سکیں۔ اور پھر انہیں لے آؤ اوور" ___ کرنل اباگر نے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب میں لے آتا ہوں انہیں اوور" ___ طلحہ نے کہا۔

"میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں اوور اینڈ آل" ___ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر سے ٹوں ٹوں کی آوازیں دوبارہ

بلند ہونے لگیں۔ طلحہ نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"گڈ شو طلحہ تم نے واقعی اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے" ــــــ عمران نے ٹرانسمیٹر آف ہوتے ہی مسکرا کر کہا اور طلحہ کا چہرہ کھل اٹھا۔

"شکریہ جناب واقعی میری آنکھوں پر لالچ نے کمینگی کا پردہ ڈال دیا تھا۔ لیکن مجھے تو ہیلی کاپٹر چلانا آتا ہی نہیں" ــــــ طلحہ نے کہا۔

"تم اس کی فکر مت کرو" ــــــ عمران نے کہا اور پھر سردار خلف سے مخاطب ہو گیا۔

"سردار خلف کیا تم ہمیں چار ایسے آدمی دے سکتے ہو جو ہمارے قد و قامت کے ہوں اور ہم سے مکمل تعاون کریں۔ میں ان کی زندگیوں کی ضمانت دیتا ہوں" ــــــ عمران نے کہا۔

"آپ کیا کرنا چاہتے ہیں پہلے مجھے تفصیل بتائیں" ــــــ سردار خلف نے کہا۔

"میں ان چاروں پر اپنا اور اپنے ساتھیوں کا میک اپ کروں گا اور خود میں اپنے آپ پر طلحہ کا میک اپ کروں گا۔ اس کے بعد میں انہیں لے کر وہاں جاؤں گا۔ ظاہر ہے کرنل اباگر سامنے آئے گا اور اس کے بعد کرنل اباگر کو اغوا کر کے واپس یہاں لے آؤں گا اور اس کے بعد کرنل اباگر سے ان ڈیزرٹ کمانڈوز کی پوری تفصیل معلوم کر کے میں ان کے اڈوں کا خاتمہ کروں گا اور آگے لیبارٹری کی طرف بڑھ جاؤں گا" ــــــ عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"لیکن میں تمہارے ساتھ جاؤں گا ہر قیمت پر" ــــــ عمران کے خاموش ہوتے ہی عثمان جامیری بول پڑا۔

"عمران صاحب۔ دوسرے آدمیوں کے لینے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ طلحہ کا میک اپ کر لیں اور طلحہ پر اپنا کر دیں۔ اس کے بعد ہم سب ساتھ چلے جائیں گے" ــــــ خاور نے کہا۔

"اوہ ہاں یہ تجویز زیادہ اچھی ہے۔ ٹھیک ہے طلحہ کیا تم ہمارا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو" ــــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"بسر و چشم جناب" ــــــ طلحہ نے فوراً ہی جواب دیا اور عمران نے میک اپ باکس ہیلی کاپٹر سے نکال لانے کے لئے جوہان کو کہا اور جوہان اٹھ کر تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

ریت کے ایک ٹیلے کی اوٹ میں کرنل ابگر اپنے دو ساتھیوں سمیت موجود تھا۔ اس کی آنکھوں سے ایک مخصوص دوربین لگی ہوئی تھی۔ اس کے دوسرے دو ساتھی خاموش کھڑے تھے۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں میں مشین گنیں اٹھائی ہوئی تھیں۔

"سب آدمی اپنی اپنی جگہوں پر موجود ہیں جانسن" ——— کرنل اباگر نے اپنے قریب موجود ایک آدمی سے مخاطب ہو کر کہا لیکن آنکھوں سے دوربین نہ ہٹائی تھی۔

"یس باس" ——— جانسن نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ابھی تک یہ پہنچے نہیں ——— اب تک تو ہیلی کاپٹر پہنچ جانا چاہیئے" کرنل اباگر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"باس، مشرقی صحرا کے خوفناک طوفانوں میں نہ پھنس گیا ہو" ——— جانسن نے کہا۔

"نہیں اس قدر بلندی پر طوفانوں کا زور نہیں ہوتا صرف ریت ہوتی ہے طوفانوں کا زور نیچے ہوتا ہے" ——— کرنل اباگر نے جواب دیا۔

"باس۔ کیا آپ کو اس طلحہ پر کوئی شک ہے جو آپ نے اس قدر انتظامات کئے ہیں" ——— چند لمحوں کی خاموشی کے بعد جانسن نے دوبارہ پوچھا۔

"جہاں عمران اور اس کے ساتھیوں کا تعلق ہو وہاں مجھے اپنے آپ پر بھی شک گزرتا ہے۔ طلحہ تو پھر ایک ایجنٹ ہے" ——— کرنل اباگر نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور جانسن خاموش ہو گیا۔

"اوہ شاید ہیلی کاپٹر آ رہا ہے" ——— اچانک کرنل اباگر نے کہا اور اس کے دونوں ساتھی چونک کر سیدھے ہو گئے۔

"ہاں ہیلی کاپٹر آ رہا ہے۔ خاصا جدید قسم کا ہیلی کاپٹر ہے" ——— کرنل اباگر نے دوربین سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھیوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموش رہے۔ تھوڑی دیر بعد انہیں خالی آنکھوں سے بھی گھپ اندھیرے میں ہیلی کاپٹر کا ہیولہ نظر آنے لگ گیا تھا۔ کرنل اباگر نے بھی اب دوربین ہٹا لی تھی۔

"جاؤ جانسن۔ آگے والے ٹیلے کے پاس جا کر اسے ٹارچ سے اشارہ دو تا کہ وہ ٹیلے کے قریب اتر جائے۔ پھر تم نے خود جانا ہے۔ اور جا کر ہیلی کاپٹر کا جائزہ لینا ہے۔ اگر وہ لوگ بندھے ہوئے پڑے ہوں۔ تو اس طلحہ کو وہیں گولی مار دینا۔ اس کے مرنے کے بعد ہم سب سامنے آئیں گے" ——— کرنل اباگر نے کہا اور جانسن نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن کاندھے سے لٹکائی اور تیزی سے دوڑتا ہوا اس ٹیلے کے پیچھے

سے نکل کر آگے موجود ایک ٹیلے کی طرف بڑھ گیا۔ یہ ٹیلا وہاں سے کافی دور تھا۔ اس لئے جانسن کو اس ٹیلے تک پہنچتے پہنچتے چند منٹ لگ گئے۔ اب ہیلی کاپٹر کافی نزدیک آچکا تھا اس لئے واضح طور پر نظر آنے لگ گیا تھا۔ اُسی لمحے اس ٹیلے کے پیچھے سے جہاں جانسن موجود تھا روشنی کی ایک لکیر نکل کر آسمان کی طرف بلند ہوئی اور پھر یہ روشنی مخصوص انداز میں لہرانے لگی۔ اس کے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر کی مین لائٹس جل اٹھیں اور وہ تیزی سے نیچے آنے لگا۔ جانسن مسلسل ٹارچ سے اشارے دے رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہیلی کاپٹر ٹیلے سے کچھ دور ریت پر آکر اُتر گیا اور جانسن ٹیلے کے پیچھے سے نکلا اور دوڑتا ہوا ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھا۔ اس سے پہلے کہ وہ ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچتا ہیلی کاپٹر میں سے ایک بدو چھلانگ لگا کر نیچے اترا۔ اور جانسن کو قریب آتے دیکھنے لگا۔

"کیا آپ کرنل اباگر ہیں" ـــــ اس بدو کی تیز آواز سنائی دی۔

"میرا نام جانسن ہے اور میں کرنل اباگر کا اسسٹنٹ ہوں۔ کیا تم ان آدمیوں کو لے آئے ہو" ـــــ جانسن کی آواز سنائی دی۔

"ہاں وہ اندر بندھے ہوئے پڑے ہیں۔ کرنل اباگر کہاں ہیں" ـــــ بدو نے پوچھا۔

"وہ بھی آجائیں گے۔ پہلے میں انہیں چیک کر لوں" ـــــ جانسن کی آواز سنائی دی اور دوسرے لمحے جانسن ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ کر پھرتی سے اس پر چڑھ گیا۔ بدو بھی اس کے پیچھے اوپر چلا گیا تھا۔ کرنل اباگر کے ہونٹ بھنچ گئے۔ آواز سے تو وہ پہچان گیا تھا کہ یہی بدو ہی اے۔ ایس ون ہے لیکن اس نے ہونٹ بھینچ لئے تھے کہ وہ بدو جانسن کے پیچھے

اُوپر کیوں چلا گیا تھا۔

چند لمحوں بعد جانسن چھلانگ لگا کر نیچے اترا۔ اس کے پیچھے بدو بھی ہیلی کاپٹر سے نیچے آگیا۔

"ٹھیک ہے سامنے چلے جاؤ ٹیلے کے پیچھے کرنل اباگر موجود ہیں" ـــــ جانسن نے کہا اور ساتھ ہی اس نے کاندھے سے لٹکی ہوئی مشین گن اتار کر ہاتھوں میں لے لی۔

"تم میرے ساتھ چلو مجھے شک پڑ رہا ہے کہ تم کرنل اباگر کے اسسٹنٹ نہیں ہو" ـــــ بدو کی تیز آواز سنائی دی۔

"شٹ اپ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو جاؤ" ـــــ جانسن کی غصے سے بھری ہوئی آواز سنائی دی۔

"دیکھو میں تمہارا ماتحت نہیں ہوں سمجھے۔ میرا تعلق سیکرٹ سرکل سے ہے۔ اس لئے ہوش میں رہ کر مجھ سے بات کرو۔ میں تو تم لوگوں سے تعاون کر رہا ہوں اور تم مجھے غصہ دکھا رہے ہو" ـــــ بدو نے بُری طرح بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تمہاری زبان ضرورت سے زیادہ چلتی ہے" ـــــ جانسن نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور تیزی سے دو قدم پیچھے ہٹا اور اس کے ساتھ ہی اس نے مشین گن سیدھی کی اور دوسرے لمحے ریٹ ریٹ کی مخصوص آوازوں سے فضا گونج اٹھی لیکن ساتھ ہی جانسن کے حلق سے ایک زوردار چیخ نکلی اور وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ یہ بدو انتہائی حیرت انگیز طریقے سے ہوا میں اچھلا اور مشین گن کی گولیاں تو اس کے جسم کے نیچے سے نکل گئیں لیکن اس کی دونوں ٹانگوں کی ضرب جانسن کے چہرے پر پوری قوت

سے پڑیں اور جانسن چیخ مار کر نیچے گرا تو وہ بدو حیرت انگیز طریقے سے قلابازی کھا کر جب سیدھا ہوا تو جانسن کی مشین گن اس کے ہاتھوں میں تھی اور پھر اس سے پہلے کہ کرنل اباگر حیرت کے اس جھٹکے سے نکلتا وہ بدو بے پناہ پھرتی کا مظاہرہ کرتا ہوا ایک لمبی چھلانگ لگا کر ہیلی کاپٹر پہ سوار ہو گیا۔

"خبردار۔ اگر کوئی ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھا۔ میں صرف کرنل اباگر سے بات کروں گا"—— دوسرے لمحے اس بدو کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔ اور جانسن جو ریت پر پڑا تھا اٹھ کر پیچھے ہٹتا گیا۔ اس کا چہرہ اندھیرے میں بھی خاصا خون آلود نظر آ رہا تھا۔

"سنو آر۔ ایس۔ ون۔ میں کرنل اباگر بول رہا ہوں تمہیں غلط فہمی ہو گئی ہے۔ ہم تمہیں کچھ نہیں کہنا چاہتے۔ تم تو ہمارے محسن ہو۔ تم ایسا کرو ان لوگوں کو ہیلی کاپٹر سے نیچے پھینک دو اور خود ہیلی کاپٹر سمیت واپس چلے جاؤ"—— کرنل اباگر نے پوری قوت سے چیختے ہوئے کہا۔

"نہیں اب مجھے کسی پہ اعتماد نہیں رہا۔ میں ان لوگوں کو سیکرٹ سرکل کے چیف کے حوالے کر دوں گا یا پھر کرنل اباگر تم اکیلے میرے پاس آؤ"—— آر۔ ایس۔ ون کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ٹھیک ہے تم باہر آ جاؤ میں خود آ رہا ہوں"—— کرنل اباگر نے تیز لہجے میں کہا۔

"نہیں تم جب ہیلی کاپٹر کے قریب آؤ گے تب میں باہر آؤں گا"—— آر۔ ایس۔ ون کی آواز سنائی دی۔

"جو میں کہہ رہا ہوں وہی کرو آر۔ ایس۔ ون یہ میرا حکم ہے"——

کرنل اباگر نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"سوری کرنل اباگر تم نے خود اپنا اعتماد ختم کیا ہے۔ اس لئے جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو"—— آر۔ ایس۔ ون کی آواز سنائی دی۔

"او یو نانسنس تمہاری یہ جرات کہ میرے حکم کی تعمیل نہ کرو۔ میں تمہارا پورا ہیلی کاپٹر اڑا دوں گا"—— کرنل اباگر نے انتہائی غصے سے چیختے ہوئے کہا لیکن اس بار آر۔ ایس۔ ون نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ ہیلی کاپٹر کا پنکھا تیزی سے گھومنے لگا۔

"میزائل فائر کرو۔ تباہ کر دو اس ہیلی کاپٹر کو"—— کرنل اباگر نے چیختے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے شمالی طرف موجود ایک ٹیلے کے پیچھے سے سیٹی کی تیز آواز کے ساتھ ہی سرخ رنگ کا شعلہ لپکا اور دوسرے لمحے ہیلی کاپٹر کے ٹکڑے فضا میں پھیل گئے اور اس کے ساتھ ہی ایک خوفناک دھماکہ ہوا۔ اور ہیلی کاپٹر کا جلتا ہوا ڈھانچہ آگ کے خوفناک شعلے میں تبدیل ہو گیا۔ یہ آگ اس قدر شدید تھی کہ دور دور تک تیز روشنی پھیل گئی جب کہ جانسن اس دوران بری طرح بھاگتا ہوا اس ٹیلے کے قریب پہنچ گیا جس کے پیچھے کرنل اباگر موجود تھا۔

"باس یہ شخص انتہائی حیرت انگیز حد تک پھرتیلا تھا"—— جانسن نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"تم نے دیر کر دی اُسے گولی مارنے میں۔ بہر حال تم اندر گئے تھے کیا پوزیشن تھی"—— کرنل اباگر نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"باس اندر چار آدمی بندھے ہوئے پڑے تھے۔ وہ بے ہوش بھی تھے۔ ان میں سے ایک الگزارڈی تھا جب کہ تین ایشیائی تھے"—— جانسن نے

جواب دیا اور کرنل اباگر کے چہرے پر اطمینان کے آثار پھیل گئے۔

"گڈ شو۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ ے آیا تھا انہیں۔ بہرحال ٹھیک ہے جاؤ اور جا کر ان کی لاشوں کے جلے ہوئے ٹکڑے تلاش کرو۔ میں واپس اڈے میں جا رہا ہوں۔ ٹکڑے وہیں لے آنا"۔۔۔۔ کرنل باگر نے اس بار مطمئن لہجے میں کہا اور پھر ٹیلے کی آڑ سے نکل کر تیز تیز قدم اٹھاتا جنوب کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی چال میں گہرا اطمینان تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ان کی لاشوں کے ٹکڑے آنے کے بعد وہ براہ راست صدر مملکت کو کال کر کے ساری رپورٹ دے گا۔ اور پھر صدرِ مملکت اُسے یہودیوں کا قومی ہیرو قرار دینے میں کوئی ہچکچاہٹ ظاہر نہ کریں گے۔

عمران کے ساتھی ہیلی کاپٹر کے عقبی دروازے سے نیچے اُتر کر ہیلی کاپٹر کے عقب میں موجود ٹیلوں کی آڑ میں چلے گئے تھے جب کہ عمران اس دوران ہیلی کاپٹر کی عقبی سائیڈ میں رک کر انتہائی اونچی آواز میں کرنل اباگر سے بات چیت میں مصروف تھا۔ اس کرنے والے نے جس انداز میں اُسے گولی مارنے کی کوشش کی تھی اس سے وہ سمجھ گیا تھا کہ کرنل اباگر اُسے بطور طلحہ بھی ساتھ ہی ختم کرنا چاہتا ہے۔ اور وہ اس کی وجہ بھی سمجھ گیا تھا کیونکہ طلحہ کا تعلق سیکرٹ سرکل سے تھا اس لئے اگر طلحہ ختم نہ ہوا تو پھر کرنل اباگر کی اہمیت نہ بن سکے گی جب کہ طلحہ کے خاتمے کے ساتھ ہی وہ اعلیٰ حکام کو یہ تاثر دے سکتا ہے کہ اس نے خود اپنی کوششوں سے ان کا خاتمہ کیا ہے چونکہ کرنل اباگر خود سامنے نہ آ رہا تھا اس لئے عمران سمجھ گیا کہ اس نے ان کے خاتمے کے لئے پورے انتظامات کر رکھے ہوں گے۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے سارے ساتھیوں کو ہیلی کاپٹر سے اتر کر عقبی ٹیلوں کی پیچھے چھپنے کا کہا تھا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

اور خود بھی ان کے ساتھ عقبی دروازے سے نیچے اتر گیا تھا۔ ہر طرف پھیلا ہوا اندھیرا اس معاملے میں ان کی مدد کر رہا تھا اور پھر عمران تو ہیلی کاپٹر کی سائیڈ پر رک کر پہلے سے زیادہ اونچی آواز میں کرنل اباگر سے باتیں کرنے لگا تاکہ اس کے ساتھی مناسب جگہوں پر پہنچ جائیں اور کرنل اباگر کو بھی شک نہ ہو اور اس کے بعد وہ خود بھی پلٹا اور انتہائی تیز رفتاری سے دوڑتا ہوا عقبی ٹیلوں میں گھس گیا۔

"عمران صاحب" ــــ ایک ٹیلے کے پیچھے سے جوہان کی آواز سنائی دی۔

"اوہ دور چلو ہو سکتا ہے وہ ہیلی کاپٹر کو بم سے اڑا دیں اس طرح ہم خطرے کی زد میں آ جائیں گے" ــــ عمران نے اس ٹیلے کی طرف دوڑتے ہوتے کہا اور خود بھی خاصی تیز رفتاری سے ٹیلوں کی آڑ لیتا ہوا پیچھے کی طرف بھاگتا گیا۔ اس کے ساتھی جن میں طلحہ بھی موجود تھا اس کے پیچھے بھاگ رہے تھے اور ابھی وہ کچھ ہی دور گئے تھے کہ یکلخت ایک خوفناک دھماکے کے ساتھ ہی ان کے عقب میں تیز روشنی پھیل گئی اور وہ سب بے اختیار ٹیلوں کی اوٹ میں دبک گئے۔ واقعی ہیلی کاپٹر کے پرزے فضا میں اڑتے ہوتے کافی دور دور تک پھیل گئے تھے۔ لیکن بہرحال وہ ان کی زد سے کچھ دور تھے اس لئے بچ گئے تھے۔ ہیلی کاپٹر کا ڈھانچہ آگ کے بڑے الاؤ کی طرح جل رہا تھا۔ اس کے ٹینکس میں موجود پیٹرول کو آگ لگ گئی تھی۔ لیکن آہستہ آہستہ آگ مدھم پڑتی گئی۔ اور اب ہلکی روشنی باقی رہ گئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی انہیں سات آٹھ آدمی مختلف ٹیلوں کے پیچھے سے نکل کر چلتے ہوتے ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھتے دکھائی دیتے۔ ان کے ہاتھوں

میں مشین گنیں نظر آ رہی تھیں لیکن وہ محتاط نہ تھے بلکہ بڑے اطمینان سے چلتے ہوئے آ رہے تھے۔ ان میں جانسن بھی شامل تھا۔

"میں جانسن کو پکڑتا ہوں جیسے ہی میں اسے چھاپ لوں تم نے باقی افراد پر فائر کھول دینا ہے" ــــ عمران نے کہا اور پھر تیزی سے ٹیلے کی اوٹ سے نکلا اور جھکے جھکے انداز میں دوڑتا ہوا ایک کے بعد دوسرے ٹیلے اور دوسرے کے بعد تیسرے ٹیلے کے پیچھے چھپ کر آگے بڑھتا رہا۔ اب سارے افراد اس ڈھانچے کے ارد گرد کے علاقے کو ٹارچوں کی مدد سے چیک کر رہے تھے اور ٹارچوں کی روشنیوں سے عمران ان کی موجودگی کا اچھی طرح اندازہ کر رہا تھا۔ جانسن کا قد و قامت چونکہ باقی سب سے نمایاں تھا اس لئے وہ اسے ان سب میں پہچان سکتا تھا اور پھر وہ ایک ٹیلے کے پیچھے جا کر رک گیا۔ وہاں سے وہ لوگ خاصے قریب تھے۔

"یہاں تو انسانی جسم کا ایک ٹکڑا بھی نظر نہیں آ رہا" ــــ ایک آدمی کی آواز سنائی دی۔

"باس بھی کمال کرتے ہیں۔ میزائل پڑنے کے بعد ان کی لاشیں کہاں مل سکتی ہیں وہ تو راکھ ہو گئے ہوں گے" ــــ ایک اور آواز سنائی دی۔

"ایک بھی ٹکڑہ مل جاتے تو کام بن جائے گا۔ کم از کم باس تو مطمئن ہو جائے گا" ــــ جانسن کی آواز سنائی دی اور عمران مسکرا دیا۔

"باس کو ساتھ لے آنا تھا جانسن تاکہ وہ خود دیکھ لیتا۔ اسے اڈے میں کیوں بھیج دیا ہے" ــــ ایک آدمی نے اونچی آواز میں کہا۔

"اب اسے میں کیسے روکتا" ــــ جانسن نے جواب دیا اور اس

کے ساتھ ہی وہ روشن ٹارچ کو گردش دیتا ہوا اس ٹیلے کے قریب پہنچ گیا جس کے پیچھے عمران چھپا ہوا تھا۔ اس کے باقی ساتھی اس سے قدرے دور تھے۔ عمران کے اعصاب تن گئے۔ وہ ٹیلے کی جڑ میں اکڑوں بیٹھا ہوا تھا اور جیسے ہی ٹارچ کی روشنی آگے بڑھی اور جانسن کا جسم سائیڈ پر آیا۔

یکلخت عمران کسی بھوکے چیتے کے انداز میں اس پر جھپٹ پڑا۔ اور پلک جھپکنے میں وہ جانسن کو چاپ کر واپس ٹیلے کی اوٹ میں ہو گیا۔ اس کا ایک ہاتھ پوری مضبوطی سے اس کے منہ پر جما ہوا تھا۔ جانسن خاصے طاقتور جسم کا مالک تھا اس لئے عمران کو اُسے قابو میں رکھنے کے لئے خاصی جدوجہد کرنی پڑ رہی تھی لیکن اسی لمحے مشین گنوں کی ریٹ ریٹ سے فضا گونج اٹھی۔ اور ریٹ ریٹ کی ان آوازوں میں انسانی چیخیں بھی شامل ہو گئیں۔ اس کے ساتھیوں نے جانسن کو چاپ لینے کے بعد اس کی ہدایت کے مطابق باقی افراد پر فائر کھول دیا تھا۔ سات آٹھ افراد پلک جھپکنے میں ختم ہو گئے۔ چونکہ انہیں اپنے پر ہونے والی فائرنگ کی معمولی سی توقع بھی نہ تھی اس لئے ان میں سے کوئی بھی کسی ٹیلے کی آڑ نہ لے سکا۔ ان سب افراد کے مرتے ہی عمران نے ایک زوردار جھٹکا اپنے بازوؤں میں پھڑکتے ہوئے جانسن کو دیا۔ اس نے جھٹکا دینے سے پہلے اس کے منہ سے ہاتھ ہٹا کر سر پر رکھ لیا تھا۔ منہ سے ہاتھ ہٹنے کی وجہ سے جانسن کے حلق سے ایک زوردار چیخ نکلی اور دوسرے لمحے اس کا پھڑکتا ہوا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ عمران نے اس کے جسم کو سنبھالا اور پھر کاندھے پر لاد کر وہ تیزی سے ان ٹیلوں کی طرف دوڑ پڑا جس کے پیچھے اس کے ساتھی موجود تھے۔ چند لمحوں میں ہی وہ وہاں تک پہنچ گیا۔ وہ سب ایک ہی ٹیلے کے پیچھے اکٹھے ہوئے موجود تھے۔

"ہو سکتا ہے فائرنگ کی آوازوں سے کوئی ردعمل ہو اس لئے مختلف ٹیلوں کی اوٹ لے لو۔ میں اس جانسن سے پوچھ گچھ کرتا ہوں" ـــــ عمران نے جانسن کو ریت پر پھینکتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھی تیزی سے ٹیلے کی اوٹ سے نکل کر ادھر اُدھر پھیلتے چلے گئے۔

عمران نے جھک کر جانسن کے منہ اور ناک کو دونوں ہاتھوں سے بند کیا اور پھر جیسے ہی اس کے جسم میں اُسے حرکت کا احساس ہوا۔ اس نے ہاتھ علیحدہ کئے اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس کی تیز نظریں جانسن پر جمی ہوئی تھیں۔ حرکت اب تیز ہوتی جا رہی تھی اور چند لمحوں بعد جانسن نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ اُسی لمحے عمران نے پیر اٹھا کر اس کی گردن پر مخصوص انداز میں رکھا اور ساتھ ہی ٹانگ کو ہلکا سا موڑ دیا۔ جانسن کے حلق سے تیز چیخیں نکلنے لگیں۔ عمران آہستہ آہستہ ٹانگ کو موڑتا گیا اور پھر چیخیں کراہوں میں تبدیل ہوتے لگ گئیں۔ عمران نے ٹانگ کو ذرا سا واپس موڑا تو ڈوبتی ہوئی کراہیں ذرا بلند ہو گئیں۔

"سنو جانسن میری ٹانگ کی معمولی سی حرکت تمہارا خاتمہ کر دے گی۔ اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو بتاؤ کرنل اباگر کہاں ہے" ـــــ عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

"اڈ ـــ اڈ ـــ اڈے میں۔ ون زیرو اڈے میں" ـــــ جانسن کے حلق سے کراہوں کے ساتھ ساتھ ٹوٹے پھوٹے الفاظ بھی نکلنے لگے۔

"اڈے میں کتنے افراد ہیں بولو" ـــــ عمران نے ٹانگ کو ذرا سا موڑتے ہوئے کہا۔

"پچ پچ چیف کے ساتھ تین او باقی یہاں باہر ہیں" ـــــ جانسن نے جواب

دیا لیکن اب اس کی حالت پہلے سے زیادہ خراب محسوس ہو رہی تھی۔

"اڈہ کہاں ہے جلدی بولو" ——— عمران نے ٹانگ کو اور زیادہ موڑتے ہوئے کہا لیکن اسی لمحے جانسن کے حلق سے خرخراہٹ کی آواز نکلی۔

عمران نے یہ آواز سنتے ہی تیزی سے ٹانگ کو واپس موڑا لیکن جانسن کی گردن ڈھلک چکی تھی۔ وہ ختم ہو گیا تھا اور عمران کے حلق سے ایک طویل سانس نکل گیا۔ جانسن غلط موقع پر مرا تھا۔ اب اڈہ ڈھونڈھنے کا مسئلہ باقی رہ گیا تھا۔ عمران نے اس کی گردن سے پیر ہٹایا اور ساتھ ہی اس نے اپنے ساتھیوں کو بلانے کے لئے ہاتھ سر سے بلند کر کے مخصوص انداز میں لہرایا۔ دوسرے لمحے اس کے ساتھی دوڑتے ہوئے اس کے قریب پہنچ گئے۔

"یہ اڈہ بتانے سے پہلے ہی مر گیا ہے۔ اس لئے اب یہی ہو سکتا ہے کہ ہم ادھر ادھر چھپ کر بیٹھ جائیں جب یہ لوگ واپس اڈے میں نہ پہنچیں گے تو پھر لازماً اڈے میں سے کوئی نہ کوئی شخص ان کا پتہ کرنے باہر آئے گا۔ اس وقت اسے قابو کر کے اڈے کا پتہ چلایا جا سکتا ہے" ——— عمران نے کہا اور سب ساتھیوں نے سر ہلا دیئے اور پھر عمران کی ہدایت کے مطابق عثمان جامیری اور ظفر جو عمران کے میک اپ میں تھا۔ شمال کی طرف ایک ٹیلے کے پیچھے چوہان اور خاور جنوب کی طرف ایک بڑے ٹیلے کے پیچھے اور خود عمران اس ٹیلے جہاں جانسن کی لاش پڑی تھی، ذرا ہٹ کر ایک اور ٹیلے کی اوٹ میں بیٹھ گیا۔ ان سب نے چھپنے سے پہلے ان مرنے والوں کی مشین گنوں پر بھی قبضہ کر لیا تھا تاکہ میگزین اگر کم ہو جائے تو ان مشین گنوں کو استعمال کیا جا سکے۔ ابھی انہیں چھپے ہوئے دس منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ یکلخت عمران کو ایسے محسوس ہوا جیسے اس کے سر کے اوپر کوئی ہلکا سا دھماکہ ہوا ہو۔ اس نے بے اختیار سر اوپر کو اٹھایا ہی تھا کہ یکلخت نارنجی رنگ کی تیز روشنی کی لہر اس کے جسم پر دھار کی صورت میں پڑی اور اس کے ساتھ ہی عمران کا ذہن تاریکی کی دلدل میں ڈوبتا چلا گیا پھر جس طرح گھپ اندھیرے میں کہیں جگنو چمکتا ہے اسی طرح عمران کے ذہن پر چھائے ہوئے اندھیرے میں روشنی کا ایک نقطہ چمکا اور پھر یہ نقطہ تیزی سے پھیلنے لگ گیا اور چند لمحوں بعد ہی عمران کی آنکھیں کھل گئیں اس کے منہ سے خود بخود کراہ سی نکل گئی تھی لیکن اس کا شعور ابھی تک پوری طرح نہ جاگ سکا تھا پھر جیسے بجلی کا جھماکہ ہوتا ہے اس طرح اس کے ذہن میں بھی روشنی کا تیز جھماکہ ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں وہ منظر اجاگر ہو گیا جب اس نے سر اونچا کیا تھا اور نارنجی رنگ کی روشنی کی دھار اس کے جسم پر پڑی تھی اور اس کے ساتھ ہی اسے اب موجودہ ماحول کا پوری طرح ادراک بھی ہو گیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ وہ ایک نیچی چھت کے بڑے سے کمرے میں ایک ستون کے ساتھ رسیوں سے بندھا ہوا کھڑا ہے کمرے میں دس بارہ ستون تھے۔ ان میں سے چار اور ستونوں کے ساتھ اس کے ساتھی بھی اسی طرح بندھے ہوئے کھڑے تھے اور ایک نوجوان سب سے آخر میں کھڑے عثمان جامیری کے بازو میں کوئی انجکشن لگا رہا تھا۔ کمرے میں سامنے دیوار کے ساتھ دو لوہے کی کرسیاں پڑی تھیں لیکن وہ خالی تھیں وہ نوجوان عثمان جامیری کو انجکشن لگا کر پلٹا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا سامنے دیوار میں موجود دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازہ لوہے کا تھا جو کھلا ہوا تھا اور اس نوجوان نے بھی جاتے ہوئے بند نہ کیا تھا۔ عمران نے فوراً ہی اپنے ناخنوں میں موجود بلیڈوں کو رسیوں پر آزمانے کی کوشش شروع کر دی۔ لیکن دوسرے

لمحے یہ محسوس کر کے اس کے حلق سے ایک طویل سانس نکل گیا کہ اس کے دونوں ہاتھوں کو ستون کے ساتھ رکھ کر پوری کلائی پر اس طرح رسیاں باندھی گئی تھیں کہ وہ کسی طرح بھی ناخنوں کو رسیوں تک نہ پہنچا سکتا تھا اور نہ صرف بازو بلکہ اس کا پورا جسم گردن سے لے کر پیروں تک ستون کے ساتھ اس طرح رسیوں سے باندھا گیا تھا کہ جیسے وہ رسیوں کے جال میں پھنسا ہوا تھا۔ اس نے اپنے جسم کو حرکت دینے کی کوشش کی لیکن رسیاں واقعی اس مہارت سے باندھی گئی تھیں کہ جسم معمولی سی حرکت کرنے سے بھی قاصر تھا۔ اُسی لمحے اس کے قریب ہی ستون سے بندھے ہوئے چوہان اور خاور کی کراہیں گونجیں اور پھر طلحہ اور سب سے آخر میں عثمان جامیری کراہتے ہوئے ہوش میں آگئے۔ وہ سب حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے لیکن اس سے پہلے کہ ان کے درمیان کوئی بات ہوتی کھلے دروازے سے ایک ادھیڑ عمر مگر قابل رشک صحت کا مالک آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا جب کہ اس کے پیچھے وہی نوجوان تھا جس نے انہیں انجکشن لگائے تھے۔ اس کے ہاتھ میں مشین گن تھی۔

”ہونہہ تو تمہیں ہوش آگیا۔ تم نے میرے بہترین ساتھیوں کو کیڑے مکوڑوں کی طرح مار دیا ہے اس لئے میرا جی تو یہی چاہتا تھا کہ تمہیں بھی وہیں زندہ دفن کر دوں لیکن میں نے تمہیں یہاں اس لئے بلوایا ہے کہ میں تمہیں عبرتناک موت ماروں۔ ایسی موت کہ تمہاری روح سسک سسک کر تمہارے جسموں سے باہر نکلے“ ـــــ اس ادھیڑ عمر آدمی نے آگے بڑھ کر انتہائی کرخت لہجے میں عمران اور اس کے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تم کرنل اباگر ہو“ ـــــ عمران نے طلحہ کے لہجے میں کہا اور ادھیڑ عمر آدمی نے چونک کر عمران کی طرف دیکھا۔ دوسرے لمحے اس کی آنکھوں سے شدید نفرت جھلکنے لگی۔

”تم ـــــ مسلمان تم نے آخر کار غداری کی۔ میں تمہاری بوٹیاں نوچ ڈالوں گا“ ـــــ کرنل اباگر نے انتہائی نفرت بھرے لہجے میں پھنکارتے ہوئے کہا۔

”صرف مسلمان ہونا تو غداری کی دلیل نہیں ہے کرنل اباگر۔ اگر میں غدار ہوتا تو پھر میں سیکرٹ سرکل کے چیف کو ان لوگوں کے بارے میں اطلاع کیوں دیتا اور ان کی واپسی کے بعد تمہیں خود کال کیوں کرتا اور پھر تمہارے کہنے پر انہیں ہیلی کاپٹر پر لے کر یہاں کیوں آتا۔ دھوکہ تو تم نے دیا کہ اپنے آدمی کے ہاتھوں سب سے پہلے مجھے مروانے کی کوشش کی تا کہ تم اعلیٰ حکام کو کہہ سکو کہ ان ایجنٹوں کو تم نے اپنی کوششوں سے پکڑا ہے تا کہ تمام انعام و اکرام تم خود حاصل کر لو اور میرے حصے میں موت آئے۔ میں تمہیں بتا دوں کرنل اباگر کہ ہیلی کاپٹر اڑانے سے پہلے میں نے چیف آف سیکرٹ سرکل سے بات کی تھی اور میں نے انہیں ساری تفصیل بنا دی تھی۔ انہوں نے مجھے کہا تھا کہ میں بے فکر ہو کر ان لوگوں کو وہاں لے جاؤں وہ فوراً صدر مملکت سے بات کرتے ہیں اور صدر مملکت لازماً مجھے کثیر انعام و اکرام دیں گے۔ اب اگر تم نے مجھے مارا تو پھر صدر مملکت پر یہ ثابت ہو جائے گا کہ تم نے ایک ایسے ایجنٹ کو اپنی انا کی خاطر مار دیا ہے جو یہودیوں کے لئے انتہائی اہم کام کر رہا تھا“ ـــــ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”بکواس مت کرو۔ اب تم مجھے چکر دینے کی کوشش کر رہے ہو۔ مجھے

کرنل اباگر کو۔ اگر تم غدار نہ ہوتے تو یہ لوگ ہیلی کاپٹر سے اتر کر پیچھے کیسے پہنچ جاتے اور میرے ساتھیوں کو کیسے مار ڈالتے۔ تم ان سے ملے ہوئے ہو۔ تم ان کے ساتھی بن گئے ہو۔ تمہیں انہوں نے زیادہ دولت کا لالچ دے دیا ہوگا۔ سنو اگر تم نے چیف آف سیکرٹ سرکل سے بات کی ہوتی اور انہوں نے صدر سے بات کی ہوتی تو اب تک ان کی کال آ چکی ہوتی۔ ان پاکیشیائی ایجنٹوں کے خاتمے کے لئے تو یہ سارا جال پھیلایا گیا تھا اور صدر مملکت نے اس مشن کا کنٹرول براہ راست اپنے ہاتھ میں رکھا تھا اب میں تمہیں ان سے بھی پہلے ماروں گا“ ـــــ کرنل اباگر نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور ساتھ ہی ہاتھ میں موجود ریوالور کو عمران کی طرف سیدھا کر لیا۔ اس کے چہرے پر یکلخت سفاکی پھیل گئی تھی۔

”کرنل اباگر کیا تم واقعی اس قدر احمق ہو یا تمہارا دماغ چل گیا ہے“ ـــــ اچانک ستون سے بندھے ہوئے خاور نے انتہائی غصیلے انداز میں چیختے ہوئے کہا اور کرنل اباگر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

”کیا بکواس کر رہے ہو تم“ ـــــ کرنل اباگر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”میں بکواس نہیں کر رہا احمق آدمی۔ کیا تم نے مجھے اب تک نہیں پہچانا“ ـــــ خاور کا لہجہ کاٹ کھانے والا تھا۔

”نہیں پہچانا کیا مطلب کیا کہنا چاہتے ہو تم“ ـــــ کرنل اباگر کے لہجے میں حیرت تھی۔ اس کا ریوالور والا ہاتھ خود بخود نیچے ہو گیا تھا اور اب وہ غور سے خاور کو دیکھ رہا تھا۔

عمران بھی حیران تھا کہ یکلخت خاور نے یہ پھسپھسی سی بات کیوں کر دی

ہے کیونکہ بظاہر اس کی بات کا کوئی سر پیر نظر نہ آ رہا تھا بس صرف اتنا ہوا تھا کہ وہ عمران پر فائر کھولنے سے وقتی طور پر رک گیا تھا لیکن اس سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا تھا۔ ظاہر ہے خاور بھی اسی طرح رسیوں کے جال میں بندھا ہوا تھا جس طرح عمران۔ اور اگر عمران حرکت نہ کر سکتا تھا تو پھر خاور کیا کر لیتا۔

”ہونہہ اس کا مطلب ہے کہ تم واقعی عقل سے پیدل ہو۔ ادھر آؤ میرے قریب نانسنس۔ ڈیم فول“ ـــــ خاور نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا لیکن اس کی آواز میں عجیب سا وقار ابھر آیا تھا۔ اور کرنل اباگر کا چہرہ خاور کی اس بات سے حیرت کی شدت سے بگڑ سا گیا۔ وہ ہونٹ کاٹتا ہوا آگے بڑھا اور پھر خاور کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔

”میری بائیں کلائی پر کہنی کے اوپر دیکھو احمق آدمی کیا اونٹ کی طرح منہ اٹھائے کھڑے ہو“ ـــــ خاور کا لہجہ بالکل اسی طرح غصیلا مگر باوقار تھا۔

”تم ہو کون منہ سے بولو“ ـــــ کرنل اباگر نے اس بار تذبذب بھرے لہجے میں کہا۔

”جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو ان لوگوں کے سامنے مت پوچھو“ ـــــ خاور نے کاٹ کھانے والے لہجے میں کہا۔

”جیگر“ ـــــ کرنل اباگر نے ہونٹ کاٹتے ہوئے مڑ کر دروازے کے ساتھ کھڑے اس نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔ جس نے انہیں انجکشن لگائے تھے اور اب ہاتھ میں مشین گن اٹھائے خاموش کھڑا تھا۔

”یس باس“ ـــــ جیگر نے چونک کر کہا۔

"ادھر آؤ" ——— کرنل اباگر نے تیز لہجے میں کہا اور جیگر تیز تیز قدم اٹھاتا اس کے قریب پہنچ گیا۔

"اس کی رسیاں اس انداز میں کھولو کہ صرف اس کی بائیں کلائی ہی آزاد ہو سکے" ——— کرنل اباگر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"یس باس" ——— جیگر نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور مشین گن کاندھے سے لٹکا کر اس نے رسیوں کی مختلف گانٹھیں کھولنی شروع کر دیں اور واقعی اس نے حیرت انگیز طور پر اس طرح گانٹھیں کھولیں کہ صرف خاور کے بائیں بازو پر موجود رسیاں ڈھیلی پڑ گئیں اور جیگر نے رسیوں کو ایک طرف کھینچ کر خاور کا بایاں بازو باہر نکال دیا۔ اب خاور کا بایاں بازو رسیوں کی بندش سے آزاد ہو چکا تھا۔ لیکن کرنل اباگر اس دوران دو قدم ہٹ کر پیچھے ہو گیا تھا۔

"اس کی کلائی کہنی تک ننگی کرو" ——— کرنل اباگر نے کہا۔

"اوہ یو نانسنس۔ ڈیم فول میں کہہ رہا ہوں کہ خود دیکھو۔ پھر تم ----" خاور نے اس طرح دانت پیستے ہوئے اور سخت لہجے میں کہا جیسے اس کا بس نہ چل رہا ہو کہ وہ کرنل اباگر جیسے احمق آدمی کی گردن مروڑ دے۔

"ہونہہ نجانے کیا مصیبت ہو تم۔ جیگر پیچھے ہٹو اور سنو مشین گن اس کی طرف سیدھی کر لو۔ اگر یہ ذرا بھی غلط حرکت کرے تو گولیوں سے اڑا دینا" ——— کرنل اباگر نے جیگر سے کہا اور جیگر سر ہلاتا ہوا پیچھے ہٹا اور چند قدم دور کھڑے ہو کر اس نے کاندھے سے لٹکی ہوئی مشین گن ہاتھ میں لے کر اسے خاور کی طرف سیدھا کر لیا اور بڑے چوکنا انداز میں کھڑا ہو گیا۔

کرنل اباگر نے ریوالور جیب میں ڈالا اور پھر ہونٹ بھینچتے ہوئے خاور کی طرف بڑھا کمرے پر گہرا سکوت طاری تھا۔ عمران۔ چوہان۔ طلحہ اور عثمان جامیری چاروں کی آنکھیں خاور اور کرنل اباگر پر جمی ہوئی تھیں۔

کرنل اباگر نے قریب آ کر خاور کی چست شرٹ کو اوپر کرنا چاہا۔ لیکن ظاہر ہے بازو اس قدر تنگ تھا کہ پوری طرح اوپر نہ جا رہا تھا۔

"اوہ اوہ کیا مصیبت ہے۔ اس قدر خوفزدہ ہونے والے ہو تم۔ اس چیڑ پا کے بچے کو بلاؤ اور مل کر بازو اوپر کرو نانسنس" ——— خاور نے ایک بار پھر پہلے کی طرح دانت پیستے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں سے غصے کی شدت سے شعلے سے نکل رہے تھے اور کرنل اباگر جیسے ہی جیگر کی طرف مڑا خاور کا وہ بازو حرکت میں آیا اور دوسرے لمحے کرنل اباگر کی جیب سے ریوالور نکل کر خاور کے ہاتھ میں اس طرح پہنچ گیا جیسے کوئی ماہر جیب تراش اپنے کمال فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے کسی کی جیب کاٹتا ہے لیکن جیگر نے شاید خاور کو ایسا کرتے دیکھ لیا۔

"باس ریوالور" ——— جیگر نے چیخ کر کہا مگر دوسرے لمحے دھماکہ ہوا اور جیگر چیخ مار کر پشت کے بل نیچے جا گرا۔ مشین گن اس کے ہاتھوں سے نکل کر دور جا گری۔ کرنل اباگر چیختا ہوا مڑا ہی تھا کہ خاور کا وہی ہاتھ پوری قوت سے نیم دائرے کی صورت میں گھوما اور دوسرے لمحے کرنل اباگر بھی چیختا ہوا اچھلا اور پہلو کے بل فرش پر جا گرا۔ ریوالور کی نال کا سرا پوری قوت سے اس کی کنپٹی پر پڑا تھا۔ یہ ضرب اس قدر شدید تھی کہ قابل رشک صحت کے مالک کرنل اباگر کے لئے یہی ایک ہی ضرب

کافی ہوئی تھی وہ ایک لمحے کے لئے گر کر تڑپا اور پھر ساکت ہو گیا۔

"اوہ ویل ڈن خاور ـــ تم نے واقعی کمال کر دیا۔ ویل ڈن" ـــــــ بے اختیار عمران کے منہ سے نکلا اور خاور مسکرا دیا۔ اس نے جلدی سے ریوالور کی نال کو منہ میں پکڑا۔ اور خالی ہاتھ سے اس نے جلدی سے ڈھیلی رسیوں کو ایک زوردار جھٹکے سے اس طرح کھینچا کہ اس کا دوسرا بازو بھی چند ہی لمحوں بعد آزاد ہو گیا اور پھر اس کے لئے رسیوں سے آزادی کوئی مسئلہ نہ رہی تھی۔ رسیوں کی گرفت سے باہر آتے ہی وہ بجلی کی سی تیزی سے جیگر کی گری ہوئی مشین گن کی طرف لپکا اور اس نے اُسے اٹھا کر سب سے پہلے اپنے کاندھے سے لٹکایا اور پھر دوڑتا ہوا وہ عمران کے عقب میں آ گیا۔ اور چند لمحوں بعد عمران بھی رسیوں کی گرفت سے آزاد ہو چکا تھا۔

"ریوالور مجھے دو اور تم دوسرے ساتھیوں کو کھولو اور اس کرنل کا بھی خیال رکھنا میں باہر دیکھتا ہوں" ـــــ عمران نے تیز لہجے میں کہا اور خاور نے جیب میں رکھا ہوا ریوالور نکال کر عمران کے ہاتھ میں دیا اور خود وہ چوہان کی طرف بڑھ گیا جب کہ عمران تیز تیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف چل پڑا۔

"تم نے واقعی آج ذہانت کا حیرت انگیز مظاہرہ کیا ہے خاور" ـــــ چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس اچانک ہی میرے ذہن میں یہ پلاننگ آ گئی تھی۔ مسئلہ صرف اس کرنل اباگر کو بوکھلانا تھا۔ اور وہ میرے فریب میں آ گیا" ـــــ خاور نے چوہان کی رسیاں کھولتے ہوئے کہا۔

"آج مجھے اندازہ ہوا ہے کہ ذہانت کسے کہتے ہیں کمال ہے۔ اس قدر خوبصورت اور جامع پلاننگ کا تو میں تصور بھی نہ کر سکتا تھا" ـــــ عثمان جامیری نے بھی تحسین آمیز لہجے میں کہا اور خاور مُسکرا دیا۔

"جب کہ میں سوچ رہا ہوں کہ یہ لوگ اس دنیا کے تو انسان نہیں ہیں۔ میری تو ہوش میں آنے کے بعد خوف سے ہی آدھی جان سوکھ گئی تھی کہ اب موت سے ہمیں کوئی نہیں بچا سکتا مگر اب کیا کہوں مجھے تو ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ ایسی سچویشن میں ایسا بھی ہو سکتا ہے" ـــــ عمران کے روپ میں طلحہ نے کہا اور خاور بے اختیار ہنس دیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ سب آزاد ہو چکے تھے۔ جیگر تو ہلاک ہو چکا تھا، البتہ کرنل اباگر اُسی طرح بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ خاور نے رسیاں لے کر اس کے ہاتھ اور پیر باندھے اور پھر اُسے چوہان کی مدد سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ اُسی لمحے عمران اندر داخل ہوا۔

"باہر دو آدمی موجود تھے وہ تو ختم ہو گئے۔ ویسے یہ خاصا بڑا اڈہ ہے یہاں جدید ترین قسم کی مشینری فٹ ہے" ـــــ عمران نے اندر آتے ہوئے کہا۔

"اس مشینری کی مدد سے تو اس نے ہمیں یہاں سے نہ صرف ٹریس کر لیا۔ بلکہ ہمیں بے ہوش بھی کر دیا" ـــــ چوہان نے کہا اور عمران اثبات میں سر ہلاتا ہوا ستون سے بندھے کرنل اباگر کی طرف بڑھ گیا۔ مشین گن اس کے کاندھے سے لٹکی ہوئی تھی۔ کرنل اباگر کے قریب پہنچ کر اس نے جیب سے ایک تیز دھار خنجر نکال لیا لیکن دوسرے لمحے اس نے خنجر واپس جیب میں رکھا اور اپنے ساتھیوں کی طرف مڑ گیا۔

"چوہان اور طلحہ یہاں رہیں گے۔ اسے ہوش میں لانے سے پہلے میں کچھ ضروری کوائف حاصل کر لینا چاہتا ہوں۔ اگر میری واپسی تک یہ ہوش میں آجائے تو خیال رکھنا کہ آزاد نہ ہونے پائے" ____ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور چوہان نے بھی مسکراتے ہوئے سر ہلا دیا۔

عمران عثمان جامیری اور خاور کے ساتھ اس کمرے سے باہر آیا۔ باہر ایک راہداری تھی جس کا اختتام ایک اور بڑے ہال نما کمرے میں ہوتا تھا اور جب وہ اس کمرے میں داخل ہوئے تو عثمان جامیری اور خاور دونوں یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس ہال نما کمرے میں دیواروں کے ساتھ ہی عجیب و غریب قسم کی مشینیں نصب تھیں۔ ان میں سے دو مشینوں کے سامنے دو افراد فرش پر مردہ پڑے ہوئے تھے۔ ایک سائیڈ پر چار بڑی بڑی الماریاں بھی موجود تھیں۔ اور شمال کی طرف ایک اور چھوٹا کمرہ موجود تھا۔ شیشے کی دیواروں سے اسے ہال سے جدا کیا گیا تھا۔

"تم ان الماریوں کی تلاشی لو۔ ہم نے لیبارٹری کے متعلق تفصیلات معلوم کرنی ہیں۔ میں ادھر اس شیشے والے کمرے کو چیک کرتا ہوں" ____ عمران نے عثمان جامیری اور خاور سے مخاطب ہو کر کہا اور خود وہ اس شیشے کے پارٹیشن والے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

اس میں سائیڈ کی دیوار کے ساتھ ایک بڑی سی مشین نصب تھی جس کے سامنے میز اور اس کے پیچھے دو کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ عمران نے کرسی کھسکائی اور اس پر بیٹھ کر اس نے میز کی سائیڈ پر موجود ایک دراز کھولی اور اس میں موجود کاغذوں کو باہر نکال کر دیکھنے لگا۔ یہ کاغذ مختلف رپورٹوں پر مبنی تھے۔ جن میں صرف یہی درج تھا کہ کوئی خلاف معمول بات

نہیں ہے۔ ابھی عمران ان کاغذوں کو دیکھ ہی رہا تھا کہ خاور کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک فائل تھی۔

"عمران صاحب۔ اس فائل میں ڈیزرٹ کمانڈوز کے سب اڈوں کی پوری تفصیل موجود ہے" ____ خاور نے فائل عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ تو میں نے پہلے چیک کر لی تھی مجھے تو لیبارٹری کے بارے میں تفصیل چاہیئے۔ اگر ہم ان اڈوں کے چکر میں پھنسے رہے تو پھر لیبارٹری کی طرف کیسے بڑھیں گے۔ ہمارا اصل ٹارگٹ تو لیبارٹری ہی ہے" ____ عمران نے کہا اور خاور سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔ عمران ایک بار پھر کاغذوں کی چیکنگ میں مصروف ہو گیا۔ ابھی وہ کاغذوں کو دیکھ ہی رہا تھا کہ یکلخت مشین کی سائیڈ پر موجود ایک بلب جل اٹھا۔ اس کے ساتھ ہی مشین کے اس حصے سے ٹوں ٹوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔ عمران نے چونک کر مشین کے اس حصے کو دیکھا اور پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے ایک بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو راڈنی کالنگ فرام ہیڈ کوارٹر اوور" ____ مشین میں سے ایک کرخت سی آواز نکلی۔

"یس کرنل اباگر اٹنڈنگ یو اوور" ____ عمران کے حلق سے کرنل اباگر کی آواز نکلی۔

"باس صدر مملکت کی کال ہے۔ آپ کے لئے میں کنکٹ کر رہا ہوں اوور" ____ دوسری طرف سے راڈنی نے کہا اور چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اسرائیل کے صدر کی باوقار اور بھاری آواز سنائی دی۔

"ہیلو پریذیڈنٹ کالنگ اوور" ____ اور عمران اسرائیل کے صدر

کی آواز پہچان گیا۔

”یس سر کرنل اباگر اسٹینڈنگ سر اوور“ ـــــ عمران نے لہجے کو انتہائی مودبانہ رکھتے ہوئے جواب دیا۔

”کرنل اباگر ہمیں چیف آف سیکرٹ سرکل نے اطلاع دی ہے کہ کچھ ایشیائی اگالیا سے قریب ایک بستی میں ایک ہیلی کاپٹر میں آئے ہیں۔ انہیں اس کی اطلاع ان کے ایک ایجنٹ نے دی اور چیف آف سیکرٹ سرکل نے آپ سے بات کی تو آپ نے انہیں بتایا کہ اس کی اطلاع آپ کو مل چکی ہے اور یہ لوگ پاکیشیا کے ایجنٹ ہیں۔ اوور“ ـــــ صدرِ مملکت کے لہجے میں تشویش کا عنصر نمایاں تھا۔

”یس سر پھر میں نے ان کے ایجنٹ آر ایس۔ وان سے بات کی تو اس نے بتایا کہ یہ لوگ خوفناک طوفانی صحرا جسے یہاں مشرقی صحرا کہا جاتا ہے داخل ہوتے ہیں اور اس صحرا کو کراس کر کے اگالیا پہنچنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں ہیڈ کوارٹر سے یہاں مشرقی صحرا کے سامنے والے ٹیلے پر پہنچ گیا۔ یہاں میں نے اپنا جال پھیلا دیا ہے لیکن یہ صحرا اس قدر طوفانی ہے کہ یہ لوگ کسی بھی صورت زندہ سلامت اسے پار نہیں کر سکتے۔ اور اگر پار کر بھی لیں تب بھی میں ان کے استقبال کے لئے پوری طرح تیار ہوں۔ اوور“ ـــــ عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”تمہیں کیسے معلوم ہوا ہے کرنل اباگر کہ یہ لوگ پاکیشیائی ایجنٹ ہیں اوور“ ـــــ صدرِ مملکت نے پوچھا۔

”جناب۔ میں نے الگزاتر کے ہیڈ کوارٹر میں اپنا پورا گروپ چھوڑ رکھا تھا یہ لوگ چارٹرڈ جہاز سے وہاں پہنچے تو مجھے اطلاع مل گئی پھر یہ بھی پتہ لگ گیا کہ ان کا لیڈر علی عمران ہے۔ اس کے ساتھ دو آدمی تھے۔ اس کے بعد یہ وہاں کے ایک مقامی آدمی عثمان جامیری کی مدد سے ایک ہیلی کاپٹر پر سوار ہو کر ادھر آئے۔ مجھے اطلاع مل چکی تھی لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا تھا کہ یہ ہیلی کاپٹر پر کہاں اتریں گے کہ پھر چیف آف سیکرٹ سرکل نے ان کے عرجانہ بستی میں اترنے کی خبر دی۔ اوور“ ـــــ عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”کتنا وقت ہوا ہے انہیں اس طوفانی صحرا میں داخل ہوتے ـــ اوور“ ـــــ صدر نے پوچھا۔

”جی وہ شام کو داخل ہوئے اور اب صبح ہونے والی ہے۔ اوور“ ـــــ عمران نے جواب دیا۔

”یہ صحرا کتنا طویل ہے اوور“ ـــــ صدر نے پوچھا۔

”جناب عام حالات میں تو اونٹوں پر اڑتالیس گھنٹوں کا سفر ہے۔ لیکن وہاں اس قدر خوفناک طوفان مسلسل چلتے رہتے ہیں کہ انسان یا کسی بھی جانور کے قدم ایک لمحے کے لئے بھی ریت پر نہیں جم سکتے۔ طوفان انتہائی خوفناک ہوتے ہیں یہاں۔ اور یہ لوگ پیدل اس صحرا میں داخل ہوتے ہیں۔ ویسے انہوں نے دو ہفتوں کا راشن اس بستی سے حاصل کیا ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ لوگ زندگی بھر اس صحرا سے زندہ باہر نہیں نکل سکتے اور اب تک طوفان نے ان کی لاشوں کے بھی پرخچے اڑا دیئے ہوں گے۔ اوور“ ـــــ عمران نے جواب دیا۔

”ہونہہ لیکن جس قبیل کے یہ لوگ ہیں انہیں دنیا کا کوئی طوفان نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس لئے تم اس خوش فہمی میں نہ رہنا اور پوری طرح محتاط

رہنا۔ جیسے ہی یہ لوگ باہر آئیں ایک لمحہ ضائع کئے بغیر ان پر فائر کھول دینا۔ اوور“ ـــــ صدر مملکت نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

”یس سر۔ میں پوری طرح محتاط ہوں اوور“ ـــــ عمران نے جواب دیا۔

”جیسے ہی کوئی اہم واقعہ ہو مجھے رپورٹ دینا۔ میں تمہیں مخصوص فریکوئنسی بتا دیتا ہوں۔ اوور“ ـــــ صدر مملکت نے کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایک مخصوص فریکوئنسی بتا دی۔

”یس سر۔ اوور“ ـــــ عمران نے جواب دیا۔

”اور سنو لیبارٹری کے سیکورٹی انچارج فیلر کو بھی ہوشیار رہنے کا کہہ دو کیونکہ ان شیطانوں سے کچھ بعید نہیں ہے کہ تم ان کے انتظار میں بیٹھے رہو اور وہ اچانک لیبارٹری میں گھس جائیں اوور اینڈ آل“ ـــــ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر پر خاموشی طاری ہو گئی۔ لیکن چونکہ اس کا بلب جل رہا تھا اس لئے وہ سمجھ گیا تھا کہ ڈیزرٹ کمانڈوز کے ہیڈ کوارٹر سے ابھی رابطہ قائم ہے۔

”ہیلو باس۔ کیا آپ لائن پر ہیں۔ اوور“ ـــــ چند لمحوں بعد ہی راڈنی کی آواز گونجی۔

”ہاں سنو۔ لیبارٹری سیکورٹی انچارج فیلر سے کال ملا کر اس کی مجھ سے بات کراؤ اوور“ ـــــ عمران نے اس بار انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ راڈنی لازماً اس کی اور صدر کے درمیان ہونے والی گفتگو سن رہا ہوگا۔

”یس باس اوور“ ـــــ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ

ہی یکلخت ٹرانسمیٹر کا بلب بجھ گیا اور وہ مکمل طور پر آف ہو گیا۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر اس کا بٹن آف کر دیا لیکن چند لمحوں بعد ہی ٹرانسمیٹر کا بلب ایک بار پھر جل اٹھا اور ٹرانسمیٹر سے ٹوں ٹوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر اس کا بٹن آن کر دیا۔

”ہیلو باس میں راڈنی بول رہا ہوں جناب فیلر لائن پر ہیں اوور“ ـــــ راڈنی کی آواز سنائی دی۔

”ٹھیک ہے بات کراؤ اوور“ ـــــ عمران نے کہا اور پھر چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ایک اور آواز ابھری۔

”ہیلو کرنل اباگر فیلر بول رہا ہوں کیا بات ہے کیسے کال کی ہے۔ اوور“ ـــــ بولنے والے کے لہجے میں ہلکا سا تحیر موجود تھا۔

”فیلر ابھی ابھی صدر مملکت کی کال آئی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ تمہیں بھی خطرے سے آگاہ کر دیا جائے اس لئے کال کی ہے اوور“ ـــــ عمران نے کرنل اباگر کے لہجے میں کہا۔

”کیسا خطرہ اوور“ ـــــ فیلر نے چونک کر پوچھا اور عمران نے وہی باتیں دوہرا دیں جو اس سے پہلے صدر مملکت سے ہوئی تھیں۔

”اوہ اس کا مطلب ہے کہ جن لوگوں سے چھپانے کے لئے صدر مملکت نے اس قدر رازداری برتی وہ آخر کار پہنچ گئے۔ ویسے کمال ہے کہ اس قدر رازداری کے باوجود انہیں یہاں کا پتہ کیسے چلا اوور“ ـــــ فیلر کے لہجے میں یقین نہ آنے والی حیرت تھی۔

”ہاں اسی لئے تو صدر صاحب نے ہر لحاظ سے ہوشیار رہنے کا کہا ہے۔ ویسے ڈاکٹر درانی کی کیا پوزیشن ہے۔ اوور“ ـــــ عمران نے پوچھا۔

"اوہ ڈاکٹر درانی بے حد ضدی آدمی ہیں۔ انتہا سے زیادہ۔ وہ کسی طرح بھی تعاون پر آمادہ نہیں ہو رہے۔ ان پر زیادہ تشدد بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس طرح ان کے ذہن کے بیکار ہونے کا خدشہ ہے۔ اس لئے فی الحال تو ہم ان پر زیادہ سختی نہیں کر رہے۔ البتہ ہم نے انہیں جی۔ ایس۔ ون کی سنگل ڈوز روزانہ دینا شروع کر دی ہے۔ ایک ماہ بعد ان کی قوت ارادی بالکل ختم ہو جائے گی۔ اس کے بعد وہ لامحالہ ہمارے کام پر آمادہ ہو جائیں گے اوور" ___ فیلر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کتنے دن ہوئے ہیں ڈوز دیتے ہوئے اوور" ___ عمران نے پوچھا۔

"تیسرا روز ہے۔ تین روز پہلے ہی یہ فیصلہ کیا گیا تھا اوور" ___ فیلر نے جواب دیا۔

"ویسے اگر تم برا نہ مانو تو ایک مشورہ دوں اوور" ___ عمران نے کہا۔

"کیا مشورہ۔ اوور" ___ فیلر نے چونک کر پوچھا۔

"میں ایک ایسا طریقہ جانتا ہوں کہ صرف چند لمحوں میں اس ڈاکٹر درانی کو تعاون پر آمادہ کر سکتا ہوں ایک مخصوص نفسیاتی طریقہ ہے اور میں نے ایکریمیا میں اس کی خصوصی ٹریننگ لے رکھی ہے۔ اس لئے اگر تم چاہو تو میں خود وہاں لیبارٹری آ جاتا ہوں اپنے آدمی راڈنی کے ساتھ۔ یا پھر تم اس ڈاکٹر درانی کو میرے ہیڈ کوارٹر لے آؤ۔ ورنہ تم جی۔ ایس۔ ون کی جو ڈوز دے رہے ہو۔ اس سے ڈاکٹر درانی کے ذہنی خلیے بیکار ہو جائیں

گے۔ کیونکہ ڈاکٹر درانی لو بلڈ پریشر کا مریض ہے۔ اوور" ___ عمران نے کہا۔

"اوہ تمہیں کیسے پتہ چلا کہ وہ لو بلڈ پریشر کا مریض ہے۔ اوہ اچھا اچھا تم نے اسے آبدوز سے لے کر لیبارٹری تک پہنچانے کے درمیان چیک کیا ہو گا لیکن یہاں اس کا باقاعدہ میڈیکل ٹیسٹ ہوا ہے۔ میڈیکل ٹیسٹ نے ایسی کسی بیماری کی نشان دہی نہیں کی اوور" ___ فیلر نے خود ہی پہلے سوال کیا اور پھر خود ہی جواب دے کر تفصیل بھی بتا دی۔

"فیلر۔ میڈیکل ٹیسٹ نے تو اس کے متعلق یہی بتانا تھا۔ کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ اس کی جیب میں ایک شیشی کلوزڈرین کی گولیوں کی تھی۔ میری اس سے بات بھی ہوئی۔ کلوزڈرین کے متعلق اچھی طرح جانتا ہوں۔ اس دوائی کی ایک خوراک ایک سال تک کام دیتی ہے اور اس دوران کوئی میڈیکل ٹیسٹ بیماری کو ظاہر نہیں کرتا۔ میرے پوچھنے پر ڈاکٹر درانی نے بتایا تھا کہ وہ جس لیبارٹری میں کام کرتے ہیں اس کے انچارج سر داور ہیں۔ وہ ایسے معاملات میں انتہائی با اصول اور بے لچک آدمی ہیں وہ ہر ماہ لیبارٹری میں موجود اپنے سمیت ہر شخص کا میڈیکل ٹیسٹ کراتے ہیں اور اگر کوئی بیماری ظاہر ہو جائے تو اس آدمی کی لیبارٹری سے اس وقت تک چھٹی ہو جاتی ہے جب تک کہ وہ بیماری ختم نہ ہو جائے اس لئے اپنے آپ کو میڈیکل ٹیسٹ سے بچانے کے لئے انہیں کلوزڈرین استعمال کرنی پڑتی ہے چونکہ اس کی خوراک کا وقت عین اسی روز تھا، جس روز انہیں اغوا کیا گیا تھا اس لئے شیشی ان کی جیب میں رہ گئی تھی اوور"

—— عمران نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"لیکن یہاں ہم نے چیکنگ کی تو ان کے پاس کوئی ایسی شیشی نہ تھی اوور" —— فیلڈ نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"وہ شیشی میں نے رکھ لی تھی۔ ایک اور کام کی غرض سے۔ اوور" —— عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"ہونہہ یہ بات ہے تو ٹھیک ہے۔ میں اسے تمہارے ہیڈ کوارٹر بھجوا دیتا ہوں۔ تم اپنا فارمولا استعمال کر کے دیکھ لو۔ کیونکہ لیبارٹری کے قانون کے مطابق کوئی غیر متعلق آدمی تو اندر داخل ہی نہیں ہو سکتا اوور" —— فیلڈ نے کہا۔

"تم خود ساتھ آجاؤ تو زیادہ بہتر ہے تاکہ تمہارے سامنے سارا کام ہو سکے اوور" —— عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں خود آجاؤں گا اوور اینڈ آل" —— دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ لیکن بلب بدستور جل رہا تھا۔

"ہیلو باس اب کیا حکم ہے اوور" —— چند لمحوں بعد راڈنی کی آواز سنائی دی۔

"میں تو یہاں سے ہٹ نہیں سکتا۔ تم ایسا کرو کہ جیسے ہی ڈاکٹر درانی اور فیلڈ ہیڈ کوارٹر پہنچیں تو انہیں لے کر میرے پاس آجاؤ۔ اوور" —— عمران نے کہا۔

"یس باس اوور" —— راڈنی نے جواب دیا اور عمران نے اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا اور پھر اس نے چند لمحوں تک میز پر موجود کاغذوں کو سرسری انداز میں چیک کیا اور پھر انہیں دراز میں ڈال کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی چمک نمایاں تھی۔ شیشے کے کمرے سے جب وہ باہر آیا تو خاور اور عثمان دونوں کرسیوں پر بیٹھے تھے۔

"ان الماریوں میں ایسی کوئی فائل موجود نہیں ہے عمران صاحب" —— خاور نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ اب اس کی ضرورت بھی نہیں رہی۔ لیبارٹری کا سیکورٹی انچارج خود یہاں آرہا ہے۔ وہ خود ساری تفصیل بتا دے گا۔ میں اس اڈے کا بیرونی راستہ چیک کرتا ہوں تاکہ یہ لوگ اچانک نہ پہنچ جائیں تم وہاں چوہان کے پاس پہنچ جاؤ۔ راستہ چیک کرنے کے بعد ہمیں کرنل اباگر اور اس کے ساتھیوں کا میک اپ کرنا پڑے گا" —— عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

ڈیزرٹ کمانڈوز کے ہیڈ کوارٹر کے مشین روم میں ایک بڑی سی مشین کے سامنے بیٹھے ہوئے لمبے تڑنگے نوجوان کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات موجود تھے۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر سامنے موجود مشین کا ایک بٹن آف کیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے انتہائی پھرتی سے دوسری سائیڈ پر موجود دو اور بٹن پریس کئے اور پھر ایک ناب کو گھمانے میں مصروف ہو گیا۔ اس کی نظریں ناب کے اوپر لگے ہوئے ایک ڈائل پر جمی ہوئی تھیں۔ ناب کے ساتھ ساتھ ڈائل پر سرخ رنگ کی ایک سوئی بھی حرکت کر رہی تھی جب سوئی ایک مخصوص ہندسے پر پہنچی تو اس نوجوان نے ناب کو چھوڑ کر اس کی دائیں سائیڈ پر موجود ایک بٹن دبا دیا اور اس کے ساتھ ہی تھوڑی سی اوپر موجود ایک چھوٹی سی سکرین خود بخود روشن ہو گئی۔ دس سیکنڈ تک تو اس پر جھماکے ہوتے رہے پھر ایک منظر ابھر آیا۔ یہ ایک بڑے ہال نما کمرے کا منظر تھا۔ جس میں ویو ہیکل مشینیں نصب تھیں۔ ایک طرف دو

کرسیوں پر دو افراد بیٹھے ہوئے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ ان میں سے ایک پاکیشیائی اور دوسرا الگنازی تھا۔ اُسی لمحے شیشے کے کیبن کے دروازے سے ایک مقامی بدو باہر نکلا اور ہال میں موجود دونوں افراد اُسے دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

"ان الماریوں میں ایسی کوئی فائل موجود نہیں ہے عمران صاحب"۔۔۔ اس ایشیائی کے لب ہلے اور اس کے ساتھ ہی ہلکی سی آواز مشین سے برآمد ہوئی۔ اور مشین کے سامنے بیٹھا ہوا نوجوان اس طرح اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے اس کے پیروں کے نیچے بم پھٹ پڑا ہو۔

"ہونہہ اب اس کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ لیبارٹری سیکیورٹی انچارج خود یہاں آ رہا ہے۔ وہ خود ساری تفصیل بتا دے گا۔ میں اس اڈے کا بیرونی راستہ چیک کرتا ہوں تاکہ یہ لوگ اچانک نہ پہنچ جائیں۔ تم وہاں چوہان کے پاس پہنچ جاؤ۔ راستہ چیک کرنے کے بعد ہمیں کرنل ایاگر اور اس کے ساتھیوں کا میک اپ کرنا پڑے گا"۔۔۔ شیشے کے کیبن میں سے نکلنے والے مقامی بدو جسے عمران کے نام سے پکارا گیا تھا نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے قدم بڑھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے دونوں ساتھی بھی اس کے پیچھے چل پڑے اور نوجوان نے دوبارہ کرسی پر بیٹھ کر کئی اور بٹن پریس کرنے شروع کر دیئے۔ اس کے ساتھ ہی سکرین پر مسلسل جھماکے سے ہونے لگے۔ پھر سکرین چار حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ اس میں سے ایک حصے پر تو وہی ہال نما کمرہ نظر آ رہا تھا جس میں مشینیں اور شیشے کا کیبن تھا لیکن یہ کمرہ اب خالی پڑا تھا جب کہ ایک اور خلانے میں ایک اور کمرے کا

منظر دکھائی دے رہا تھا اور اس منظر کو دیکھ کر ایک بار پھر وہ نوجوان بے اختیار اچھل کر کھڑا ہو گیا کیونکہ اس کمرے میں ایک ستون کے ساتھ کرنل اباگر رسیوں سے بندھا کھڑا نظر آ رہا تھا۔ ایک لاش فرش پر پڑی تھی اور وہاں دو آدمی تو وہی تھے جو پہلے والے کمرے میں تھے جب کہ ایک اور ایشیائی بھی موجود تھا۔ کرنل اباگر کی گردن ڈھلکی ہوئی تھی۔ وہ بیہوش تھا۔ وہ تینوں آپس میں باتیں کر رہے تھے لیکن اب ان کے درمیان ہونے والی گفتگو مشین میں سے نشر نہ ہو رہی تھی۔ تیسرے خانے میں ایک سرنگ نظر آ رہی تھی جس کے آخر میں ایک چھوٹا سا کمرہ تھا اور شیشے کے کیبن سے نکلنے والا مقامی بدو اس کمرے میں موجود تھا۔ وہ دیوار کے ساتھ موجود ایک چھوٹی سی مشین کے اوپر موجود لوہے کے چکر کو گھما رہا تھا چکر گھومتے ہی اس کمرے کی چھت کھلتی چلی گئی اور پھر وہ بدو اچھل کر باہر نکل گیا جب کہ چوتھے خانے میں ایک اور کمرے کا منظر موجود تھا جس میں موجود بجلی پیدا کرنے والے بڑے بڑے آٹومیٹک جنریٹر چل رہے تھے۔ اس کمرے میں کوئی آدمی موجود نہ تھا۔

تھوڑی دیر بعد مقامی بدو واپس اس کمرے میں آیا اور اس نے چکر گھما کر چھت بند کی اور پھر واپس سرنگ میں چلنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بھی اسی کمرے میں داخل ہوا جس میں کرنل اباگر اور دوسرے ایشیائی افراد موجود تھے۔ نوجوان نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر اس مشین کے مختلف بٹن آف کرنے شروع کر دیئے اور سکرین بھی تاریک ہو گئی۔ اور اس کے ساتھ مشین پر جلنے بجھنے والے مختلف بلب بھی بجھ گئے۔

"اس کا مطلب ہے کہ کرنل اباگر قید ہو گیا ہے اور زیرون کے

باقی تمام افراد ختم ہو چکے ہیں اور اب وہاں انہی ایشیائیوں کا قبضہ ہے" ——— نوجوان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے سائیڈ کی میز پر رکھے ہوئے ٹیلیفون کا رسیور اٹھایا اور ایک نمبر پریس کر دیا۔

"یس آرتھر اٹنڈنگ" ——— دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"آرتھر میں راڈنی بول رہا ہوں مین روم سے۔ فوراً میرے پاس آ جاؤ" ——— نوجوان نے کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔ اس کی پیشانی پر موجود سلوٹوں میں تیزی سے اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ چند لمحوں بعد ایک لمبا تڑنگا اور قدرے بھاری مگر مضبوط جسم کا نوجوان اندر داخل ہوا۔

"آؤ آرتھر یہاں بیٹھو ایک انتہائی اہم مسئلہ درپیش ہے" ——— راڈنی نے ساتھ پڑی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ خاصے پریشان نظر آ رہے ہو کیا بات ہے" ——— آرتھر نے حیران ہوتے ہوئے کہا اور وہ ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ایک منٹ میں تمہیں ایک فلم دکھاتا ہوں اس کے بعد بات کریں گے" ——— راڈنی نے کہا اور اس نے ایک بار پھر مشین کے مختلف بٹن دبانے شروع کر دیئے۔ جب اس نے ہاتھ ہٹایا تو سکرین ایک بار پھر روشن ہو گئی۔ سکرین پر اب وہی منظر نظر آ رہا تھا جو سب سے پہلے سکرین پر دکھائی دیا تھا۔ مشینوں والے کمرے کا جس میں ایک ایشیائی اور ایک الگزامری بیٹھا ہوا تھا اور پھر شیشے کے کیبن سے ایک مقامی بدو باہر نکلا اور ان کی گفتگو سنائی دی۔ آرتھر انتہائی حیرت بھرے انداز میں

یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ اس کے بعد جھماکے ہوئے اور پھر سکرین چار حصوں میں تقسیم ہو گئی اور کچھ دیر بعد سکرین آف ہو گئی اور راڈنی نے مشین آف کر دی۔

"کیا مطلب کرنل اباگر اور بندھا ہوا ـــ اور یہ لوگ ـــ یہ اڈہ تو زیرو ون لگتا ہے ـــ باس بھی تو وہیں گیا ہوا ہے" ـــ آرتھر نے تقریباً ہکلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کا چہرہ حیرت کی شدت سے بری طرح بگڑ گیا تھا۔

"ہاں چیف باس ان لوگوں کے قبضے میں آ گیا ہے اور تم نے دیکھا کہ زیرو ون اڈے پر اب سوائے چیف باس کے اور کوئی ہمارا آدمی نظر نہیں آ رہا۔ اس کا مطلب ہے کہ باقی سب کو ان لوگوں نے ہلاک کر دیا ہے" ـــ راڈنی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ لیکن یہ ہیں کون اور کہاں سے آ گئے ہیں" ـــ آرتھر نے پوچھا اور راڈنی نے اسے تفصیل سے سب کچھ بتا دیا۔ ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر پر ہونے والی صدر مملکت۔ فیلر اور کرنل اباگر کے درمیان ہونے والی گفتگو بھی سنوا دی اور آرتھر کا چہرہ اور زیادہ مسخ ہوتا گیا۔

"ویری بیڈ۔ اس کا تو مطلب ہے کہ کرنل اباگر کے لہجے میں بات چیت کرنے والا ان میں سے کوئی تھا ـــ اوہ ویری بیڈ۔ لیکن تمہیں کیسے شک ہوا" ـــ آرتھر اور زیادہ بوکھلا گیا۔

"ہاں یہ مقامی بدو جسے عمران کہا گیا ہے یہی بات کرنے والا تھا۔ اور چونکہ اس کا نام صدر مملکت نے بھی لیا تھا اس لئے یہ بدو نہیں ہو سکتا۔ یقیناً یہ بھی ایشیائی ہے۔ مگر بدو کا میک اپ کیا ہوا ہے۔ مجھے

قطعی شک نہ پڑتا۔ لیکن جب اس عمران نے جو کرنل اباگر کے لہجے میں بات کر رہا تھا فیلر کو یہ بتایا کہ ڈاکٹر درانی کے پاس سے کوئی شیشی نکلی اور کرنل اباگر اور ڈاکٹر درانی کے درمیان اس سلسلہ میں کوئی بات چیت ہوئی تو میں کھٹک گیا کیونکہ آبدوز سے ڈاکٹر درانی کی وصولی کے وقت میں کرنل کے ساتھ تھا۔ ڈاکٹر درانی بیہوش تھا اور وہیں سے ہم نے خصوصی ہیلی کاپٹر پر اسے یہاں ہیڈ کوارٹر میں لائے بغیر سیدھا لیبارٹری پہنچا دیا تھا۔ ڈاکٹر درانی اس دوران مسلسل بیہوش رہا تھا جب کہ کرنل اباگر فیلر کو کوئی اور کہانی سنا رہا تھا۔ اس بات پر مجھے شک ہوا تو میں نے ایس۔ وی۔ ٹی۔ ویو مشین پر زیرو ون کو چیک کرنے کا فیصلہ کیا اور نتیجہ سامنے آ گیا" ـــ راڈنی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم نے مشین بند کیوں کر دی۔ کم از کم پتہ تو چلتا کہ یہ لوگ کرنل اباگر کے ساتھ کیا سلوک کرنے والے ہیں" ـــ آرتھر نے کہا۔

"اس مشین پر زیادہ دیر تک چیکنگ نہیں کی جا سکتی ورنہ مشین گرم ہو کر پھٹ جاتی۔ اس لئے اس کا بند کرنا مجبوری تھا۔ ویسے بھی پورا اڈہ چیک کرنے کے لئے مجھے اس کا فل سیٹ کھولنا پڑا تھا اور فل سیٹ کی وجہ سے ہی ساؤنڈ بند ہو گیا تھا ورنہ مشین جلد ہی بند ہو جاتی۔ بہرحال ان کا پروگرام اب سامنے آ ہی گیا ہے کہ ان کا مقصد ہے کہ ڈاکٹر درانی اور فیلر میرے ساتھ زیرو ٹو پہنچیں اور وہ فیلر سے لیبارٹری کے بارے میں تفصیلات معلوم کر کے لیبارٹری کو تباہ کر دیں اور ہمیں ختم کر کے ڈاکٹر درانی کو ساتھ لے کر واپس چلے جائیں۔ اب ہم نے ان کا خاتمہ کرنا ہے۔ میں یہیں سے زیرو ون اڑا سکتا ہوں لیکن مسئلہ کرنل اباگر کی وہاں موجودگی کا

ہے" ۔۔۔ راڈنی نے کہا۔

"سیکیورٹی انچارج فیلڈ کو تو رو کو وہ ڈاکٹر درانی کو لے کر یہاں نہ آجائے" ۔۔۔ آرتھر نے کہا۔

"اوہ ہاں یہ بات تو میرے ذہن سے ہی نکل گئی" ۔۔۔ راڈنی نے چونک کر کہا اور پھر جلدی سے مشین کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس نے بجلی کی سی تیزی سے اس کے مختلف بٹن دباتے ایک ناب کو مخصوص انداز میں کبھی دائیں اور کبھی بائیں گھما کر ایک سرخ رنگ کا بٹن آن کر دیا دوسرے لمحے مشین سے ٹوں ٹوں کی آواز نکلنے لگی اور ایک سرخ رنگ کا بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔

"ہیلو ہیلو ڈیزرٹ کمانڈوز ہیڈ کوارٹر کالنگ سیکیورٹی چیف اوور" ۔۔۔ راڈنی نے بار بار یہی فقرہ دوہرانا شروع کر دیا۔

"یس سیکیورٹی چیف اٹنڈنگ یو اوور" ۔۔۔ چند لمحوں بعد مشین سے فیلڈ کی آواز نکلی اور اس کے ساتھ ہی جلتا بجھتا بلب مستقل طور پر جلنے لگا۔

"جناب میں کرنل ابا گر کا اسسٹنٹ راڈنی بول رہا ہوں ہیڈ کوارٹر سے مجھے خطرہ تھا کہ کہیں آپ ڈاکٹر درانی کو لے کر یہاں آنے کے لئے چل نہ پڑے ہوں اوور" ۔۔۔ راڈنی نے کہا۔

"کیا مطلب۔ ہم بس روانہ ہونے والے تھے۔ ہیلی کاپٹر کی مکمل چیکنگ کی وجہ سے قدرے دیر ہو گئی ہے اوور" ۔۔۔ فیلڈ کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔ اور جواب میں راڈنی نے اسے بتایا کہ کس طرح ان ایشیائیوں نے کرنل ابا گر کو ان نیزو اڈے میں قید کر لیا ہے اور خود اڈے پر قبضہ کر لیا ہے

اور ساتھ ہی اس نے یہ بھی بتا دیا کہ ان سے بات کرنے والا بھی ایشیائی تھا جو کرنل ابا گر کے لہجے میں بات کر رہا تھا۔

"اوہ ویری بیڈ نیوز ویری بیڈ ۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ لوگ یہاں تک آ پہنچے۔ اوہ اگر ہم وہاں پہنچ جاتے تو کیا ہوتا۔ اوہ ویری بیڈ اب کیا ہو گا اوور" ۔۔۔ فیلڈ نے بری طرح گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا اور اس پر اس قدر گھبراہٹ سوار تھی کہ اس کے منہ سے سوائے ویری بیڈ کی گردان کے اور کچھ نکل ہی نہ رہا تھا۔

"آپ فکر نہ کریں جناب ہم سب ٹھیک کر لیں گے آپ بس لیبارٹری کا خیال رکھیں اور جناب اب آپ ایک سپیشل کوڈ سمجھ لیں تاکہ آئندہ آپ کی اور ہماری یا کرنل ابا گر کی گفتگو ہو تو یہ سپیشل کوڈ پہلے دوہرایا جائے۔ اس طرح کسی فراڈ کا امکان نہ رہے گا۔ کال کرنے والا کہے گا وائٹ سکائی اور جواب دینے والا کہے گا وائٹ مون۔ اگر ہم آپ کو کال کریں گے تو ہم پہلے وائٹ سکائی کہیں گے اور اگر آپ ہمیں کال کریں تو آپ وائٹ سکائی کہیں گے۔ ہم دونوں میں سے جو بھی جواب دے گا وہ وائٹ مون کہے گا۔ اوور" ۔۔۔ راڈنی نے کہا۔

"بالکل ٹھیک ہے۔ یہ کام تو ہمیں پہلے ہی کر لینا چاہیئے تھا۔ بہرحال سارا کام انتہائی احتیاط سے کرنا وہ لوگ واقعی انتہائی خطرناک ہیں۔ اوور" ۔۔۔ فیلڈ نے جواب دیا۔ اب اس کا لہجہ نارمل ہو چکا تھا۔ وہ شاید حیرت کے پہلے جھٹکے سے نکل آیا تھا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب اوور اینڈ آل" ۔۔۔ راڈنی نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"اب کیا کرنا ہے" ــــــ آرتھر نے ٹرانسمیٹر آف ہوتے ہی پوچھا۔

"ایک ہی طریقہ ہے کہ میں فیلڈ بن جاتا ہوں۔ لازماً ان لوگوں نے فیلڈ کو نہیں دیکھا ہو گا اور تم بطور ڈاکٹر درانی چلو کیونکہ ڈاکٹر درانی کا قد و قامت اور جسم بالکل تم جیسا ہے۔ اس کا میک اپ میں تم پہ کر دوں گا۔ اس طرح ہم آسانی سے زیرو ون کے اندر داخل ہو جائیں گے اور پھر وہاں جاتے ہی میں ایکس تھرٹی ون کیپسول کو جیب میں توڑ دوں گا۔ اس کیپسول کے ٹوٹتے ہی وہاں موجود سب افراد ایک لمحے میں بیہوش ہو جائیں گے جب کہ ہم دونوں اینٹی ایکس تھرٹی ون انجکشن پہلے ہی لگا لیں گے اس طرح ہم پہ ایکس تھرٹی ون گیس اثر انداز نہ ہو گی اور ان کے بے ہوش ہوتے ہی ساری صورت حال ہمارے کنٹرول میں آجائے گی" ــــــ راڈنی نے کہا۔

"اوہ ویری گڈ تم تو واقعی بے حد ذہین آدمی ہو ــ آج میں تمہاری ذہانت کا قائل ہو گیا ہوں۔ یہ سادہ مگر انتہائی فول پروف طریقہ ہے۔ ویری گڈ" ــــــ آرتھر نے پرجوش لہجے میں کہا اور راڈنی مسکرا دیا۔

"میرے ذہن میں پہلے سے ہی پلاننگ تھی۔ اس لئے میں نے سوچ سمجھ کر تمہیں کال کیا تھا کیونکہ تمہارا جسم اور قد و قامت بالکل ڈاکٹر درانی جیسے ہیں ــ آؤ اٹھو میں تم پر ڈاکٹر درانی کا میک اپ کر دوں" ــ راڈنی نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور آرتھر بھی سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

راڈنی اُسے ایک چھوٹے کمرے میں لے آیا اور پھر اس نے ایک الماری سے جدید ترین میک اپ باکس نکالا اور آرتھر کے چہرے پر ڈاکٹر درانی کا میک اپ کرنا شروع کر دیا۔

"کمال ہے تم نے تو مجھے واقعی۔ پاکیشیائی بنا دیا ہے" ــــ میک اپ مکمل ہونے کے بعد آرتھر نے آئینے میں اپنے آپ کو دیکھتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"سنو آرتھر تم خاموش رہنا ــ بولنا نہیں۔ ساری بات چیت بطور فیلڈ میں خود کروں گا" ــــــ راڈنی نے کہا اور پھر وہ ایک اور الماری کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس مڑا تو اس کے ہاتھ میں ایک سرنج تھی۔ اس نے سرنج میں موجود آدھا محلول آرتھر کے بازو میں انجکٹ کیا اور پھر سوئی باہر نکال لی۔

"اب یہ باقی آدھا محلول تم میرے بازو میں انجکٹ کر دو۔ اس کا اثر چار گھنٹوں تک رہتا ہے اور اتنا وقفہ کافی ہے" ــــــ راڈنی نے سرنج آرتھر کے حوالے کرتے ہوئے کہا اور آرتھر نے سر ہلاتے ہوئے سرنج راڈنی کے ہاتھ سے لی اور پھر سرنج میں موجود باقی محلول اس نے راڈنی کے بازو میں انجکٹ کر دیا۔

"آؤ اب وہ ایکس تھرٹی ون کیپسول بھی لے لیں۔ کچھ اسلحہ بھی اور ہیڈ کوارٹر کے متعلق بھی راسکو کو ہدایات دے دیں پھر زیرو ون کے لئے روانہ ہو جائیں گے" ــــــ راڈنی نے کہا اور پھر وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے اس کمرے کے بیرونی دروازے کی بڑھ گئے۔

" اب اس کرنل اباگر کو ہوش میں لے آؤ۔ اس سے بھی دو دو باتیں ہو ہی جائیں" ـــــ عمران نے اس کمرے میں داخل ہوتے ہی کہا جس میں ستون کے ساتھ بیہوش کرنل اباگر بندھا ہوا تھا۔

"بیرونی راستہ چیک کر لیا آپ نے" ـــــ چوہان نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں میں بیرونی فضا کی سیر بھی کر آیا ہوں" ـــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اس دوران خاور کرنل اباگر کی طرف بڑھ چکا تھا اور پھر اس نے پوری قوت سے اور لگاتار کرنل اباگر کے چہرے پہ زوردار تھپڑ برسانے شروع کر دیئے۔ چند تھپڑوں کے بعد ہی کرنل اباگر کے جسم میں حرکت کے آثار پیدا ہوئے اور چند لمحوں بعد اس کی آنکھیں ایک جھٹکے سے کھلیں۔ اور ساتھ ہی اس کے منہ سے کراہ نکل گئی۔

" ہیلو کرنل اباگر چیف آف ڈیزرٹ کمانڈوز۔ جس قدر جلدی سے

پوری طرح ہوش میں آجاؤ اتنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہو گا" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور کرنل اباگر کی خالی خالی نظر آنے والی آنکھوں میں یکلخت شعور کی تیز چمک ابھر آئی۔ اس کے ساتھ ہی اس کا چہرہ بھی بگڑنے لگ گیا۔

" تت تت تم ـــــ تم نے یہ سب کیسے کر لیا ـــ اوہ تم واقعی شیطان ہو" ـــــ کرنل اباگر نے دانت پیستے ہوئے کہا اور عمران ہنس پڑا۔

"یعنی تمہارے خیال کے مطابق ذہانت صرف شیطان کے دماغ میں بھری رہتی ہے۔ انسان ذہانت سے خالی ہوتے ہیں۔ سُن لیا خاور تم نے، خواہ مخواہ ذہانت کی تعریفوں پہ خوش ہو رہے تھے" ـــــ عمران نے کہا اور خاور بے اختیار مسکرا دیا۔

"اس شخص نے واقعی حیرت انگیز ذہانت سے کام لیا ہے۔ میں آخری لمحے تک نہ سمجھ سکا تھا کہ یہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔ بہرحال تم یہاں سے بچ کر نہ جا سکو گے" ـــــ کرنل اباگر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا وہ اب پوری طرح سنبھل چکا تھا۔

"سنو کرنل اباگر میں نے تمہارے لہجے میں اسرائیل کے صدر سے بھی ٹرانسمیٹر پہ بات کر لی ہے۔ اور لیبارٹری کے چیف سیکورٹی آفیسر فیلر سے بھی۔ اور میں نے فیلر کو ایسی پٹی پڑھائی ہے کہ فیلر اب ڈاکٹر درانی کو لے کر یہاں پہنچنے ہی والا ہو گا۔ اس کے بعد فیلر مجھے لیبارٹری کے بارے میں تفصیلات بتائے گا۔ اور فیلر کے میک اپ میں میرا کوئی بھی آدمی لیبارٹری میں واپس جائے گا اور لیبارٹری تباہ کر کے واپس یہاں آجائے گا۔ اس کو بعد ہم ڈاکٹر درانی کو ساتھ لے کر اطمینان سے واپس

چلے جائیں گے۔ بولو کیسا پلان ہے" —— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور کرنل اباگر کا چہرہ عمران کی بات سن کر تاریک پڑ گیا۔

"کاش میں تمہیں اڈے کے اندر لے آنے کا فیصلہ نہ کرتا۔ میں تمہیں آسانی سے وہیں ریت کے ٹیلوں میں ہی موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا" —— کرنل اباگر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"ویسے ایک بات تو بتاؤ یہ ڈیزرٹ کمانڈوز کیا واقعی ریت کے بنے ہوتے ہیں کہ بالکل ہی بودے ثابت ہو رہے ہیں۔ میں نے تو سمجھا تھا بڑی لڑائیاں لڑنی پڑیں گی تم سے۔ لیکن یہاں تو ہر شخص احمقوں کی طرح اسی طرح کرتا جا رہا ہے جیسے میں اسے کہتا ہوں" —— عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"تمہارا داؤ لگ گیا اب تم ایسی باتیں کر سکتے ہو" —— کرنل اباگر نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔

"او۔ کے فی الحال تم آرام کرو۔ میں ذرا فیلر اور ڈاکٹر درانی کے استقبال کی تیاریاں کر لوں" —— عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے پوری قوت سے مڑی ہوئی انگلی کا ہک کرنل اباگر کی اس کنپٹی پر مار دیا جس پر پہلے ہی ریوالور کی نال کی ضرب لگی ہوئی تھی اور وہ جگہ نہ صرف سوجھ کر ابھری ہوئی تھی بلکہ نیلی پڑ گئی تھی۔ ایک ہی ضرب نے کرنل اباگر کو دوبارہ بے ہوشی کی دلدل میں اتار دیا۔

"آؤ اب یہ تو لمبے عرصے کے لئے گیا" —— عمران نے کہا اور واپس دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا آپ نے صرف اس سے یہی باتیں کرنے کے لئے ہوش دلایا تھا"

چوہان نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"تو اور کیا میں اس سے ذاتی معاملات ڈسکس کرتا۔ بھائی میں نے صرف ایک بات کنفرم کرنی تھی اور وہ کر لی کہ کیا فیلر ڈاکٹر درانی کو ساتھ لے کر لیبارٹری سے باہر آ سکتا ہے یا نہیں۔ دوسرے لفظوں میں کیا فیلر اس قدر بااختیار ہے یا صرف وہاں کا سیکورٹی چیف ہے لیکن کرنل اباگر نے ایسا کوئی اشارہ نہیں دیا کہ وہ نہیں آ سکتا۔ اس کا مطلب ہوا کہ وہ واقعی لیبارٹری کا سب سے بااختیار آدمی ہے۔ اب فیلر کے میک اپ میں جو بھی وہاں جائے گا اسے کم از کم یہ معلوم ہو گا کہ فیلر ہی اس لیبارٹری کا سب سے بااختیار آدمی ہے" —— عمران نے کمرے سے باہر راہداری میں آتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھیوں نے اس طرح سر ہلا دیئے جیسے اب انہیں عمران کی کرنل اباگر سے ہونے والی بات چیت کی اہمیت سمجھ میں آئی ہو۔

راہداری سے گزر کر وہ سب اس بڑے کمرے میں پہنچ گئے جس میں مشینیں فٹ تھیں اور سائیڈ پر شیشے کا کیبن بنا ہوا تھا۔ عمران کونے میں لگی ایک مشین کی طرف بڑھ گیا۔ وہ چند لمحے خاموش کھڑا اس مشین کو دیکھتا رہا۔ پھر اچانک وہ چونک پڑا۔

"کیا ہوا" —— عثمان جامیری نے عمران کو اس طرح چونکتے دیکھ کر پوچھا۔

"اوہ یہ تو انتہائی جدید ترین ایس۔ وی۔ ٹی مشین ہے۔ اس کی مدد سے ہم ڈیزرٹ کمانڈوز کے ہیڈ کوارٹر کو یہاں سے اس طرح چیک کر سکتے ہیں کہ انہیں معلوم ہی نہ ہو سکے۔ واقعی جدید انتظامات کر رکھے

ہیں ان لوگوں نے" ـــــ عمران نے کہا اور پھر اس نے مشین پر لگی ہوئی ایک ناب کو دائیں طرف گھمایا تو اس کے اوپر ایک خانے میں ایچ کا حرف ابھر آیا اور عمران تیزی سے واپس مڑا۔ اور اس شیشے والے کیبن کی طرف بڑھ گیا۔ باقی ساتھی بھی تجسس کی وجہ سے اس کے پیچھے کیبن میں پہنچ گئے کہ عمران نے وہاں موجود آپریٹنگ مشین کے ایک حصے کو غور سے دیکھا اور پھر اس کے مختلف بٹن پریس کرنے شروع کر دیئے۔ پھر اس نے جیسے ہی ایک بٹن دبایا مشین پر موجود سکرین پر جھماکے سے ہوئے اور اس کے ساتھ ہی اس پر ایک کمرے کا منظر ابھر آیا۔ اس کمرے میں مشینیں نصب تھیں۔ اور ان مشینوں کے سامنے کئی افراد بیٹھے انہیں آپریٹ کرنے میں مصروف تھے۔ عمران نے مین ناب کے نیچے موجود دوسری ناب گھمانا شروع کر دی اور اس کے ساتھ ہی منظر بدلتا گیا۔ ہیڈ کوارٹر کے مختلف حصے سکرین پر ابھرتے رہے لیکن عمران انہیں دیکھ کر پھر تبدیل کر دیتا۔ اچانک سکرین پر ایک چھوٹے کمرے کا منظر ابھر آیا۔ جس کے درمیان ایک کرسی پر ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا جب کہ ساتھ موجود میز پر میک اپ کا سامان کھلا پڑا تھا۔ اور ایک اور نوجوان کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی کا میک اپ کرنے میں مصروف تھا اور عمران کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی کا میک اپ ہوتا دیکھ کر بری طرح چونک پڑا کیونکہ وہ آدمی ڈاکٹر درانی لگ رہا تھا۔ وہی ڈاکٹر درانی جسے اغوا کر کے یہاں لیبارٹری میں پہنچایا گیا تھا۔ عمران نے ڈاکٹر درانی کو ویسے تو ایک دو بار دیکھا ہوا تھا لیکن یہاں آنے سے پہلے اس نے سرداور سے ڈاکٹر درانی کی پرسنل فائل لے کر اس کا بغور مطالعہ کیا تھا اور اس میں اس کے مختلف عمروں کے فوٹوؤں کے ساتھ ساتھ تازہ ترین فوٹو بھی موجود تھا۔

یہی وجہ تھی کہ وہ اس آدمی کا چہرہ دیکھتے ہی پہچان گیا کہ اس آدمی پر ڈاکٹر درانی کا میک اپ کیا گیا ہے۔ میک اپ واقعی اتنی مہارت سے کیا گیا تھا کہ اگر وہ دوسرے آدمی کو میک اپ کرتے ہوئے اور میز پر میک اپ کا بکھرا ہوا سامان نہ دیکھ لیتا تو شاید وہ اتنی جلدی نہ پہچان سکتا کہ کرسی پر بیٹھا ہوا آدمی ڈاکٹر درانی ہے یا کوئی اور۔

"کمال ہے ـــ تم نے تو مجھے واقعی پاکیشیائی بنا دیا ہے" ـــ اسی لمحے کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی نے کہا اور اس کی آواز مشین میں سے نکلی وہ اس وقت آئینہ دیکھ رہا تھا۔

"سنو آرتھر تم خاموش رہنا۔ بولنا نہیں ساری بات چیت بطور فیلڈ میں خود کروں گا" ـــ دوسرے آدمی کی آواز سنائی دی۔ اور اس کی آواز سنتے ہی عمران پہچان گیا کہ یہ راڈنی ہے۔ جس نے اسے پہلے ٹرانسمیٹر پر کال کر کے صدر مملکت اور فیلڈ سے بات کرائی تھی۔ وہ ہونٹ بھینچے خاموش کھڑا تھا۔ پھر راڈنی ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھولی اور اس کے ایک خانے میں پڑے ہوئے باکس کو کھول کر اس نے اس میں سے ایک پیکڈ سرنج نکالی اور پھر اس کی سوئی پر موجود کیپ ہٹا کر اس نے آدھا محلول ڈاکٹر درانی بنے ہوئے آرتھر کے بازو میں انجکٹ کر دیا۔

"اب یہ باقی آدھا محلول تم میرے بازو میں انجکٹ کر دو۔ اس کا اثر چار گھنٹوں تک رہتا ہے ـــ اتنا وقفہ کافی ہے" ـــ راڈنی نے سرنج آرتھر کو دیتے ہوئے کہا اور آرتھر نے سرنج راڈنی کے ہاتھ سے لی اور پھر سرنج میں موجود باقی محلول اس نے راڈنی کے بازو میں انجکٹ کر دیا۔

"آؤ اب وہ ایکس تھرٹی ون کیپسول بھی لے لیں اور ہیڈ کوارٹر کے متعلق بھی راسکو کو ہدایات دے دیں۔ پھر زیرو ون کے لئے روانہ ہو جائیں گے" ـــ راڈنی نے کہا اور وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے کمرے کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔ دروازے سے نکل کر وہ سکرین سے بھی آؤٹ ہو گئے۔ عمران نے ناب کو دوبارہ گھمانا شروع کر دیا اور پھر سکرین پر منظر بدلنے لگے لیکن پھر یکلخت ہلکی سی سیٹی کی آواز سنائی دی اور سکرین پر دھند سی چھانے لگی۔ عمران نے چونک کر ایک ڈائل کی طرف دیکھا اور پھر ایک طویل سانس لیتے ہوئے بٹن آف کرنے شروع کر دیئے اور پھر سکرین مکمل طور پر آف ہو گئی۔

"کیا ہوا" ـــ عمران کے پیچھے کھڑے چوہان نے کہا۔

"مشین گرم ہونے کی وجہ سے بند ہو گئی ہے۔ ان مشینوں میں یہی خامی ہے کہ یہ بہت جلد گرم ہو جاتی ہیں بہرحال ہمارے سروں پر منڈلانے والے ایک مہیب خطرے کی نشاندہی ہو گئی ہے" ـــ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کیسا خطرہ" ـــ چوہان اور خاور نے پوچھا جب کہ طلحہ اور عثمان خاموش کھڑے تھے۔ طلحہ تو ویسے بھی خاموش ہی رہتا تھا۔ شاید یہاں جو کچھ بھی ہو رہا تھا وہ اس کی ذہنی سطح سے کہیں زیادہ بلند تھا اس لئے وہ دیکھنے اور سننے پر ہی اکتفا کر رہا تھا۔

"میرا خیال ہے یہ مشینیں ہر جگہ موجود ہیں۔ اور جس طرح ہم نے اسے آن کر کے صورت حال معلوم کی ہے اسی طرح ہیڈ کوارٹر میں موجود کرنل اباگر کے اسسٹنٹ راڈنی نے بھی اس قسم کی مشین کے ذریعے یہاں چیکنگ

کی اور یہاں کی صورت حال دیکھتے ہوئے اس نے ایک ذہانت بھ پلان بنایا ہے۔ اس نے اپنے ایک ساتھی آرتھر پر ڈاکٹر درانی کا میک اپ کیا ہے اور خود وہ فیلر بن گیا ہے لیبارٹری کا سیکورٹی انچارج چونکہ ہم میں سے کسی نے فیلر کو نہیں دیکھا ہوا۔ اس کے بعد اس نے واقعی ہم پر قابو پانے کے لئے انتہائی ذہانت آمیز پلاننگ کی ہے کہ انہ فوری اثر مفلوج کر دینے والی گیس ایکس تھرٹی ون کا کیپسول لے کر وہ یہا آئے گا۔ اس سے محفوظ رہنے کے لئے اس نے خود اپنے آپ اور آرتھ کو اس سے بچنے والے محلول کا انجکشن لگا لیا۔ اس گیس کی خاصیت ہے بند جگہ پر وہ پلک جھپکنے میں پھیلتی ہے اور اس کے کیپسول کو انگلی۔ بھی توڑا جا سکتا ہے۔ اب یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ ہیلی کاپٹر پر بیٹھ کر یہ آئیں گے۔ فیلر اور ڈاکٹر درانی سمجھ کر ہم انہیں اندر بلائیں گے اور ا کے بعد وہ جیب میں موجود ایکس تھرٹی ون کیپسول توڑ دیں گے۔ خود وہ اس سے محفوظ رہنے کا انجکشن لگائے ہوئے ہیں اس لئے وہ خود ا گیس کے اثر سے محفوظ رہیں گے جب کہ ہم سب فوری طور پر مفلوج جائیں گے اور اس کے بعد ظاہر ہے۔ مردہ بدست زندہ والا کام شروع ہو جائے گا" ـــ عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور عمران کے ساتھیوں کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی گئیں۔

"اوہ واقعی انتہائی فول پروف قسم کا منصوبہ ہے" ـــ چوہان نے کہا۔

"ہاں اس کا مطلب ہے کہ ریت میں بھی ابھی ذہانت کا عنصر موجود ہے۔ بلکہ میں تو کہوں گا کہ اس کرنل اباگر سے زیادہ ذہین اس کا اسسٹنٹ

راڈنی ہے۔ بہرحال اب ہم نے نہ صرف اپنا تحفظ کرنا ہے بلکہ ان پر بھی قابو پانا ہے۔ اسس راڈنی نے لازماً لیبارٹری کال کر کے فیلر کو بھی صورت حال بتا دی ہو گی اس لئے اب راڈنی ہمارے لئے اہم مہرہ ہے" ـــــ عمران نے کہا۔

"لیکن اب کیا کرنا ہو گا" ـــــ اسس بار عثمان جاہیری نے کہا۔

"کرنا کیا ہو گا ـــ میں اور چوہان اس اڈے سے باہر نکل کر کسی ٹیلے اوٹ میں چھپ جائیں گے۔ تم لوگ اندر رہنا ـــ خاور آسانی سے ل ہاگ کے لہجے کی نقل اتار سکتا ہے۔ یہ لوگ جب آئیں گے تو لازماً نمیٹر کال کریں گے۔ خاور اٹنڈ کرے گا اور بتائے گا کہ اڈے کا راستہ ںلا جا رہا ہے۔ پھر یہ دونوں ہیلی کاپٹر سے اتر کر جیسے ہی اس دروازے لرف بڑھیں گے ہم انہیں جاپ لیں گے۔ کھلی فضا میں ایکس تھرٹی ن کا کوئی اثر نہیں ہوتا چنانچہ کام آسانی سے ہو جائے گا" ـــــ عمران کہا اور باقی ساتھیوں نے سر ہلا دیئے۔ ظاہر ہے وہ سب عمران کی اس نگ سے پوری طرح متفق تھے۔

فیلر نے ٹرانسمیٹر آف کیا اور وہ پھر اس طرح سر پکڑ کر بیٹھ گیا جیسے اُسے چکر آ رہے ہوں۔

"کیا بات ہے باس خیریت ہے" ـــــ دروازے پر کھڑے ایک مسلح نوجوان جس نے نیلے رنگ کی یونیفارم پہنی ہوئی تھی نے کہا اور تیزی سے دوڑتا ہوا فیلر کی طرف بڑھا۔

"کچھ نہیں رانسن معاملات انتہائی خطرناک انداز میں الجھ گئے ہیں، اس لئے پریشان تھا" ـــــ فیلر نے سر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"کیسے معاملات باس۔ کیا لیبارٹری میں کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے" ـــــ رانسن نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں لیبارٹری میں تو کیا گڑبڑ ہونی ہے لیکن لیبارٹری سے باہر حالات نازک ہو چکے ہیں۔ مجھے اسس سلسلے میں صدر مملکت سے براہ راست بات کر لینی چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ کل کوئی مسئلہ پیدا ہو جائے اور تمام ذمہ داری مجھ

پر آجاتے“ —— فیلر نے کہا اور پھر اس نے جلدی سے سامنے موجود ایک بڑے اور لانگ رینج ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرنا شروع کر دیا۔

”ہیلو ہیلو سیکورٹی چیف فیلر فرام اگا لیبارٹری اوور“ —— فیلر نے بار بار یہ فقرہ دوہرانا شروع کر دیا جس فریکوئنسی پر وہ بات کر رہا تھا وہ فریکوئنسی صدر مملکت کی مخصوص فریکوئنسی تھی اور اسی فریکوئنسی پر براہ راست صدر بات کرتے تھے۔ اس لئے اس نے جان بوجھ کر لفظ کالنگ استعمال نہ کیا تھا کیونکہ صدر کو کال کرنا پروٹوکول کے خلاف تھا۔

”یس پریذیڈنٹ اٹنڈنگ اوور“ —— یکلخت ٹرانسمیٹر سے صدر مملکت کی باوقار مگر بھاری آواز سنائی دی۔

”جناب میں فیلر بول رہا ہوں اگا لیبارٹری سے۔ آپ کو ایک اہم رپورٹ دینی ہے اور آپ سے مزید ہدایات لینی ہیں اوور“ —— فیلر نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”کیا رپورٹ — تفصیل سے بات کرو اوور“ —— صدر مملکت کے لہجے میں حیرت تھی اور جواب میں فیلر نے پہلے کرنل اباگر کی کال ملنے اور اس سے ہونے والی گفتگو کے بعد راڈنی کی کال اور اس کے ساتھ ہونے والی تمام گفتگو تفصیل سے دوہرا دی۔

”اوہ تو اس کا مطلب ہے کہ کرنل اباگر مکمل طور پر ناکام ہو چکا ہے۔ اور عمران اور اس کے ساتھیوں نے ڈیزرٹ کمانڈوز کا گھیرا توڑ کر اس کا خاتمہ کر دیا ہے۔ ساری پلاننگ ہی غلط ہو گئی ہے۔ اوور“ —— صدر مملکت نے انتہائی مایوسانہ لہجے میں کہا۔

”ایسی تو کوئی بات نہیں سر۔ راڈنی بہت ذہین آدمی لگ رہا ہے۔

وہ یقیناً ان پر قابو پا لے گا۔ اوور“ —— فیلر نے کہا۔ اسے صدر مملکت جیسے بڑے عہدے دار کے منہ سے ایسے مایوسی بھرے الفاظ سن کر بے حد حیرت ہوئی تھی۔

”تم ان شیطانوں کو نہیں جانتے فیلر جب کہ میں ذاتی طور پر بہت حد تک واقف ہوں۔ یہ لوگ ایسے کام کر لیتے ہیں جسے عام طور پر ناممکن سمجھا جاتا ہے۔ اب دیکھو میں نے اس مشن کو کس قدر اخفا میں رکھا لیکن یہ لوگ سیدھے الگزار پہنچ گئے جیسے انہیں پہلے سے ہی سب باتوں کا علم ہو۔ اس کے بعد ابھی تم نے خود رپورٹ دی ہے کہ کرنل اباگر اور ڈیزرٹ کمانڈوز کا طاقتور حلقہ بھی ٹوٹ گیا ہے حالانکہ میں جانتا ہوں کہ اس حلقے کو قائم کرنے کے لئے کس قدر کثیر دولت اور کتنی طویل منصوبہ بندی کی گئی تھی۔ اور اگر راڈنی ذہانت استعمال نہ کرتا تو تم ڈاکٹر درانی کو لے کر پکے ہوئے پھل کی طرح ان کی جھولی میں جا گرتے۔ اور اب بھی مجھے یقین ہے کہ راڈنی لاکھ عقل مند بنے لیکن یہ شیطان اس کے بس کا روگ ہی نہیں ہیں۔ اوور“ —— صدر مملکت واقعی مکمل طور پر مایوسی کا شکار ہو چکے تھے۔

”سر ابھی وہ لوگ لیبارٹری سے دور ہیں۔ اور لیبارٹری میں کسی صورت بھی داخل نہیں ہو سکتے۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ جب تک لیبارٹری کو اندر سے نہ کھولا جائے ہوا بھی لیبارٹری میں داخل نہیں ہو سکتی وہ لاکھ سر پٹکتے رہیں لیکن یہ میرا دعویٰ ہے کہ وہ کسی صورت بھی لیبارٹری میں داخل نہیں ہو سکیں گے اور جب تک وہ لیبارٹری میں داخل نہ ہو جائیں۔ وہ لیبارٹری کو کسی قسم کا کوئی معمولی سا نقصان بھی نہیں پہنچا سکتے۔ اس لئے آپ

بے فکر رہیں ڈیزرٹ کمانڈوز کو چاہے وہ ختم ہی کیوں نہ کر دیں مگر وہ اپنا اصل مقصد زندگی بھر حاصل نہ کر سکیں گے اوور" ــــ فیلر نے بڑے بااعتماد لہجے میں کہا۔

"ہونہہ ٹھیک ہے۔ اب میری ہدایات سن لو۔ تم نے لیبارٹری کو مکمل طور پر سیل کر دینا ہے۔ ٹرانسمیٹر کال بھی تم بیرونی دنیا سے رسیو نہیں کرو گے۔ تمہارا رابطہ اب صرف مجھ سے براہ راست ہو گا تم نے مجھے کال کرنا ہے اور صرف میری کال رسیو کرنی ہے جب تک میں دوسرا حکم نہ دوں۔ اوور" ــــ صدر مملکت نے اس بار تیز لہجے میں کہا

"یس سر اوور" ــــ فیلر نے جواب دیا۔

"اس ہدایت پر انتہائی سختی سے عمل کیا جائے گا اوور اینڈ آل" ــــ دوسری طرف سے سخت لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر میں سے دوبارہ ٹوں ٹوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ فیلر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ٹرانسمیٹر آف کر دیا اور پھر اس نے سائیڈ پر موجود انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور ایک نمبر پریس کر دیا۔

"یس" ــــ رسیور میں سے آواز ابھری۔

"رابرٹ لیبارٹری کو مکمل طور پر سیلڈ کر دو اور بیرونی دنیا سے تاحکم ثانی ہر قسم کا رابطہ ختم کر دو" ــــ فیلر نے سخت لہجے میں کہا۔

"اوہ سر۔ کیا کوئی خطرہ ہے" ــــ دوسری طرف سے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا گیا۔

"ہاں یہ صدر اسرائیل کا حکم ہے۔ دشمن ملک کے ایجنٹ اس لیبارٹری کو تباہ کرنا چاہتے ہیں اور وہ لیبارٹری کے قریب پہنچ چکے ہیں" ــــ

فیلر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ ٹھیک ہے سر حکم کی تعمیل ہو گی" ــــ دوسری طرف سے کہا گیا اور فیلر نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

"باس یہ صورت حال کب تک رہے گی میں چھٹی لے کر جانا چاہتا ہوں" ــــ ساتھ کھڑے ہوئے رانسن نے کہا۔

"فی الحال چھٹی بھول جاؤ۔ جب تک یہ ایجنٹ ختم نہیں ہو جاتے۔ ہم باہر جانا تو ایک طرف باہر جھانک بھی نہیں سکتے" ــــ فیلر نے جواب دیا۔

"باس اگر ہم خود ان ایجنٹوں کو ختم کر دیں تو میرے خیال میں یہ بات ہمارے کریڈٹ میں جائے گی" ــــ رانسن نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"وہ کیسے" ــــ فیلر نے چونک کر پوچھا۔

ہمارے پاس ریڈلائٹ سٹلائٹ موجود ہے۔ اگر ہم اسے اوپر فضا میں چھوڑ دیں۔ تو وہ دور دور تک کے علاقے کو نہ صرف چیک کرتا رہے گا، بلکہ ہم اس کے ذریعے جہاں بھی چاہیں جس کو بھی چاہیں ریڈ ریز کے ذریعے ختم بھی کر سکتے ہیں۔ اس طرح ہم آسانی سے ان لوگوں کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔ ورنہ تو ہم اندھوں کی طرح یہاں بند رہیں گے۔ اور ہمیں معلوم تک نہ ہو سکے گا کہ باہر کیا ہو رہا ہے" ــــ رانسن نے کہا۔

"اوہ واقعی ویری گڈ۔ اس کا تو مجھے خیال ہی نہ رہا تھا۔

ویری گڈ رانسن ٹھیک ہے آؤ" ــــ فیلر نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور کرسی سے اٹھ کر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ جب کہ رانسن بھی مسکراتا ہوا اس کے پیچھے چل پڑا۔

* * *

عمران کی نظریں آسمان پر لگی ہوئی تھیں۔ وہ چوہان کے ساتھ اس وقت زیر دن اڈے سے باہر ایک ٹیلے کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا جب کہ باقی ساتھی اڈے کے اندر موجود تھے۔ اڈے کا بیرونی راستہ بند تھا۔ انہیں یہاں چھپے ہوئے تقریباً آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا کہ دور سے ایک سیاہ دھبہ سا نمودار ہوا۔ اور عمران اس دھبے کو دیکھ کر چونک پڑا۔ دھبہ تیزی سے نمایاں ہوتا چلا گیا اور پھر چند لمحوں بعد وہ دھبہ ایک تیز رفتار ہیلی کاپٹر کی صورت میں نظر آنے لگا۔ ہیلی کاپٹر واقعی انتہائی تیز رفتاری سے اڑ رہا تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ ان کے سروں پر پہنچ گیا۔ ہیلی کاپٹر کی رفتار آہستہ ہو گئی تھی۔ اور اڈے کے بیرونی راستے کے اوپر فضا میں ہی معلق ہو گیا۔

"اب یہ کال کر رہے ہوں گے۔ راستہ کھلوانے کے لئے" ــــ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ خاموش بیٹھے ہوئے چوہان نے سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہیلی کاپٹر آہستہ آہستہ نیچے اترنے لگا۔

"یہ دونوں دو مختلف سائیڈوں سے اتریں گے۔ ایک کو میں قابو کروں گا، دوسرے کو تم نے کرنا ہے" ــــ عمران نے چوہان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میرا تو خیال ہے اس آرتھر کو جو ڈاکٹر درانی کے میک اپ میں ہے گولی کیوں نہ مار دی جائے" ــــ چوہان نے کہا۔

"ہاں وہ ہمارے لئے فضول آدمی ہے لیکن اس وقت جب یہ راڈنی قابو آ جائے" ــــ عمران نے کہا اور چوہان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ہیلی کاپٹر اب نیچے اتر چکا تھا۔ ہیلی کاپٹر کی دم اس ٹیلے کی طرف تھی جس کے پیچھے عمران اور چوہان دبکے ہوئے تھے۔ پھر ہیلی کاپٹر سے دو آدمی نیچے اترے۔

"دائیں طرف آرتھر ہے۔ تم اس طرف جاؤ" ــــ عمران نے کہا اور پھر تیزی سے اٹھ کر ٹیلے کی سائیڈ سے نکل کر جھکے جھکے انداز میں وہ ریت پر دوڑتا ہوا ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھ گیا۔ وہ دونوں ہیلی کاپٹر سے نیچے اتر کر آگے اڈے کے بیرونی راستے کی طرف چل پڑے تھے۔ عمران ہیلی کاپٹر کی سائیڈ سے ہوتا ہوا جب آگے بڑھا تو اس نے ان دونوں کو اکٹھا اس راستے کے بالکل قریب کھڑا دیکھا۔ ان کی پوری توجہ اس جگہ پر تھی جہاں سے راستہ کھلنا تھا۔ راڈنی نے دونوں ہاتھ جیبوں میں ڈالے ہوئے تھے جب کہ آرتھر جو ڈاکٹر درانی کے میک اپ میں تھا ڈھیلے ڈھالے اور بے نیازانہ انداز میں کھڑا ہوا تھا چوہان بھی ہیلی کاپٹر کی دوسری طرف سے ہوتا ہوا آگے پہنچ چکا تھا۔ اور پھر وہ دونوں ہی انتہائی احتیاط سے آگے بڑھنے لگے۔ وہ احتیاطاً اس بات

کی کر رہے کہ ان کے قدموں تلے سے ریت کھسکنے کی آواز نہ سنائی دے۔ سورج چونکہ اکبر اختر اور راڈنی کے سامنے چمک رہا تھا اس لئے ان کے سائے پیچھے پڑ رہے تھے۔ ورنہ اگر ان کی مخالف سمت میں سورج ہوتا تو پھر لازماً عمران اور چوہان دونوں کے سائے ان کی ساری احتیاط کا بھرم کھول دیتے۔

"کمال ہے ابھی تک راستہ ہی نہیں کھلا" ——— راڈنی کی آواز سنائی دی اور عین اسی لمحے چوہان اور عمران دونوں عین ان کے عقب میں پہنچ گئے۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں ریوالور موجود تھے۔ دوسرے لمحے ان دونوں کے بازو بیک وقت حرکت میں آگئے۔ اور ریوالوروں کے بھاری دستے پوری قوت سے ان دونوں کی کھوپڑیوں پر پڑے اور وہ دونوں ہی چیختے ہوئے منہ کے بل سامنے ریت پر گرے ہی تھے کہ عمران کی لات بجلی کی سی تیزی سے گھومی اور فیلر کی کنپٹی پر پوری قوت سے پڑی اور اٹھنے کی کوشش کرتا ہوا فیلر دوبارہ ایک دھماکے سے نیچے گرا۔ اور پھر ساکت ہو گیا۔ جبکہ اسی لمحے چوہان کے ریوالور سے شعلہ نکلا اور دھماکے کے ساتھ ہی اکبر اختر کے حلق سے چیخ نکلی اور وہ بھی چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔

"گڈ شو اب اسے سیدھا کر کے اس کی تلاشی لے لو" ——— عمران نے کہا اور چوہان نے ریوالور جیب میں ڈالا۔ اور اوندھے پڑے ہوئے راڈنی کو اس نے گھما کر پشت کے بل کر دیا۔ دوسرے لمحے وہ اس کی جیب سے نارنجی رنگ کا ایک بڑا سا کیپسول اور ایک ریز پسٹل برآمد کر چکا تھا۔

"اوہ تو یہ ریز پسٹل لے آیا تھا" ——— عمران نے ریز پسٹل چوہان کے ہاتھ سے لے کر اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا اور پھر اسے جیب میں ڈال لیا۔

"اس کیپسول کا کیا کرنا ہے" ——— چوہان نے پوچھا۔

"اسے ہیلی کاپٹر کے ساتھ مار دو۔ ٹوٹ کر ختم ہو جائے گا" ——— عمران نے کہا اور چوہان نے مڑ کر پوری قوت سے کیپسول نیچے موجود ہیلی کاپٹر کی طرف اچھال دیا۔ کیپسول ہیلی کاپٹر سے ٹکرا کر پرزوں میں بکھر دیا۔ عمران نے جیب سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا اور پھر اس کی سائیڈ پر موجود بٹن دبا دیا۔

"ہیلو خاور عمران بول رہا ہوں۔ اب راستہ کھول دو کام ہو گیا ہے اوور" ——— عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے اوور" ——— دوسری طرف سے خاور کی آواز سنائی دی۔ اور عمران نے ٹرانسمیٹر آف کر کے اسے جیب میں ڈال لیا۔

"تم اسے اٹھا کر اندر لے چلو۔ اب مجھے اس ہیلی کاپٹر کو بھی اندر لے جانا ہوگا۔ لازماً اس کا بھی کوئی نہ کوئی سسٹم موجود ہوگا" ——— عمران نے کہا اور چند لمحوں بعد ان کے سامنے ریت کا ایک چھوٹا سا حصہ کسی صندوق کے ڈھکن کی طرح اوپر کو اٹھتا گیا۔ اور خاور باہر جھانکتا ہوا نظر آیا۔ عمران آگے بڑھا اور نیچے اتر گیا۔ چوہان بھی راڈنی کو اٹھا کر کاندھے پر لادے اس کے پیچھے آ گیا۔

"اسے وہیں کرنل اباگ کے ساتھ اچھی طرح باندھ دو۔ میں مشین روم میں جا رہا ہوں تاکہ ہیلی کاپٹر کو اندر لے جانے کا راستہ ڈھونڈ لوں" ——— عمران نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا سرنگ نما راستے میں آگے ڑھ گیا۔

چوہان راڈنی کو اٹھائے خاور کے ساتھ چلتا ہوا آگے بڑھا۔ خاور نے راستہ دوبارہ بند کر دیا تھا اور پھر وہ دونوں اکٹھے ہی اس کمرے میں پہنچ گئے جہاں کرنل اباگر ابھی تک ستون سے بندھا ہوا تھا۔ عثمان جامیری اور طلحہ دونوں اس کمرے میں کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں اندر آتا دیکھ کر وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

"کیا ہوا کوئی گڑبڑ تو نہیں ہوئی" ——— عثمان جامیری نے پوچھا۔

"گڑبڑ کیسی عثمان صاحب۔ سب او۔ کے ہو گیا ہے" ——— چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے اور خاور دونوں نے مل کر راڈنی کو بھی طرح ستون سے باندھ دیا۔

"وہ اس کا دوسرا ساتھی" ——— عثمان جامیری نے پوچھا۔

"وہ غیر اہم تھا اس لئے اُسے باہر ہی گولی مار دی ہے" ——— چوہان نے کہا اور عثمان جامیری نے سر ہلا دیا۔

"عمران صاحب ساتھ نہیں آئے" ——— عثمان جامیری نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

"وہ ہیلی کاپٹر کو اندر لے آنے کی کوشش کر رہے ہیں" ——— چوہان نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد عمران مسکراتا ہوا اندر داخل ہو

"بڑی مشکل سے بڑا حصہ کھولنے کا طریقہ تلاش کیا ہے۔ بہرحال اب ہیلی کاپٹر محفوظ ہو گیا ہے۔ ٹھیک ہے اب ان دونوں کو ہوش میں لے آؤ۔ تاکہ ان سے صحیح معنوں میں پوچھ گچھ کی جا سکے" ——— عمر نے کہا۔

"پوچھ گچھ کا کام تم میرے سپرد کر دو۔ پھر دیکھو یہ کیسے بولتے ہیں" ——— عثمان جامیری نے کہا۔

"نہیں۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ میں جلد از جلد یہاں سے نکلنا چاہتا ہوں کیونکہ کسی بھی لمحے ہم اس چوہے دان میں پھنس سکتے ہیں" ——— عمران نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"آپ اگر کہیں تو ہم میں سے کوئی باہر رہ کر چیکنگ کرتا رہے" ——— خاور نے کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ چوہان یہاں میرے ساتھ رہے گا ——— تم تینوں با چلے جاؤ ——— ایسا نہ ہو کہ اچانک کوئی گڑبڑ ہو جائے اور ہمیں معلوم نہ ہو سکے ——— فکسڈ ٹرانسمیٹر تو تمہاری جیب میں ہے۔ اگر کوئی بات ہو تو مجھ سے رابطہ کر لینا" ——— عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور خاو عثمان اور طلحہ کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا جب کہ چوہان اس دوران راڈنی کا ناک اور منہ بند کر کے اُسے ہوش میں لے آنے کی کوشش میں مصروف رہا۔ چند لمحوں بعد جب راڈنی کے جسم میں حرکت نمودار ہوئی تو وہ اسے چھوڑ کر کرنل اباگر کی طرف بڑھ گیا اور پھر وہ دونوں یکے بعد دیگرے چند لمحوں کے وقفے میں ہوش میں آ گئے۔ اور ان دونوں کے حلق سے کراہیں سی نکل گئیں۔

"راڈنی تم واقعی ایک ذہین آدمی ہو اور میں ذہانت کی قدر کرتا ہوں چاہے ذہین آدمی میرا مخالف ہی کیوں نہ ہو۔ تم نے جس طرح ایکس تھرڈ ون کے ذریعے ہمیں مفلوج کر کے ہم پر قابو پانے کا منصوبہ بنایا تھا اس سے تمہاری ذہانت ظاہر ہوتی ہے۔ اس لئے میں تمہیں ضائع نہیں کرنا چاہتا۔

تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم میرے چند سوالات کا صحیح صحیح جواب دے دو" ---- عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"تت تت تم یہاں کیسے آ گئے راڈنی" ---- کرنل اباگر نے ہونٹ چباتے ہوئے راڈنی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تم خاموش رہو کرنل اباگر۔ تم اپنے اسسٹنٹ کے مقابلے میں بالکل ہی ڈفر آدمی ہو۔ اور مجھے ایسے لوگوں سے شدید نفرت ہے جو صرف طاقت کے زور پر سب کچھ کر لینا چاہتے ہیں۔ اب اگر تم بولے تو میں تمہیں گولی مار دوں گا" ---- عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

کاش مجھے پہلے خیال آجاتا کہ تم ایسے آدمی ہو تو آج تم یوں میرے سامنے زبان نہ چلا رہے ہوتے" ---- کرنل اباگر نے ہونٹ ڈستے ہوئے کہا۔

"او۔ کے تم نے میری ہدایت کا خیال نہیں رکھا اس لئے اب تمہیں خاموش کرنے کا یہی طریقہ رہ گیا ہے" ---- عمران نے پھنکارتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے اس نے وہی ریز پسٹل نکالا جو اس نے راڈنی کی جیب سے حاصل کیا تھا اور اس کا رُخ کرنل اباگر کی طرف کرتے ہوئے ٹریگر دبا دیا۔ پسٹل میں سے تیز سرخ رنگ کی شعاع نکلی اور دوسرے لمحے کمرہ کرنل اباگر کی چیخ سے گونج اٹھا۔ ریز جیسے ہی اس کے جسم پر پڑی۔ اس کے پورے جسم میں خوفناک آگ بھڑک اٹھی اور پھر گوشت جلنے کی سڑاند کے ساتھ ساتھ کرنل اباگر کی پے در پے چیخوں سے کمرہ گونج اٹھا۔ دوسرے لمحے وہ شعلہ بنا زمین پر گرا۔ اور چند لمحوں بعد جب شعلے بجھے تو وہاں صرف راکھ کا ایک چھوٹا سا ڈھیر موجود تھا۔

"گڈ شو اچھا ہتھیار ہے۔ مزہ تو آتا ہے آدمی کو مارنے کا کیوں راڈنی۔ یہ تم ہمارے لئے لے آئے تھے ناں" ---- عمران نے ہاتھ میں موجود اس خوفناک ریز پسٹل کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے ایسے انداز میں کہا جیسے بچے کسی دل پسند کھلونے کو استعمال کر کے خوش ہوتے ہیں اور راڈنی کا چہرہ یکلخت زرد پڑ گیا۔

"تم مجھے کیسے پہچانتے ہو جب کہ میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا ہے" ---- راڈنی نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"ابھی تم نے مجھے دیکھا ہی کہاں راڈنی۔ ویسے کیا تمہیں یہ معلوم نہ تھا کہ جس مشین کے ذریعے تم نے زیرو ون کو چیک کیا ہے ویسی ہی مشین یہاں بھی موجود ہے" ---- عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور راڈنی بری طرح چونکا اور پھر اس کے ہونٹ سختی سے بھینچ گئے۔

"اب ابتدائی مذاکرات تو ہو گئے۔ اب تم مجھے بتاؤ کہ اگالیا لیبارٹری کا محل وقوع کیا ہے اور اس کے حفاظتی انتظامات کی کیا تفصیل ہے" ---- عمران نے اس بار خشک لہجے میں کہا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ میں کبھی وہاں نہیں گیا" ---- راڈنی نے فوراً ہی جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو پھر خواہ مخواہ میں نے تمہیں لے آنے کی دردسری مول لی۔ تمہیں بھی آرتھر کے ساتھ ہی ختم کر دیتا۔ چلو دوسرا تماشہ دیکھنے کو مل جائے گا" ---- عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور ریز پسٹل کو راڈنی کی طرف سیدھا کر دیا۔ اس کے چہرے اور آنکھوں میں یکلخت سفاکی کے تاثرات ابھر آئے۔

"رک جاؤ رک جاؤ مت مارو میں بتاتا ہوں ۔۔ رک جاؤ" ۔۔۔ راڈنی نے یکلخت ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔ اس کا جسم خوف کی شدت سے پسینے میں ڈوب گیا تھا۔

"بس بولتے جاؤ جہاں تم نے زبان کو بریک لگائی وہیں میں پسٹل کے ٹریگر کو ایکسیلیٹر سمجھ کر دبا ڈال دوں گا" ۔۔۔ عمران نے اسی طرح خشک لہجے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"وہ وہ آنتی سون میں ہے ۔۔۔ مکمل طور پر زیر زمین ہے ۔۔ صرف اندر سے کھولی جا سکتی ہے۔ باہر سے کسی طرح بھی اندر نہیں داخل ہوا جا سکتا۔ ویسے میں کبھی اندر نہیں گیا صرف ڈاکٹر درانی کو وہاں پہنچانے کے لئے ہیلی کاپٹر پر گیا تھا۔ کرنل اباگر کے ساتھ ۔۔۔ تب سے مجھے معلوم ہے کہ وہ آنتی سون میں ہے ۔۔ مجھ پر یقین کرو مجھے اس سے زیادہ تفصیل کا قطعی علم نہیں ہے" ۔۔۔ راڈنی نے ہذیانی انداز میں کہا۔

"تم نے فیلڈر کو منع کیا تھا یہاں آنے سے" ۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"ہاں جب مجھے تم پر شک پڑا کہ تم کرنل اباگر نہیں ہو۔ کیونکہ ڈاکٹر درانی کو تو ہم نے آبدوز سے وصول کر کے سیدھا لیبارٹری پہنچا دیا تھا۔ اس لئے جب تم نے اس کی بیماری اور شیشی کے بارے میں باتیں کیں تو مجھے شک پڑ گیا اور میں نے ایس۔ وی۔ ٹی مشین کے ذریعے چیکنگ کی پھر میں نے کال کر کے فیلڈر کو ساری تفصیلات بتا دیں اور اسے یہاں آنے سے روک دیا" ۔۔۔ راڈنی نے جواب دیا۔

"یہ آنتی سون کہاں ہے" ۔۔۔ عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

"یہ اگالیا بستی سے شمالی مغرب کی طرف بیس کلومیٹر کے فاصلے پر یت کے بڑے بڑے ٹیلوں والا وہ حصہ ہے جہاں کسی زمانے میں مل اگالیا بستی آباد تھی مگر وہاں پانی کے چشمے خشک ہو گئے۔ اس لئے ستی ویران ہو گئی لیکن وہاں ایک قدیم عبادت گاہ کے کھنڈرات بھی تک موجود ہیں اور اس عبادت گاہ کو آنتی سون کہتے ہیں۔ اس لئے اس جگہ کا نام آنتی سون مشہور ہے" ۔۔۔ راڈنی اب تیر کی طرح سیدھا ہو چکا تھا۔

"ڈیزرٹ کمانڈوز کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے۔ اس فورس میں کتنے افراد ہیں اور کتنے اڈے ہیں" ۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"ہیڈ کوارٹر اگالیہ بستی سے مغرب کی طرف دس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اڈے دس ہیں۔ اور کمانڈوز کی کل تعداد چار سو ہے۔

"اب ہیڈ کوارٹر کا انچارج کون ہے" ۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"ماسکو۔ میں اسے انچارج بنا کر آیا ہوں" ۔۔۔ راڈنی نے جواب دیا۔

"دیکھو راڈنی اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو ایک ہی صورت ہے کہ ٹرانسمیٹر پر لیبارٹری کے سیکیورٹی انچارج فیلڈر سے بات کرو اور اسے کسی نہ کسی طریقے سے یہاں بلانے پر آمادہ کر لو ورنہ ------" عمران نے انتہائی سپاٹ لہجے میں کہنا شروع کیا لیکن اس سے پہلے کہ اس کا فقرہ مکمل ہوتا یکلخت ایک خوفناک اور دل ہلا دینے والا دھماکہ ہوا۔ اور دوسرے لمحے عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے پورا اڈہ اس کے سر پر ٹوٹ کر آ گرا ہو۔ اس کے ذہن میں آخری احساس یہی باقی رہا تھا کہ اس کے

جسم میں موجود تمام ہڈیاں یکلخت خوفناک دباؤ کی وجہ سے پریس ہو کر چپٹی ہو گئی ہیں اور اس آخری احساس کے بعد ہر قسم کے احساسات یکلخت ختم ہو کر رہ گئے ، بالکل ایسے جیسے فلم چلتے چلتے ٹوٹ جاتی ہے اور سکرین پر سے منظر غائب ہو جاتا ہے۔ شاید اس خوفناک اور دل ہلا دینے والے دھماکے کے بعد اس کی زندگی کی فلم بھی ایک جھٹکے سے ٹوٹ چکی تھی ۔

راسکو ہیڈ کوارٹر کے مین آپریشن روم میں بیٹھا ہوا تھا کہ یکلخت ٹرانسمیٹر میں سے سیٹی کی تیز آواز نکلی ۔ اور راسکو نے چونک کر ٹرانسمیٹر کی طرف دیکھا اور دوسرے لمحے اس نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو کون بول رہا ہے اوور“ —— ایک باوقار مگر انتہائی تحکمانہ آواز سنائی دی ۔

”میں راسکو بول رہا ہوں ڈیزرٹ کمانڈوز ہیڈ کوارٹر سے ۔ آپ کون صاحب ہیں اوور“ —— راسکو نے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا ۔

”پریذیڈنٹ آف اسرائیل سپیکنگ ۔ کرنل اباگر کا اسسٹنٹ اڈفی کہاں ہے اوور“ —— دوسری طرف سے کہا گیا اور راسکو صدر اسرائیل کا نام سن کر اس بری طرح اچھلا کہ کرسی سمیت نیچے گرتے گرتے بچا۔ اس کے تصور میں بھی نہ تھا کہ اسرائیل کا صدر اس طرح براہ راست اس سے

گفتگو بھی کر سکتا ہے۔ وہ بُری طرح بوکھلا گیا تھا۔

"وہ وہ سر وہ راڈنی سر وہ زیرو ون میں گیا ہے۔ اب میں اس کی جگہ یہاں انچارج ہوں سر اوور"—— راسکو نے بری طرح گھبرائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"اپنے آپ کو سنبھالو سنو تمہیں پوری طرح معلوم ہے کہ ہیڈ کوارٹر میں کون کون سی مشینری نصب ہے۔ اور انہیں کس طرح آپریٹ کیا جاتا ہے"—— صدر مملکت نے اس بار نرم لہجے میں کہا۔

"یس سر میں مشینری کا ہی انچارج ہوں سر اوور"—— راسکو نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے جواب دیا۔

"سنو زیرو ون میں دشمن ایجنٹ موجود ہیں۔ تمہیں معلوم ہے اوور"—— صدر مملکت نے کہا۔

"یس سر مجھے راڈنی نے تفصیل بتائی ہے۔ وہ انہیں پکڑنے کے لئے وہاں گیا ہے۔ آرتھر کے ساتھ۔ آرتھر پر اس نے کسی پاکیشائی ڈاکٹر کا میک اپ کر دیا ہے اوور"—— راسکو نے جواب دیا۔ وہ پوری طرح سنبھل چکا تھا۔

"کتنی دیر ہوئی ہے اُسے یہاں سے گئے ہوئے اوور"—— صدر مملکت نے پوچھا۔

"سر یہاں سے گئے ہوئے آدھا گھنٹہ ہو چکا ہے۔ وہ اب وہاں پہنچ چکے ہوں گے اوور"—— راسکو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا تم یہاں سے کسی صورت چیک کر سکتے ہو کہ زیرو ون کی کیا پوزیشن ہے"—— صدر مملکت نے پوچھا۔

"یس سر ایس۔ وی۔ ٹی مشین سے میں چیک کر سکتا ہوں۔ اوور"—— راسکو نے جواب دیا۔

"او۔ کے تم اچھی طرح وہاں کے حالات چیک کرو میں دو منٹ بعد پھر کال کروں گا مجھے تفصیلی رپورٹ دینا اوور"—— صدر مملکت نے کہا۔

"یس سر اوور"—— راسکو نے جواب دیا اور صدر مملکت نے اوور اینڈ آل کہہ کر رابطہ ختم کر دیا۔ راسکو نے جلدی سے ٹرانسمیٹر آف کیا اور پھر اٹھ کر وہ تیزی سے ایک سائیڈ پر موجود ایک مشین کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے اس مشین کو آپریٹ کرنا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد مشین پر ایک منظر فوکس ہوا۔ لیکن یہ کمرہ خالی پڑا تھا۔ راسکو نے ناب گھما کر فوکس تبدیل کیا۔ اور پھر سکرین پر ایک کمرے کا منظر ابھرا تو راسکو بُری طرح چونک پڑا۔ کیونکہ کمرے میں ستونوں کے ساتھ کرنل ابا گر اور راڈنی رسیوں سے بندھے ہوئے کھڑے تھے اور ان کے سامنے ایک پاکیشیائی اور ایک مقامی بدو موجود تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک بٹن دبایا اور مقامی بدو کی آواز کمرے میں گونج اٹھی۔

"مجھے ایسے لوگوں سے شدید نفرت ہے جو صرف طاقت کے زور پر سب کچھ کر لینا چاہتے ہیں اب اگر تم بولے تو میں تمہیں گولی مار دوں گا"—— مقامی بدو کا لہجہ بے حد تیز اور سخت تھا۔ وہی بول رہا تھا جبکہ وہ پاکیشیائی خاموش کھڑا تھا۔

"کاش مجھے پہلے خیال آجاتا کہ تم ایسے آدمی ہو سکتے ہو تو آج تم یوں میرے سامنے کھڑے زبان نہ چلا رہے ہوتے"—— کرنل ابا گر کی آواز

سنائی دی ۔

او ۔ کے تم نے میری ہدایت کا خیال نہیں رکھا اس لئے اب تمہیں خاموش کرنے کا یہی طریقہ رہ گیا ہے“ ـــــ اس مقامی بدو نے پھنکارتے ہوئے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے ریز پسٹل نکال لیا ۔ راسکو ریز پسٹل دیکھ کر چونک پڑا ۔ اور پھر اس کی آنکھیں خوف اور دہشت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں ۔ جب اس مقامی بدو نے کرنل اباگر پر ریز فائر کر دیا اور اب وہ سکرین پر کرنل اباگر کے جسم کو آگ کا شعلہ بنتے صاف طور پر دیکھ رہا تھا ۔ اس کے ہونٹ بھینچ گئے ۔ اسی لمحے اسے ٹرانسمیٹر کال کی آواز سنائی دی اور اس نے مشین آف کی ، اور بھاگتا ہوا واپس ٹرانسمیٹر کے قریب آیا اور اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا ۔

” ہیلو ہیلو اوور “ ـــــ دوسری طرف سے صدر مملکت کی سخت مگر باوقار آواز سنائی دی ۔

” راسکو بول رہا ہوں جناب میں نے چیک کیا ہے جناب ۔ راڈنی اور کرنل اباگر زیرو ون کے تیسرے کمرے میں ستونوں کے ساتھ رسیوں سے بندھے ہوئے کھڑے تھے ۔ ان کے سامنے ایک مقامی بدو کھڑا تھا اور اس کے ساتھ ایک پاکیشیائی جناب ۔ اور پھر اس مقامی بدو نے جناب میرے سامنے ریز پسٹل کا فائر کرنل اباگر پر کر دیا جناب اور کرنل اباگر شعلوں کی لپیٹ میں آ گئے جناب اوور “ ـــــ راسکو نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں جلدی جلدی کہنا شروع کر دیا ۔

” ہونہہ اس کا مطلب ہے کہ راڈنی بھی ان کے ہاتھ لگ گیا ہے ۔

کیا تم فوری طور پر زیرو ون اڈہ تباہ کر سکتے ہو ـــ وہاں جا کر اسے تباہ کرنے کے لئے تمہیں کتنا وقت چاہئے ۔ اوور “ ـــــ صدر مملکت نے بھینچے بھینچے لہجے میں کہا ۔

” اڈہ جناب اوہ جناب پورا اڈہ تو جناب یہاں سے بھی تباہ کیا جاسکتا ہے ۔ یہاں ڈسٹرکشن پاور مشین موجود ہے سر ۔ اور اس کی مدد سے جناب سارے اڈے اڑائے جاسکتے ہیں سر مگر اس طرح پورا اڈہ یکلخت تباہ ہو جائے گا ۔ اوور “ ـــــ راسکو نے جواب دیا ۔

” اوہ اگر ایسا ہے تو پھر بہت اچھا ہے فوراً یہ پورا اڈہ تباہ کر دو ۔ اڑا دو اس اڈے کو ـــ تاکہ اس میں موجود ہمارے دشمن بھی ختم ہو جائیں اوور “ ـــــ صدر مملکت نے یکلخت انتہائی پرجوش اور گونجدار لہجے میں کہا ۔

” نج جناب ٹھیک ہے مگر وہاں راڈنی اور ------- اوور “ پورا اڈہ تباہ کرنے کا حکم سن کر راسکو فطری طور پر گھبرا گیا تھا ۔

” اوہ یو نانسنس اٹ از مائی آرڈر ۔ پورا اڈہ اڑا دو فوراً ـــ اور سنو اس کے بعد کمانڈوز کی پوری فورس وہاں بھیجو تاکہ وہ وہاں سے سب افراد کی لاشیں اٹھا کر یہاں لے آئیں ۔ کتنی دیر میں لاشیں آجائیں گی یہاں ۔ اوور “ ـــــ صدر مملکت نے کہا ۔

” یس سر ایک گھنٹے کے اندر پہنچ جائیں گی سر اوور “ ـــــ راسکو نے جواب دیا ۔

” او ۔ کے فوراً حرکت میں آجاؤ ۔ فوراً بغیر کوئی وقت ضائع کئے اور جب اڈہ تباہ ہو جائے تو مجھے ٹرانسمیٹر کال پر اطلاع دینا ۔ فریکوئنسی نوٹ

کرلو اوور“ ـــــ صدر مملکت نے انتہائی تحکمانہ لہجے میں کہا اور ساتھ ہی انہوں نے اپنی مخصوص فریکوئنسی بتا دی۔

”یس سر میں ابھی اڈہ تباہ کر دیتا ہوں سر اوور“ ـــــ راسکو نے جواب دیا۔

”سنو اگر تم نے درست طور پر کام کیا تو تمہیں ڈیزرٹ کمانڈوز کا چیف بھی بنا دیا جائے گا اور اسرائیل کا قومی ہیرو بھی۔ فوراً ایکشن میں آجاؤ اوور اینڈ آل“ ـــــ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر خاموش ہو گیا۔ ڈیزرٹ کمانڈوز کا چیف اور اسرائیل کا قومی ہیرو بن جانے کا سنتے ہی راسکو کا خون پارے کی طرح اچھلنے لگا تھا۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے ٹرانسمیٹر آف کیا اور پھر دوڑتا ہوا وہ مشین روم کی سائیڈ میں لگے ہوئے ایک اور دروازے کی طرف بڑھ گیا جہاں انتہائی خوفناک مشین ڈسٹرکشن پاور نصب تھی۔ مشین پر سرخ رنگ کا کور چڑھا ہوا تھا۔ اس نے جلدی سے کور علیحدہ کیا اور پھر مشین کو آپریٹ کرنا شروع کر دیا۔ وہ اس طرح پھرتی اور تیزی سے یہ کام کر رہا تھا جیسے اس کے جسم میں بجلیاں بھر گئی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد وہ مشین کو آپریٹنگ پوزیشن میں لے آیا اور اس نے اس کے کمپیوٹر سیل کو اپریٹ کر کے اس پر زیرو ون ٹارگٹ فکس کر دیا۔ مشین کی بیٹریاں چونکہ اب چارج ہوئی تھیں اس لئے انہیں فل پاور میں آنے کے لئے چند منٹ درکار تھے اور یہ چند منٹ اس نے اڈے کی تازہ ترین پوزیشن چیک کرنے میں گزارنے کا فیصلہ کیا اور اس سائیڈ روم سے نکل کر وہ تیزی سے دوڑتا ہوا واپس ایس۔ وی۔ بی مشین کی طرف بڑھ گیا۔

اس نے مشین کے بٹن آن کئے تو سکرین پر ایک بار پھر اس کمرے کا منظر ابھر آیا جس میں راڈنی ایک ستون سے بندھا ہوا کھڑا تھا جب کہ اس کے سامنے وہی مقامی بدو اور ایک طرف ایک ایشیائی خاموش کھڑا تھا مقامی بدو نے ریز پسٹل راڈنی پہ تان رکھا تھا اور راڈنی مسلسل بولے چلا جا رہا تھا اور اس کی آواز مشین میں سے نشر ہونے لگی۔ راڈنی تیز تیز لہجے میں اسے لیبارٹری کے محل وقوع کے بارے میں بتا رہا تھا اس کا لہجہ ہی بتا رہا تھا کہ وہ اس وقت سخت خوف کے عالم میں بول رہا ہے۔

راسکو چند لمحوں تک کھڑا یہ سنتا رہا پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر مشین بند کر دی اور واپس اس سائیڈ روم کی طرف بڑھ گیا۔

”تمہاری موت کے بعد ہی میں چیف بن سکتا ہوں راڈنی اس لئے مجبوری ہے“ ـــــ راسکو نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور مشین روم میں آکر اس ڈسٹرکشن پاور مشین کی فائنل چیکنگ میں مصروف ہو گیا۔ جب اسے ڈائلوں نے بتا دیا کہ مشین پوری طرح کام کرنے کے لئے تیار ہو چکی ہے اور زیرو ون اڈے کا ٹارگٹ بھی درست طور پر ایڈجسٹ ہو چکا ہے تو اس نے مشین کے دو بٹن پریس کر دیئے۔ دوسرے لمحے مشین میں سے سیٹی کی تیز آواز نکلنے لگی اور ڈائلوں پر موجود سوئیاں تیزی سے مخالف سمتوں میں چلنے لگیں۔ راسکو نے سرخ رنگ کے ایک ہینڈل پر اپنا ہاتھ رکھا اور جب ڈائلوں پر حرکت کرتی ہوئی دونوں سوئیاں مخصوص ہندسوں پر پہنچیں تو اس نے ایک جھٹکے سے ہینڈل کو باہر کھینچ لیا۔ ہینڈل کے باہر آتے ہی مشین میں سے نکلنے والی سیٹی کی آواز یکلخت کمرہ میں کسی چیخ کی

طرح گونجی اور دوسرے لمحے مشین اس طرح خاموش ہو گئی جیسے اس کی روح نکل چکی ہو۔ راسکو نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ہینڈل چھوڑا۔ اور پھر مشین کو مکمل طور پر آف کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اُسے آف کرنے کے بعد اس نے اُسے دوبارہ سُرخ کور سے ڈھک دیا اور پھر کمرے سے باہر نکل کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا دوبارہ ایس۔ وی۔ ٹی مشین کی طرف بڑھ گیا۔ گو اسے معلوم تھا کہ زیرو ون اڈہ مکمل طور پر تباہ ہو چکا ہے لیکن پھر بھی صدر مملکت کو رپورٹ دینے سے پہلے وہ تسلی کر لینا چاہتا تھا۔ اس نے ایس۔ وی۔ ٹی مشین آن کی لیکن سکرین تاریک ہی رہی تو اس نے مشین بند کی اور ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھ گیا۔

"ہیلو ہیلو راسکو بول رہا ہوں سر اوور" —— صدر مملکت کی بتائی ہوئی مخصوص فریکوئنسی ایڈجسٹ کرتے ہی اس نے پکارنا شروع کر دیا۔

"یس پریذیڈنٹ آن دی لائن کیا رپورٹ ہے اوور" —— صدر مملکت کی سخت آواز سنائی دی اور راسکو نے جواب میں اب تک ہونے والی کارروائی کی پوری تفصیل بتا دی۔

"ویری گڈ —— اب تم فوراً کمانڈوز فورس وہاں بھجو اور وہاں موجود جتنی لاشیں اور ان کے ٹکڑے ہیں وہ سب اپنے ہیڈ کوارٹر منگوا لو۔ جب لاشیں یا ان کے ٹکڑے آ جائیں تو پھر مجھے کال کرنا۔ اوور" —— صدر مملکت نے جواب دیا۔ ان کے لہجے میں ہلکی سی مسرت کے تاثرات موجود تھے۔

"یس سر۔ میں خود وہاں جاتا ہوں سر۔ اوور" —— راسکو نے جواب دیا۔

"او۔ کے اوور اینڈ آل" —— صدر مملکت نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ راسکو نے ٹرانسمیٹر آف کیا اور پھر تیزی سے فون کی طرف بڑھ گیا تاکہ کمانڈوز کا ایک دستہ لے کر ہیلی کاپٹر کے ذریعے زیرو ون کے اڈے تک پہنچ سکے۔

عمران کی آنکھیں ذرا سی کھلیں اور اس کے ساتھ ہی اس کے پورے جسم میں درد کی تیز لہریں سی دوڑنے لگیں۔ درد کی یہ لہریں اس قدر تیز تھیں کہ عمران جیسے شخص کے حلق سے بھی بے اختیار کراہیں نکل گئیں۔

”عمران صاحب ہوش میں آیئے“ ـــ اچانک خاور کی آواز عمران کے کانوں میں پڑی تو اس کا سویا ہوا شعور یکلخت جاگ اٹھا۔ اس کی آنکھیں پوری طرح کھل گئیں۔ اس نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی لیکن خاور نے جو اس پر جھکا ہوا تھا اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے لیٹے رہنے پر مجبور کر دیا۔

”آپ شدید زخمی ہیں عمران صاحب۔ اس لئے ابھی آپ لیٹے رہیئے“ ـــ خاور نے کہا اور عمران نے سر ہلا دیا۔ اس کے پورے جسم میں ابھی درد کی تیز لہریں دوڑ رہی تھیں۔

”چوہان کا کیا ہوا ـــ وہ بھی تو میرے ساتھ تھا“ [illegible]

اِدھر اُدھر سر گھماتے ہوئے پوچھا۔

”وہ آپ سے کم زخمی ہے لیکن ابھی تک ہوش میں نہیں آیا۔ بہرحال زیادہ خطرے والی بات نہیں ہے۔ آپ دونوں کے جسم زخمی ہیں، لیکن ہڈیاں ٹوٹنے سے بچ گئی ہیں“ ـــ خاور نے کہا۔

”اگر ہڈیاں بچ گئی ہیں تو پھر سمجھو سب کچھ بچ گیا ہے“ ـــ عمران نے خوشگوار سے لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے اٹھنے کی کوشش شروع کر دی۔ درد کی لہریں اور زیادہ تیز ہو گئیں لیکن اب عمران چونکہ پوری طرح سنبھل چکا تھا اس لئے وہ اٹھ کر بیٹھنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ وہ ٹیلوں کے درمیان موجود تھا۔ اس کے ساتھ ہی چوہان لیٹا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر خون کے بڑے بڑے دھبوں کے ساتھ ساتھ اس کے سر کے ایک حصے پر بھی خون کے دھبے موجود تھے۔

”اوہ عثمان اور طلحہ وہ کہاں ہیں“ ـــ عمران نے حیرت سے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

”وہ دونوں پانی، خوراک اور دوائیں لینے گئے ہیں۔ کہہ رہے تھے کہ یہاں سے کچھ دور ایک چھوٹی سی بستی ہے“ ـــ خاور نے جواب دیا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”یہ ہوا کیا تھا میرا خیال ہے ہم دونوں اس کمرے میں دب گئے تھے وہ راڈنی اس کا کیا ہوا“ ـــ عمران نے چونک کر پوچھا۔

”عثمان، طلحہ اور میں تینوں ٹیلوں کی اوٹ میں اڈے کی نگرانی کر رہے تھے کہ یکلخت ایک خوفناک اور دل ہلا دینے والا دھماکہ ہوا۔ اور جیسے آتش فشاں [illegible] طرح اڈے والی جگہ سے ریت کا ایک

فوارہ سا اوپر آسمان کی طرف بلند ہوتا گیا۔ اور ہم تینوں گھبرا کر اٹھے۔ اور اس طرف کو بھاگنے لگے۔ اس فوارے کے ساتھ ہی اندر موجود ہیلی کاپٹر کے پرزے بھی بکھر کر باہر آ گرے تھے۔ چنانچہ ہم نے انہیں غنیمت سمجھا اور پھر اندازے سے ان پرزوں کی مدد سے اس جگہ کی کھدائی شروع کر دی جہاں ہمارے اندازے کے مطابق وہ کمرہ موجود تھا جس میں آپ اور چوہان تھے۔ ہیلی کاپٹر کے ان بڑے پرزوں کی مدد سے ہم تینوں نے مل کر ریت ہٹائی تو کنکریٹ کی چھت ایک طرف پڑی نظر آئی۔ چونکہ اڈے کی چھت اور دیواریں کنکریٹ کی بنی ہوئی تھیں اور دھماکہ شاید اس کمرے میں ہوا تھا جہاں مشین روم تھا اس لئے اس سائیڈ کی دیوار نیچے گری اور اس طرح آدھی چھت تو اڑ کر دور جا گری اور آدھی نیچے جھک کر فرش سے لگ گئی۔ آدھی چھت گرنے کی وجہ سے راڈنی کے بندھے ہوئے جسم کو تو لوہے کے سریوں کے کونوں نے دھجیوں میں بدل دیا لیکن آپ اور چوہان اس چھت کے ملبے کے نیچے دب گئے۔ مگر پوری چھت آپ پر نہ گری۔ چنانچہ ہم نے سائیڈ کھود کر راستہ بنایا اور پھر آپ کو اور چوہان کو باہر کھینچ لیا۔ چھت کے کنکریٹ کے بڑے بڑے ٹکڑے آپ دونوں پر گرے تھے۔ اس طرح آپ دونوں شدید زخمی تھے لیکن آپ کی ہڈیاں بہرحال ٹوٹنے سے بچ گئی تھیں۔ باہر لا کر آپ دونوں کے ناک اور منہ میں بھری ہوئی ریت نکالی گئی لیکن آپ کی حالت تشویش ناک تھی۔ ہوش ہی نہ آ رہا تھا۔ پھر اس خیال سے کہنے پر کہ یہ دھماکہ لازماً کہیں دور سے کسی مشین کے ذریعے کیا گیا ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ یہاں آئیں۔ میں نے آپ کو اٹھایا اور عثمان جامیری نے چوہان کو اور

ہم وہاں سے بھاگ پڑے۔ پھر یہاں اس اڈے سے کافی دور آ کر ہم ٹھہرے۔ اس کے بعد عثمان جامیری اور طلحہ نے کہا کہ وہ پانی۔ خوراک اور ادویات لینے قریبی بستی جاتے ہیں کیونکہ باوجود کوشش کے آپ کو ہوش نہ آ رہا تھا۔ چنانچہ وہ دونوں ہی دوڑتے ہوئے چلے گئے اور میں یہاں آپ کے پاس بیٹھ گیا اور اب آپ کو خود بخود ہوش آ گیا ہے۔

"کتنی دیر ہو گئی ہے۔ ان دونوں کو گئے ہوئے" —— عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی دس پندرہ منٹ ہی ہوئے ہوں گے ویسے وہ کہہ رہے تھے کہ اگر وہ مسلسل دوڑتے ہوئے جائیں اور اسی طرح واپس آئیں، تب بھی کم از کم تین گھنٹے انہیں لگ جائیں گے" —— خاور نے جواب دیا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ظاہر ہے یہاں بستیاں تو قریب ہیں نہیں نجانے یہ کہاں ہوا گی بہرحال ہم اس اڈے سے کتنی دور موجود ہیں" —— عمران نے پوچھا اور اس نے اٹھ کر کھڑا ہونے کی کوشش شروع کر دی۔ خاور نے اسے سہارا دیا اور تھوڑی سی جدوجہد اور خوفناک تکلیف برداشت کرنے کے بعد عمران کھڑا ہونے میں کامیاب ہو ہی گیا۔

"ایک فرلانگ تو دور ہو گا ہی اڈہ" —— خاور نے کہا اور عمران نے سر ہلا دیا اور پھر وہ چوہان کی طرف مڑ گیا کیونکہ چوہان کے سر پر لگنے والی چوٹ اسے زیادہ خطرناک محسوس ہو رہی تھی۔ چوہان کے قریب پہنچ کر وہ اس کے ساتھ بیٹھ گیا اور پھر اس نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اس کے دل کی کیفیت چیک کرنا شروع کر دی۔

"چوہان کی حالت ٹھیک ہے صرف سر کی چوٹ کی وجہ سے بیہوش ہے" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں سر میں کافی گہرا زخم ہے۔ ریت کی وجہ سے خون نکلنا تو بند ہو گیا ہے مگر ----" خاور نے کہا۔

"اس کے بوٹ اور جرابیں اتار دو اور دونوں پیروں کے تلوؤں کو خوب تیزی سے رگڑو۔ میں اس کے دل کی مخصوص انداز میں مالش کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اسے ہوش آ جائے گا" ـــــ عمران نے کہا اور خاور جلدی سے چوہان کے پیروں کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے اس کے بوٹ اور جرابیں اتاریں اور چوہان کے دونوں تلوؤں کی مالش شروع کر دی۔ ادھر عمران نے دونوں ہاتھ چوہان کے سینے پر رکھے اور پھر اس کے دونوں ہاتھ نیم دائرے کی صورت میں چوہان کے سینے پر چلنے لگے۔ تقریباً دس منٹ تک مسلسل مالش کے بعد اچانک چوہان کے جسم میں حرکت محسوس ہوئی۔ اور خاور اور عمران دونوں کی آنکھیں مسرت سے چمک اٹھیں۔ چوہان ہوش میں آ رہا تھا۔

"اور تیزی سے ملو خاور" ـــــ عمران نے کہا اور خاور کے ہاتھ پہلے سے زیادہ تیز رفتاری سے چلنے لگے۔ عمران کے ہاتھوں کی مخصوص گردش بھی تیز ہو گئی اور چند لمحوں بعد ہی چوہان نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔

"گڈ مالش کام آ گئی اور خون کا دوران دماغ میں پوری طرح کام کرنے لگ گیا ہے" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہاتھ ہٹا لیے۔ خاور بھی اطمینان بھرے انداز میں سانس لیتا ہوا ایک طرف ہٹ گیا۔

"اوہ اوہ دھم کہ خوفناک دھماکہ" ـــــ چوہان کے منہ سے بے اختیار کراہوں کے ساتھ ساتھ ٹوٹے پھوٹے الفاظ نکلنے لگے۔

"چوہان ہوش میں آؤ چوہان" ـــــ خاور نے اسے آوازیں دیں تو چوہان کی خالی خالی آنکھوں میں شعور کی چمک ابھر آئی۔

"ارے یہ ہیلی کاپٹر" ـــــ اچانک عمران کے منہ سے نکلا وہ اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا اور خاور چونک کر اس طرف دیکھنے لگا جدھر عمران دیکھ رہا تھا۔

"ہاں یہ دو ہیلی کاپٹر ہیں" ـــــ خاور نے اس طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جدھر سے دور آسمان پر دو دھبے نظر آ رہے تھے۔

"تمہارا اندازہ درست نکلا ہے خاور یہ دھماکہ واقعی کسی وائرلیس بم سے کیا گیا ہے اور یقیناً ایسا ڈیزرٹ کمانڈوز کے ہیڈ کوارٹر سے ہوا ہو گا۔ اور اب وہ دوسری ہماری لاشیں چیک کرنے آ رہے ہیں" ـــــ عمران نے کہا۔

"عمران صاحب عمران صاحب ہم بچ گئے ہیں۔ حیرت ہے" اسی لمحے چوہان کی آواز سنائی دی۔ وہ اب اٹھ کر بیٹھ چکا تھا۔

"تمہیں اپنے بچنے پر حیرت ہو رہی ہے یا میرے بچ جانے پر" ـــــ عمران نے مڑ کر کہا اور خاور ہنس پڑا۔

"اوہ عمران صاحب وہ دھماکہ کس قدر خوفناک تھا" ـــــ چوہان نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جب تم نے تھا کا لفظ ادا کر دیا تو مسئلہ ختم اب ہوشیار ہو جاؤ کہ دھماکہ کرنے والے آ رہے ہیں اور اگر انہوں نے ہمیں زندہ سلامت دیکھ لیا تو ایک بار پھر ہمیں "تھا" کرنے کے چکر میں پڑ جائیں

گے“ ___ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور چوہان سر ہلاتا ہوا اٹھ کر کھڑے ہونے کی کوشش میں مصروف ہو گیا۔ ہیلی کاپٹر اب کافی واضح ہو گئے تھے۔ دونوں جنگی اور تیز رفتار ہیلی کاپٹر تھے۔

”خاور ہم نے ان میں سے ایک ہیلی کاپٹر پر قبضہ بھی کرنا ہے اور کم از کم ایک اہم آدمی کو بھی قابو کرنا ہے ورنہ ہم یہاں ریت میں ہی بھوک پیاس سے ختم ہو جائیں گے“ ___ عمران نے خاور سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ یہاں ٹھہریں میں چلا جاتا ہوں“ ___ خاور نے کہا اور پھر عمران کے سر ہلانے پر اس نے تیزی سے کندھے سے لٹکی ہوئی مشین گن اتاری اور جھکے جھکے انداز میں دوڑتا ہوا ٹیلوں سے نکل گیا۔ عمران زیادہ تیز حرکت نہ کر سکتا تھا اس لئے وہ مجبوراً وہیں رکا رہا۔ ہیلی کاپٹر اب ان سے کچھ دور فضا میں معلق ہو گئے تھے۔ عمران نے چوہان کو ٹیلے کی اوٹ لینے کا اشارہ کیا اور خود بھی ایک ٹیلے کی اوٹ میں دبک گیا۔ چوہان بھی رینگتا ہوا ٹیلے کی اوٹ میں ہو گیا۔

ہیلی کاپٹر کچھ دیر تک فضا میں معلق رہے۔ پھر آہستہ آہستہ وہ نیچے اترنے لگے۔ اور چند لمحوں بعد وہ ٹیلوں کی اوٹ میں چھپ کر ریت پر اتر گئے۔ عمران ہونٹ بھینچے خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ دو ہیلی کاپٹروں میں کافی لوگ آئے ہوں گے۔ یہ سب تربیت یافتہ کمانڈوز تھے۔ اس لئے اکیلے خاور کے لئے ان سب سے نمٹنا خاصا دشوار مسئلہ تھا لیکن پوزیشن ایسی تھی کہ وہ اور چوہان دونوں وقتی طور پر بیکار ہو کر رہ گئے تھے لیکن عمران خاور کی صلاحیتوں سے واقف تھا اس لئے اسے یقین تھا کہ وہ آسانی سے مار نہ کھا سکے گا اور پھر تھوڑی دیر بعد دور سے فضا ریٹ ریٹ سے گونج اٹھی۔ دوسرے لمحے کئی مشین گنیں چلنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے دو گروپوں میں جھڑپ ہو گئی ہو۔ عمران خاموش بیٹھا تھا کہ یکلخت اس نے ایک ہیلی کاپٹر کو انتہائی تیز رفتاری سے فضا میں بلند ہوتے دیکھا اور اس کے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر کی سائیڈوں سے شعلے نکل کر زمین پر گرنے لگے اور راکٹ میزائلوں کے خوفناک دھماکوں سے فضا گونج اٹھی۔ دوسرے لمحے مشین گنوں کی آوازیں بند ہو گئیں۔ ہیلی کاپٹر کافی بلندی پر جا کر معلق ہو گیا۔ اُسی لمحے ہیلی کاپٹر کی سائیڈ سے ایک شعلہ نکلا اور صحرا ایک ہولناک دھماکے سے گونج اٹھا۔ اور آگ کا ایک فوارہ سا ریت کے ٹیلوں کے پیچھے سے نکل کر آسمان کی طرف بلند ہوا اور عمران سمجھ گیا کہ دوسرا ہیلی کاپٹر ہٹ ہو گیا ہے۔ اسی لمحے ہیلی کاپٹر تیزی سے مڑا۔ اور پھر اس طرف کو آنے لگا جدھر عمران موجود تھا۔ پھر عمران کے قریب ہی وہ ریت پر اتر گیا۔ اور خاور چھلانگ لگا کر نیچے اترا۔ اور دوسرے لمحے اس نے گھسیٹ کر ایک آدمی کو ہیلی کاپٹر کے اندر سے کھینچا اور اُسے اٹھا کر کاندھے پر لادا۔ اور دوڑتا ہوا ان ٹیلوں کی طرف بڑھنے لگا جدھر عمران اور چوہان موجود تھے۔

”بہت خوب خاور تم نے واقعی عقل مندی سے کام لیا ورنہ یہ بکھرے ہوئے لوگ اتنی آسانی سے نہ مرتے“ ___ عمران نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب یہ ان کا لیڈر ہے“ ___ خاور نے کاندھے پر لدے

ہوئے بیہوش آدمی کو عمران کے سامنے ریت پر پھینکتے ہوئے کہا اور عمران نے سر ہلا دیا۔

"یہ ہیلی کاپٹر کے قریب کھڑا دوسرے لوگوں کو ہدایات دے رہا تھا۔ کہ میں چھپتا ہوا اس کے قریب گیا اور پھر میں نے اسکے سر پر ضرب لگا کر بیہوش کیا اور باقی قریب موجود آدمیوں پر فائر کھول دیا۔ اس پر اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے کمانڈوز نے فوراً ٹیلوں کی اوٹ لے کر مجھ پر فائر کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ میں نے اسے اٹھا کر ہیلی کاپٹر میں ڈالا اور ہیلی کاپٹر کی مدد سے میں نے ان سب پر راکٹ میزائل فائر کر کے ان کا خاتمہ کیا اور دوسرا ہیلی کاپٹر بھی تباہ کر دیا اب وہاں کوئی آدمی نہیں اس کے علاوہ بارہ کمانڈوز تھے" —— خاور نے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے بیلٹ سے اس کے ہاتھ باندھ دو۔ اب یہ خود بتائے گا کہ اڈے میں دھماکہ کس طرح ہوا اور کس نے کرایا" —— عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور خاور نے کمر کے گرد موجود بیلٹ کھولی اور پھر اس نے ریت پر پڑے ہوئے اس آدمی کو اوندھا کر کے اس کے دونوں بازو عقب میں کرتے ہوئے انہیں بیلٹ سے مضبوطی سے باندھ کر اُسے دوبارہ سیدھا کر دیا اور جھک کر اس نے اس کی ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیئے۔ چند لمحوں بعد ہی اس آدمی کے جسم میں حرکت محسوس ہوئی تو خاور نے ہاتھ ہٹا دیئے اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ چند لمحوں بعد اس آدمی نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور پھر جیسے ہی اس کا شعور جاگا وہ خوفزدہ انداز میں عمران اور اس کے ساتھ کھڑے ہوئے خاور اور چوہان کو دیکھ کر بوکھلاتے ہوئے

انداز میں اٹھنے لگا لیکن اسی لمحے عمران نے پیر اس کی گردن پر مخصوص انداز میں رکھا اور اسے ذرا سا موڑ دیا۔ چند لمحوں تک اس آدمی کا جسم ذبح ہوتی بکری کی طرح پھڑکتا رہا۔ اس کے حلق سے ہلکی ہلکی چیخیں نکل رہی تھیں اور اس کا چہرہ تیزی سے بگڑتا جا رہا تھا۔

"سنو ایک لمحے میں تمہاری روح تمہارے جسم سے نکل سکتی ہے۔ اس لئے جو پوچھتا ہوں صحیح صحیح بتا دو" —— عمران نے غراتے ہوئے کہا اور پیر کو واپس کر دیا۔

"بب بب بتاتا ہوں خدا کے لئے اس قدر عذاب نہ دو —— مم مم میں مر جاؤں گا میں مر جاؤں گا اوہ اس قدر اذیت" —— اس آدمی نے روتے اور بلبلاتے ہوئے کہا اور عمران اس کے چہرے کی کیفیت اور لہجے کو دیکھ کر ہی سمجھ گیا کہ یہ آدمی لڑنے بھڑنے والوں میں سے نہیں ہے۔ ورنہ اس کی حالت اس قدر جلدی خراب نہ ہو جاتی۔

"ٹھیک ہے میرا وعدہ کہ تمہیں زندہ رہنے دیا جائے گا بشرطیکہ تم ہمارے ساتھ پورا پورا تعاون کرو" —— عمران نے لات کو اس کی گردن سے ہٹاتے ہوئے کہا۔

"مم مم میں تیار ہوں۔ مجھے مت مارو" —— اس آدمی نے اسی طرح بلبلاتے ہوئے کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے" —— عمران نے غراتے ہوئے پوچھا۔

"مم مم میرا نام راسکو ہے۔ راسکو" —— اس آدمی نے جواب دیا اور پھر عمران کے پے در پے سوالوں کے جواب میں اس نے تفصیل سے بتلایا کہ وہ ہیڈ کوارٹر میں مشنیری کا انچارج ہے۔ کرنل ابالگر کے بعد

راڈنی اور راڈنی کے بعد کمانڈوز کا انچارج آرتھر تھا مگر راڈنی اور آرتھر دونوں جب اس اڈے کی طرف آنے لگے تو اُسے عارضی طور پر انچارج بنا دیا گیا اور پھر صدر مملکت کی کال اور گفتگو کے ساتھ ساتھ ایس۔ وی۔ ٹی مشین سے چیکنگ اور ڈسٹرکشن پاور مشین سے دھماکے تک اس نے پوری تفصیل بتا دی۔

"اب ہیڈ کوارٹر میں کتنے افراد موجود ہیں" —— عمران نے پوچھا۔

"فیلڈ کمانڈو کوئی نہیں ہے۔ مشینری آپریٹرز موجود ہیں" —— راسکو نے جواب دیا۔

"میں نے تعداد پوچھی ہے" —— عمران نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"آٹھ۔ آٹھ آدمی ہیں" —— راسکو نے جواب دیا۔

"خاور اسے اٹھا کر ٹیلے کے ساتھ پشت لگا کر بٹھا دو۔ اور خود تم ہیلی کاپٹر لے کر اس طرف کو جاؤ جدھر عثمان جامیری اور طلحہ گئے ہیں بلندی پر سے وہ تمہیں دور سے نظر آ جائیں گے۔ انہیں ساتھ لے آؤ۔ ورنہ نجانے انہیں واپسی میں کتنی دیر لگے۔ ہمیں فوراً اب ہیڈ کوارٹر پہنچنا ہے" —— عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے ہم سب اس ہیلی کاپٹر پر سوار ہو جائیں پھر جہاں یہ دونوں ملیں انہیں ساتھ لے کر ہیڈ کوارٹر کی طرف چل پڑیں۔ اور عمران نے سر ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے یہ اچھی تجویز ہے۔ اس طرح کافی وقت بچ جائے گا" —— عمران نے کہا اور خاور نے بندھے ہوئے راسکو کو بازو سے پکڑ

کر اٹھایا اور پھر اسے اسی حالت میں ہیلی کاپٹر میں سوار کرایا۔ عمران، خاور اور چوہان بھی ہیلی کاپٹر پر سوار ہو گئے۔ پائلٹ سیٹ خاور نے سنبھال لی جب کہ عمران سائیڈ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ راسکو اور چوہان عقبی سیٹوں پر تھے۔ دوسرے لمحے خاور نے ہیلی کاپٹر فضا میں بلند کیا اور تیزی سے اُسے اس سمت میں لے جانے لگا جدھر عثمان جامیری اور طلحہ گئے تھے۔ ہیلی کاپٹر میں ایک طاقتور دوربین موجود تھی۔ عمران نے دوربین آنکھوں سے لگا لی اور پھر تقریباً آدھے گھنٹے کی اُڑان کے بعد اُسے دور سے دو افراد ٹیلوں کے درمیان دوڑتے ہوئے نظر آئے جو یکدم مختلف ٹیلوں کی اوٹ میں چھپ گئے۔

"میں نے انہیں دیکھ لیا ہے —— وہ ہیلی کاپٹر کو دشمن کا سمجھ کر چھپ گئے ہیں —— شمال کی طرف لے جاؤ اسے اور بلندی کم کر دو" —— عمران نے دوربین ہٹاتے ہوئے خاور سے کہا اور خاور نے اس کی رفتار بھی کم کر دی اور اس کا رُخ شمال کی طرف موڑ کر اس کی بلندی کم کرنے لگا۔ عمران اب سر باہر نکالے جھک کر دیکھ رہا تھا۔

"بس ٹھیک ہے۔ یہاں معلق کر دو اسے" —— ایک جگہ پہنچتے ہی عمران نے کہا اور خاور نے اسے معلق کر دیا۔

"عثمان جامیری باہر آ جاؤ۔ میں عمران ہوں" —— عمران نے زور سے چیختے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے ایک ٹیلے کی اوٹ سے عثمان جامیری اچھل کر باہر آتے دکھائی دیا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نمایاں تھے۔ اس نے پشت پر پانی کی ایک بڑی چھاگل اور ایک بڑا سا تھیلا لادا ہوا تھا۔ پھر ایک اور ٹیلے کی اوٹ سے طلحہ

بھی باہر آ گیا وہ ابھی تک عمران کے میک اپ میں تھا۔ اس کی پشت پر بھی تھیلا اور چھاگل لدی ہوئی تھی۔ اور خاور نے انہیں دیکھتے ہی ہیلی کاپٹر نیچے اُتار لیا۔

"آ جاؤ تمہیں کافی تکلیف اٹھانی پڑی خوراک اور پانی کے لیے"۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ یہ ہیلی کاپٹر کہاں سے ہاتھ لگ گیا آپ کے"۔۔۔ عثمان جامیری نے قریب آتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"جب اللہ دینے پہ آتے تو پھر ہیلی کاپٹر بھی مل جاتے ہیں آ جاؤ اوپر"۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور عثمان جامیری اور طلحہ دونوں ہیلی کاپٹر پر سوار ہو گئے۔ عمران نے چھاگل لے کر پانی پیا۔ اور نہ صرف عمران بلکہ راسکو سمیت سب کو پانی دیا گیا کیونکہ واقعی پیاس سب کو لگی ہوئی تھی۔

اس کے بعد عمران کی ہدایت پر خاور نے ہیلی کاپٹر کا رُخ ہیڈ کوارٹر کی طرف موڑ دیا۔

لیکن ابھی انہیں پرواز کرتے ہوئے چند ہی لمحے ہوئے ہوں گے کہ اچانک ہیلی کاپٹر کا ٹرانسمیٹر جاگ اٹھا۔

"ہیلو ہیلو فیلر کالنگ اوور"۔۔۔ ٹرانسمیٹر سے فیلر کی آواز ابھری اور عمران چونک پڑا۔

"اس کے منہ میں رومال ڈال دو"۔۔۔ عمران نے مڑ کر چوہان سے کہا اور چوہان راسکو پر جھپٹ پڑا۔ اور چند لمحوں بعد ہی اس کے منہ میں کپڑا ڈال دیا گیا۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

"یس راسکو اٹنڈنگ اوور"۔۔۔ عمران کے منہ سے راسکو کی آواز نکلی۔

"کیا پوزیشن ہے راسکو۔ دوسرا ہیلی کاپٹر تم نے کیوں تباہ کیا ہے۔ اوور"۔۔۔ فیلر کی تیز آواز سنائی دی۔ اور عمران اس کے فقرے سے ہی سمجھ گیا کہ کسی جگہ سے انہیں باقاعدہ چیک کیا جا رہا ہے۔

"ایک آدمی زندہ بچ گیا تھا۔ اس نے اچانک ہیلی کاپٹر لے کر نکلنا چاہا۔ اس پر مجبوراً مجھے ہیلی کاپٹر تباہ کرنا پڑا۔ اوور"۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"کتنے آدمی تمہارے مارے گئے ہیں اوور"۔۔۔ فیلر کی آواز سنائی دی۔

"سات کمانڈوز مار دیئے گئے ہیں۔ اب پانچ باقی بچے ہیں"۔۔۔ عمران نے ایک لمحہ رک کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ ٹھیک ہے تمہارے ہیلی کاپٹر میں چھ افراد کی نشاندہی ہو رہی ہے لیکن تم شمال کی طرف کیوں گئے تھے اوور"۔۔۔ فیلر نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"ہم نے دو آدمیوں کو ٹیلوں کی اوٹ میں چھپتے ہوتے دیکھ لیا تھا۔ ہم سمجھے کہ شاید ان کے ساتھی ہوں گے۔ لیکن وہ مقامی لوگ تھے۔ ہم نے مشین گن سے ان کا خاتمہ کر دیا۔ اوور"۔۔۔ عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"تمہیں اب مکمل یقین ہے کہ وہ پاکیشیائی ایجنٹ ختم ہو چکے ہیں۔ اوور"۔۔۔ فیلر نے کہا۔

"ہاں سب کے سب ختم ہوگئے ہیں لیکن اس کے لئے ہمارا ایک اڈہ بھی تباہ ہوا ہے اور باس کرنل اباگر، باس راڈنی اور باس آرتھر بھی ہلاک ہوگئے ہیں اور اب صدر صاحب کے فرمان کے مطابق ڈیزیڈنٹ کمانڈوز کا چیف میں ہوں اوور" ـــــ عمران نے جواب دیا۔

"اب تم کہاں جا رہے ہو۔ اوور" ـــــ فیلر نے پوچھا۔

"ہیڈ کوارٹر واپس جا رہا ہوں تاکہ صدر صاحب کو تفصیلی رپورٹ دے سکوں کہ خطرہ مکمل طور پر دور ہو چکا ہے اوور" ـــــ عمران نے کہا۔

"او۔ کے ٹھیک ہے۔ اوور اینڈ آل" ـــــ دوسری طرف سے بھی اطمینان بھرے لہجے میں کہا گیا اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"اس کے منہ سے کپڑا نکالو اور اٹھا کر اسے نیچے پھینک دو۔ اس نے مجھ سے یہ سب کچھ کیوں چھپایا تھا" ـــــ عمران نے ٹرانسمیٹر آف ہوتے ہی راسکو کی طرف مڑ کر ساتھ بیٹھے ہوتے چوہان سے مخاطب ہو کر انتہائی سخت لہجے میں کہا اور چوہان نے پہلے اس کے منہ سے کپڑا کھینچا اور پھر اسے دونوں بازوؤں سے اس طرح پکڑ لیا جیسے ایک جھٹکے سے اٹھا کر ہیلی کاپٹر کی کھلی کھڑکی سے باہر پھینک دے گا۔

"رک جاؤ خدا کے لئے مجھے مت پھینکو تم نے خود ہی نہ پوچھا تھا اور مجھے یاد نہ رہا تھا" ـــــ راسکو نے بری طرح گھگھیاتے ہوتے لہجے میں کہا۔

"اچھا چلو اب بتاؤ" ـــــ عمران نے سر ہلا کر کہا اور جواب میں

راسکو نے تفصیل سے بتایا کہ جیسے ہی وہ ہیلی کاپٹر لے کر فضا میں بلن ہوا فیلر کی کال آ گئی۔ اس نے بتایا کہ اس نے لیبارٹری سیلڈ کر کے ری لائٹ سٹلائیٹ فضا میں بھیج دیا ہے تاکہ اگر پاکیشیائی ایجنٹ کسی طر بچ کر لیبارٹری کی طرف آئیں تو اس سٹلائیٹ سے وہ ان کا خاتمہ کرد اس سٹلائیٹ کی وجہ سے ہی اس نے ہمارے ہیلی کاپٹر چیک کے تھے اور میں نے اسے تفصیل بتا دی کہ کس طرح صدر صاحب کے کہنے پر میں نے کارروائی کی ہے اور اب ان کے حکم پر ہی ایجنٹوں کی لاشیں لینے جا رہا ہوں۔ اس پر وہ خاموش ہو گیا اور اب اس کی دوبارہ کال آئی ہے۔

"ہونہہ ریڈ لائٹ سٹلائیٹ" ـــــ عمران نے اس طر ہنکارا بھرتے ہوئے کہا جیسے کوئی گہری بات سوچ رہا ہو۔

”باس۔ راسکو کی بات سے میرا دل پوری طرح مطمئن نہیں ہو رہا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے کہیں نہ کہیں کوئی گڑبڑ ضرور ہے“ ـــــ فیلڈ کے ٹرانسمیٹر آف کرتے ہی ساتھ بیٹھے ہوئے رانسن نے کہا اور فیلڈ چونک پڑا۔

”کیا گڑبڑ ـــ وضاحت سے بات کرو۔ رانسن“ ـــــ فیلڈ کا لہجہ خاصا سخت تھا۔

”باس آپ نے سٹلائٹ سے بھیجے ہوئے کاشن تو چیک کئے ہیں۔ دو ہیلی کاپٹر گئے۔ ان میں راسکو کے علاوہ بارہ کمانڈوز تھے۔ پھر یہ ہیلی کاپٹر نیچے اترے۔ اس کے بعد ایک ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوا پھر اس میں سے فائرنگ ہوئی دوسرا ہیلی کاپٹر تباہ ہو گیا۔ اس کے بعد یہ ہیلی کاپٹر کچھ دور دوبارہ اترا۔ پھر وہاں سے بلند ہوا۔ اور شمال کی طرف گیا وہاں نیچے اترا۔ اور پھر بلند ہو کر اب یہ دوبارہ ڈیزرٹ کمانڈوز

کے ہیڈ کوارٹر کی طرف جا رہا ہے۔ نہ ہی اس راسکو یا اس کے کمانڈوز نے وہاں ملبہ چیک کیا۔ نہ لاشیں دیکھیں۔ اور بقول اس کے صرف ایک آدمی مار کر یہ واپس چل پڑا۔ اور پھر مقامی آدمی مار نے کافی دور شمال کی طرف گیا۔ اسے ادھر اُدھر جانے کی ضرورت ہی کیا تھی“ ـــــ رانسن نے کہا اور فیلڈ نے سر ہلا دیا۔

”واقعی راسکو کی باتوں میں کافی جھول موجود ہیں۔ اس لئے تو میں نے سٹلائٹ آف نہیں کیا۔ لیکن ان کمانڈوز پہ اب ہمارا تو کنٹرول نہیں ہے۔ اس لئے ہم کیا کر سکتے ہیں“ ـــــ فیلڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”میرا تو خیال ہے کہ ہمیں صدر مملکت کو اپنے خدشات سے آگاہ کر دینا چاہیئے“ ـــــ رانسن نے کہا۔

”نہیں صدر صاحب اس بات پہ ناراض ہو جائیں گے کہ ہم نے لیبارٹری کو ان کے احکامات کے مطابق مکمل طور پر سیل کرنے کی بجائے جنوبی طور پہ سیل کیا اور ریڈ سٹلائٹ اوپر بھیج دیا۔ نہیں ہمارا تعلق صرف لیبارٹری تک ہے اور ہمیں یہیں تک محدود رہنا چاہیئے۔ کمانڈوز جانیں اور اعلیٰ حکام جانیں“ ـــــ فیلڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ رانسن بھی سر ہلاتا ہوا ساتھ اٹھا۔

”جیگر اگر سٹلائٹ سے کوئی خاص کاشن آئے تو مجھے اطلاع کر دینا میں اپنے دفتر میں ہوں گا“ ـــــ فیلڈ نے ایک بڑی مشین کے پاس کھڑے ہوئے آدمی سے کہا۔

”یس باس“ ـــــ اس آدمی نے جواب دیا اور فیلڈ قدم بڑھاتا اس

آپریشن روم سے نکل کر اپنے دفتر کی طرف بڑھ گیا۔

"تم اپنی ڈیوٹی پر جاؤ رانسن ہفتہ وار سپلائی کا وقت ہونے والا ہے" —— فیلڈ نے اپنے پیچھے آتے ہوئے رانسن سے کہا اور رانسن سر ہلاتا ہوا ایک اور راہداری میں مڑ گیا۔

فیلڈ اپنے دفتر میں آ کر آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کی پیشانی پر سلوٹیں موجود تھیں۔ جو اس بات کا واضح طور پر پتہ دے رہی تھیں کہ وہ ذہنی طور پر بری طرح الجھا ہوا ہے۔ اس ذہنی ادھیڑ بن میں کافی دیر گزر گئی لیکن اس کا ذہن کسی واضح نتیجے پر نہ پہنچ پا رہا تھا کہ اچانک ٹرانسمیٹر پر کال آ گئی۔ فیلڈ نے چونک کر ٹرانسمیٹر کی طرف دیکھا اور پھر جلدی سے ہاتھ بڑھا کر اس کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو راسکو کالنگ فرام ہیڈ کوارٹر اوور" —— ٹرانسمیٹر آن ہوتے ہی راسکو کی آواز سنائی دی اور فیلڈ راسکو کی طرف سے کال سن کر ایک بار پھر چونک پڑا۔

"یس فیلڈ اٹنڈنگ اوور" —— فیلڈ نے تیز لہجے میں کہا۔

"مسٹر فیلڈ کیا آپ اپنے سٹلائٹ کے ذریعے تصاویر بھی تیار کرتے ہیں اگر ایسا کرتے ہیں تو پلیز وہ تصاویر مجھے دے دیں تاکہ میں صدر صاحب کو ثبوت کے طور پر بھجوا دوں۔ اوور" —— راسکو نے کہا۔

"تمہاری صدر صاحب سے بات ہوئی ہے اوور" —— فیلڈ نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ابھی ابھی ہوئی ہے —— میں نے انہیں تفصیلی رپورٹ دے

دی ہے اور گو انہوں نے وقتی طور پر اطمینان کا اظہار کیا ہے لیکن ان کے لہجے سے مجھے یہی اندازہ ہوا ہے کہ وہ مکمل طور پر مطمئن نہیں ہیں ویسے انہوں نے کہا ہے کہ وہ اپنا خصوصی نمائندہ جلد ہیڈ کوارٹر بھجوا رہے ہیں تاکہ تفصیلی اور مکمل انکوائری کی جائے اوور" —— راسکو نے کہا۔

"اوہ اس لئے تم تصاویر منگوا رہے ہو —— لیکن ایر سٹلائٹ تصاویر نہیں بنا سکتا۔ وہ صرف ریسونگ سنٹر پر سپیشل کاشن دیتا ہے۔ اس لئے تصاویر والا مسئلہ تو حل نہیں ہو سکتا۔ تم نے صدر صاحب سے سٹلائٹ کے بارے میں بات کی ہے۔ اوور" —— فیلڈ نے جواب دیا۔

"نہیں میں نے تو نہیں کی۔ کیا مجھے کرنی چاہیئے تھی۔ اگر ایسا ہے تو میں دوبارہ کال کر کے کہہ دیتا ہوں اوور" —— راسکو نے کہا۔

"ارے نہیں اچھا کیا کہ انہیں تم نے یہ بات نہیں کی۔ کیونکہ صدر صاحب نے تو لیبارٹری کو مکمل سیل کرنے کے احکامات دیئے تھے لیکن میں نے اپنے طور پر چیکنگ کے لئے سٹلائٹ آن کر دیا تھا" —— فیلڈ نے جواب دیا۔

"اوہ پھر تو اچھا ہوا۔ کہ میں نے اس سلسلہ میں کوئی بات نہیں کی۔ مگر اب تو لیبارٹری سیل کرنے کی ضرورت نہیں رہی اوور" —— راسکو نے کہا۔

"ہاں بظاہر تو نہیں رہی لیکن کچھ ایسی الجھنیں درپیش ہیں کہ ابھی میں نے سٹلائٹ آف نہیں کیا۔ تم یہ بتاؤ کہ تم شمال کی طرف کیوں

گئے تھے۔ تمہیں ادھر جانے کی آخر ضرورت ہی کیا تھی اور پھر تم نے ملبے کو بھی چیک نہیں کیا اس کی کیا وجہ۔ اوور“ ـــــ فیلر نے کہا۔

”اوہ تو تم میری وجہ سے الجھ رہے ہو۔ ایک بات تو یہ سن لو کہ ملبہ کھودنے کی ضرورت ہی نہ رہی تھی۔ ڈسٹرکشن پاور مشین نے جو خوفناک دھماکہ کیا تھا وہ دھماکہ چونکہ اڈے کے اندر ہوا تھا اس لئے اندر سے ملبہ آتش فشاں کے لاوے کی طرح باہر نکلا اور پھر ریت پر بکھر گیا۔ لاشوں کے مختلف ٹکڑے وہاں بکھرے پڑے تھے۔ ایک آدمی پہلے سے ہی باہر موجود تھا۔ اس کی وجہ سے مجھے اپنا ہیلی کاپٹر بھی تباہ کرنا پڑا۔ اور میرے کمانڈوز بھی اس کی مشین گن کی فائرنگ سے ہٹ ہو گئے۔ اس لئے ملبہ کھودنے کا تو مسئلہ ہی باقی نہ رہا تھا۔ باقی رہا شمال کی طرف جانے والا مسئلہ۔ تو یہ ایک ایسی بات ہے کہ اس سے تمہاری پوزیشن نازک ہو گئی تھی اس لئے میں نہ چاہتا تھا کہ اسے اوپن کروں مگر تم الٹا مجھ پر شک کر رہے ہو اوور“ ـــــ راسکو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ تم یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میری پوزیشن نازک کیسے ہو گئی۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو۔ اوور“ ـــــ فیلر نے چونک کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مسٹر فیلر میں تو تمہارا پردہ رکھنا چاہتا تھا۔ کیونکہ بہرحال تم بھی ہمارے ساتھی ہو لیکن اب بات کھل گئی ہے تو سن لو کہ جس آدمی کی وجہ سے ہمیں دوسرا ہیلی کاپٹر تباہ کرنا پڑا تھا۔ اُسے ہم نے زندہ پکڑ لیا تھا اور پھر ہم نے اُسے ایک طرف لے جا کر اس پر تشدد کیا۔ اس

آدمی کی جیب سے ہمیں لیبارٹری کا اندرونی نقشہ بھی ملا اور اس کے ساتھ ساتھ ایک ایسا کاغذ تھا جس میں ریڈ لائٹ سٹلائٹ گورنر کی تفصیلات درج تھیں۔ اس نے ہمیں بتایا کہ لیبارٹری کے اندر ہمارا ایک خاص آدمی اہم پوائنٹ پر موجود ہے جو ریڈ لائٹ سٹلائٹ کو آن کرے گا۔ اور پھر ہمیں خفیہ طور پر اطلاع دے گا اور ہم اسی ریڈ لائٹ سٹلائٹ گورنر کی مدد سے اس ریڈ لائٹ سٹلائٹ کو ڈی سرکل کر کے اس حربے کو لیبارٹری کے خلاف استعمال کر کے لیبارٹری کو ختم کر سکیں گے۔ آپ کو شاید معلوم نہیں کہ میں یہاں ہیڈ کوارٹر کا مشینری انچارج ہوں۔ اس لئے میں ایسی جدید مشینری کی پوری تفصیلات جانتا ہوں۔ مجھے اس کاغذ میں درج ریڈ لائٹ سٹلائٹ گورنر کی اہمیت کا پورا احساس تھا۔ چنانچہ میں نے اس پر تشدد کیا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ گورنر اس نے شمال کی طرف ٹیلوں کے اندر نصب کیا ہوا ہے اور وہاں اس کے دو آدمی موجود ہیں۔ اس بنا پر میں شمال کی طرف گیا۔ وہاں دو آدمی تو موجود تھے جنہیں میں نے فائر کر کے ختم کر دیا لیکن وہ گورنر وہاں باوجود تلاش کے نہیں مل سکا۔ میں اس آدمی کو زندہ ہیڈ کوارٹر لے آیا ہوں لیکن میں نے جان بوجھ کر صدر مملکت سے یہ ساری باتیں نہیں کیں کیونکہ اس طرح تمہاری پوزیشن لازماً نازک ہو جاتی اور مجھے یہ گوارا نہ تھا اوور“ ـــــ راسکو نے کہا اور فیلر کی آنکھیں یہ تفصیل سنتے ہی حیرت اور خوف سے پھیلتی چلی گئیں۔

”اوہ اوہ مسٹر راسکو۔ اوہ تم نے مجھ پر ذاتی احسان کیا ہے اگر یہ بات سامنے آ جاتی تو مجھے تو ایک لمحے میں گولی سے اڑا دیا جاتا۔ میں

تمہارا یہ احسان ہمیشہ یاد رکھوں گا اوور" ــــ فیلر نے بے اختیار ہوتے ہوئے کہا۔

"احسان کی کوئی بات نہیں مسٹر فیلر۔ ہم دونوں ایک ہی کلاس سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے اگر ہم ایک دوسرے کا خیال نہ رکھیں گے تو پھر اور کون رکھے گا اوور" ــــ راسکو نے جواب دیا اور فیلر کے ذہن میں راسکو کی عظمت کے بیک وقت کئی چراغ روشن ہو گئے۔ وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ راسکو اس قدر کھلے دل کا آدمی ہو سکتا ہے۔

"وہ آدمی اب کہاں ہے مسٹر راسکو۔ اوور" ــــ فیلر نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

"ہیڈ کوارٹر میں ہے ــ لیکن تشدد کی وجہ سے فی الحال اس کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ اس لئے ایک آدھ روز بعد میں اس سے دوبارہ معلومات حاصل کروں گا اوور" ــــ راسکو نے جواب دیا۔

"اوہ کیا تم مجھ پر ایک اور احسان کر سکتے ہو۔ اُسے میرے حوالے کر سکتے ہو۔ تاکہ میں خود اس سے معلومات حاصل کر سکوں۔ اوور" ــــ فیلر نے کہا۔

"مسٹر فیلر مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ وہ آدمی جو ان کا ساتھی ہے وہ اسے دیکھتے ہی ایکشن میں آجائے اور معاملہ خراب ہو جائے۔ اگر تم ایک دو روز صبر کر سکو تو میں خود اس سے تمام معلومات حاصل کر کے بتا دوں گا۔ اوور" ــــ راسکو نے کہا۔

"نہیں ان حالات میں بھلا صبر کیسے ہو سکتا ہے۔ مجھے جس آدمی پر

شک ہوا ہے۔ میں اسے ساتھ لے کر تمہارے ہیڈ کوارٹر آ جاتا ہوں۔ اگر وہی آدمی ہو گا تو ہمیں فوراً علم ہو جائے گا اور ہم اُسے بھی وہیں قابو کر لیں گے اور پھر ان دونوں پر تشدد کر کے حالات معلوم کر لیں گے اس طرح لیبارٹری بھی خطرے کی زد میں نہ آئے گی اور کام بھی ہو جائے گا اوور" ــــ فیلر نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

"تمہاری یہ تجویز زیادہ اچھی ہے۔ مجھے تو بہر حال کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں تو اس آدمی کو بھی تمہارے پاس بھیجنے کے لئے تیار ہوں۔ اوور" ــــ راسکو نے بڑے کھلے دل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں وہیں تمہارے ہیڈ کوارٹر میں ہی سارے معاملات طے ہو جائیں تو یہ میرے لئے زیادہ بہتر ہے۔ ٹھیک ہے میں یہاں ریڈ سٹلائٹ آف کر کے تمہارے پاس آنے کے لئے روانہ ہو جاؤں گا۔ باقی باتیں وہیں ہوں گی اوور" ــــ فیلر نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے کتنی دیر میں پہنچو گے تاکہ میں تمہارے استقبال کے لئے تیار رہوں اوور" ــــ راسکو نے پوچھا۔

"ایک گھنٹہ تو لگ جائے گا ریڈ سٹلائٹ کو آف کر کے واپس تالے نے میں۔ اور اگر ہم ایک گھنٹے بعد یہاں سے روانہ ہوں تو ایک گھنٹہ ہمیں تمہارے ہیڈ کوارٹر پہنچنے میں لگ جائے گا۔ بس دو ڈھائی گھنٹے کے اندر اندر میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔ اوور" ــــ فیلر نے کہا۔

"میں تمہارا انتظار کروں گا مگر اس بات کا خیال رکھنا کہ جس آدمی پر تمہیں شک ہو اُسے ان حالات کا پتہ نہ لگنے دینا۔ ورنہ تم جانتے ہو کہ ایسے لوگ فوری طور پر بھی کوئی لمبی گڑبڑ کر سکتے ہیں۔ ابھی تو

وہ مطمئن ہوگا اوور" ـــــ راسکو نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

"میں سب سمجھتا ہوں راسکو ـــ فکر مت کرو۔ اوور اینڈ آل" ـــ فیلر نے کہا اور پھر ایک طویل سانس لیتے ہوئے اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"ہونہہ تو رانسن غدار ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ میرے ہاتھ سے ڈاکٹر درانی نکل جائے اور لیبارٹری کی تباہی کا سارا الزام بھی مجھ پر آ جائے۔ اس طرح وہ میری جگہ خود نمبر ون بن جائے۔ میں اس کی ہڈیاں چبا جاؤں گا" ـــ فیلر نے دانت پیسنے کے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا آپریشن روم کی طرف بڑھ گیا۔

عمران نے ٹرانسمیٹر آف کیا اور اس کے چہرے پر گہرے اطمینان کے آثار نمایاں ہو گئے۔

"بڑی مشکل سے قابو آیا ہے یہ فیلر" ـــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب آپ کا پروگرام یہ ہے کہ فیلر اور اس کے ساتھی کے میک اپ میں آپ لیبارٹری جائیں گے اور پھر اسے تباہ کر کے وہاں سے ڈاکٹر درانی کو ساتھ لے آئیں گے" ـــ جوہان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"دیکھو اس بات کا فیصلہ تو فیلر اور اس کے ساتھی کے آنے پر ہی ہو سکتا ہے کہ آئندہ کیا کرنا ہے۔ فی الحال اس لیبارٹری کی سیل تو کھل گئی۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے" ـــ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اس وقت وہ اپنی اصل شکل میں تھا۔ یہاں پہنچتے ہی اس نے

سب سے پہلے تو ہیڈ کوارٹر میں تمام افراد کا خاتمہ کیا۔ پھر راسکو کو بھی ختم کر کے ہیڈ کوارٹر پر اپنا مکمل کنٹرول کر لیا۔ راسکو سے صدر مملکت کی مخصوص فریکوئنسی کا پتہ اسے مل گیا تھا اس لئے اس نے خود ہی کال کر کے صدر کو تسلی دے دی تھی کہ پاکیشیائی ایجنٹوں کا خاتمہ کر دیا گیا ہے لیکن اس نے محسوس کیا تھا کہ صدر پوری صدر مطمئن نہیں ہو سکے۔ اور اسے خطرہ تھا کہ صدر کوئی خاص گروپ نہ بھجوا دیں اور وہ اس گروپ کے آنے سے پہلے پہلے اپنا مشن مکمل کر لینا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے فیلر کو کال کیا۔ اور پھر فیلر کی باتیں سن کر اس نے اسے چکر دینے کے لئے نئی کہانی سنا دی اور آخرکار وہ فیلر کو زیر دام لے آنے میں کامیاب ہو ہی گیا۔

"خاور تم راسکو کا میک اپ کر لو۔ میں تمہارا ساتھی بن جاؤں گا۔ ہم دونوں فیلر اور اس کے ساتھی کا استقبال کریں گے۔ عثمان جامی چوہان اور طلحہ تینوں ایک سائیڈ پر ہو جائیں گے۔ فیلر اور اس کے ساتھی پر ہم دونوں جب قابو پا لیں گے تو پھر تم لوگ سامنے آ جانا" ——— عمران نے کہا اور سب نے سر ہلا دیئے۔

اور اس کے بعد وہ فیلر اور اس کے ساتھی کے استقبال کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے اور واقعی دو گھنٹے اور دس منٹ بعد فیلر کا ہیلی کاپٹر ہیڈ کوارٹر کے اندر بنے ہوئے مخصوص ہیلی پیڈ پر اتر آیا۔ خاور اور عمران دونوں اس کے استقبال کے لئے موجود تھے چونکہ وہ دونوں ہی فیلر اور اس کے ساتھی کو پہلے سے نہ جانتے تھے اس لئے وہ خاموش کھڑے ہوئے تھے۔ خاور راسکو کے میک اپ

میں ذرا آگے کھڑا تھا اور عمران دو قدم پیچھے بڑے مودبانہ انداز میں کھڑا آنکھیں گھما رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر سے دو افراد نیچے اترے۔ دونوں ہی عام سے لباس میں تھے جب کہ خاور اور عمران دونوں کمانڈوز کی یونیفارم میں تھے۔

"ہیلو مسٹر فیلر میں آپ کو اپنے ہیڈ کوارٹر میں خوش آمدید کہتا ہوں" خاور نے راسکو کے لہجے میں آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"اوہ شکریہ مسٹر راسکو" ——— ایک نوجوان جس نے نیلے رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا مسکراتے ہوئے جواب دیا اور اس کے بات کرتے ہی یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ فیلر تھا لیبارٹری کا سیکیورٹی انچارج جبکہ دوسرا اس کا ساتھی تھا اور خاور نے آگے بڑھ کر بڑی گرمجوشی سے فیلر سے مصافحہ کیا۔

"یہ میرا اسسٹنٹ ہے جیری" ——— خاور نے عمران کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور عمران نے باقاعدہ فوجی انداز میں سیلوٹ کر دیا۔ فیلر نے مسکراتے ہوئے اس کے سیلوٹ کا جواب دیا۔

"یہ میرے اسسٹنٹ ہیں رالنسن۔ اور رالنسن یہ ڈیزرٹ کمانڈوز کے چیف راسکو ہیں" ——— فیلر نے خاور سے اپنے اسسٹنٹ کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"آپ سے مل کر بہت مسرت ہوئی مسٹر راسکو۔ کافی عرصہ بعد ملاقات ہو رہی ہے۔ پہلے تو آپ کا جسم اس قدر چھریرا نہ تھا جتنا اب نظر آ رہا ہے" ——— رالنسن نے ایسے لہجے میں کہا جیسے وہ راسکو کو دیکھ کر حیران ہو رہا ہو۔ اور عمران اس کی بات سن کر چونک پڑا۔

"جسموں کا کیا ہے رانسن یہ تو تبدیل ہوتے رہتے ہیں" ۔۔۔۔ خاور نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن رانسن نے بجلی کی سی تیزی سے جیب سے ہاتھ باہر نکالا تو اس کے ہاتھ میں ریوالور موجود تھا۔

"خبردار تم دونوں ہاتھ اٹھا دو ۔۔ تم اصل راسکو نہیں ہو" ۔۔۔۔ رانسن نے کرخت لہجے میں کہا لیکن دوسرے لمحے وہ بری طرح چیختا ہوا تیزی سے گھوما اور پھر دھڑام سے نیچے فرش پر جا گرا۔ ریوالور اس کے ہاتھ نکل کر دور جا گرا تھا اور وہ فرش پر گر کر اس طرح تڑپنے لگا جیسے پانی سے نکلی ہوئی مچھلی۔

"کک کک کیا مطلب" ۔۔۔۔ فیلڈ نے بُری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

"تم بھی ہاتھ اٹھا دو مسٹر فیلڈ۔ اب تم بھی مشکوک ہو چکے ہو" ۔۔۔۔ عمران نے بجلی کی سی تیزی سے گھوم کر فیلڈ کے عقب میں آتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ فیلڈ کوئی حرکت کرتا عمران کا ہاتھ گھوما اور سائیلنسر لگے ریوالور کا دستہ پوری قوت سے فیلڈ کی کھوپڑی پر پڑا۔ اور فیلڈ بُری طرح چیختا ہوا منہ کے بل نیچے فرش پر جا گرا۔ اس کے نیچے گرتے ہی عمران کی لات گھومی اور فیلڈ کی کنپٹی پر پٹاخہ چھوٹا اور اس کا اٹھنے کے لئے تیزی سے سمٹتا ہوا جسم ایک جھٹکے سے سیدھا ہو گیا۔ وہ ساکت ہو چکا تھا۔ رانسن ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔ عمران کے سائلنسر لگے ریوالور سے نکلنے والی گولی ٹھیک اس کے دل میں سوراخ کر گئی تھی۔

"یہ رانسن بے حد خطرناک آدمی ثابت ہوا تھا۔ فیلڈ اسے کچھ بتائے بغیر ساتھ لے آیا تھا ورنہ ہمیں کافی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا" ۔۔۔۔ عمران نے ریوالور جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے چوہان، عثمان جامی اور طلحہ بھی باہر آ گئے۔

"خاور اسے اٹھا کر اندر لے چلو ۔ جلدی کرو ۔۔ اور چوہان تم عثمان اور طلحہ کے ساتھ باہر رہو۔ اور پوری طرح چوکنا رہنا" ۔۔۔۔ عمران نے تیز لہجے میں اپنے ساتھیوں سے کہا اور خاور نے جلدی سے آگے بڑھ کر فرش پر اوندھے منہ پڑے ہوئے فیلڈ کو اٹھا کر کاندھے پر لادا۔ اور عمران کے پیچھے اندرونی کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ پھر عمران کے کہنے پر پہلے فیلڈ کی تلاشی لی گئی لیکن اس کی جیبیں اسلحے سے خالی نکلیں۔ البتہ ایک سرخ رنگ کی ڈائری برآمد ہوئی تھی اور پھر اسے ایک بھاری کرسی پر بٹھا کر نائلون کی باریک رسی سے اچھی طرح باندھ دیا۔ عمران نے جیب سے ایک تیز دھار خنجر نکالا اور اسے بائیں ہاتھ میں پکڑ کر اس نے دائیں ہاتھ سے فیلڈ کے چہرے پر تھپڑ مارنے شروع کر دیئے۔ تیسرے تھپڑ پر ہی فیلڈ ہوش میں آ گیا۔

"تت تو تم نے دھوکہ کیا ہے۔ تم نے دھوکہ کیا ہے راسکو" ۔۔۔۔ فیلڈ نے ہوش میں آتے ہی عمران کے ساتھ کھڑے ہوئے خاور سے مخاطب ہو کر چیختے ہوئے کہا۔

"راسکو کی تو ہڈیاں بھی گل سڑ چکی ہوں گی مسٹر فیلڈ۔ میرا نام علی عمران ہے ۔ وہی علی عمران جسے روکنے کے لئے تمہارے صدر نے اس قدر گہری اور خفیہ پلاننگ کی تھی۔ لیکن اس احمق نے یہ بات کیسے فرض کر لی کہ پاکیشیا کا سائنس دان یہودیوں کے قبضے میں ہے اور ہم لوگ اس تک نہ پہنچ سکیں گے" ۔۔۔۔ عمران نے خنجر کو دوبارہ

دائیں ہاتھ میں پکڑتے ہوئے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"اوہ اوہ تو تم ہو وہ علی عمران۔ پاکیشیائی ایجنٹ۔ مگر سن لو کہ تم کسی طرح بھی ڈاکٹر درانی کو زندہ واپس نہ حاصل کر سکو گے اور نہ ہی تم لیبارٹری میں داخل ہو سکتے ہو۔ تم زیادہ سے زیادہ مجھے مار ڈالو گے مار دو۔ میں مرنے کے لئے تیار ہوں" — فیلر نے چیختے ہوئے کہا اور عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

"مسٹر فیلر موت تو اپنے وقت پر ہی آتی ہے۔ اب دیکھو تمہارے ساتھی رالسن کو ہم فوری طور پر نہ مارنا چاہتے تھے۔ لیکن اس نے حرکت ہی ایسی کی کہ اس کا فوری خاتمہ ہمارے لئے ضروری ہو گیا۔ جہاں تک تمہاری موت کا تعلق ہے تو ہمیں نہیں معلوم کہ تمہاری موت کا وقت کون سا مقرر ہے۔ آئندہ لمحہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور نہیں بھی۔ لیکن ہم تم سے ایک سودا کرنا چاہتے ہیں۔ خوب سوچ سمجھ کر جواب دینا" — عمران نے اس بار مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیسا معاہدہ۔ میں تم لوگوں سے کوئی معاہدہ نہیں کر سکتا" — فیلر نے اسی لہجے میں چیختے ہوئے کہا۔

"پہلے سن لو پھر فیصلہ کرنا۔ اگر تم اپنی لیبارٹری بچانا چاہتے ہو تو ڈاکٹر درانی کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہم ڈاکٹر درانی کو یہاں سے لے کر چلے جائیں گے۔ ہمیں تمہاری لیبارٹری میں ہونے والے کام سے کوئی غرض نہیں ہے۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر مجبوراً ہمیں لیبارٹری کو بھی تباہ کرنا پڑے گا" — عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"تمہارے لئے دونوں ہی کام ناممکن ہیں۔ تم زیادہ سے زیادہ مجھ پر تشدد

کر سکتے ہو۔ کر لو — مجھے مار سکتے ہو مار دو لیکن تمہارے ہاتھ سوائے مایوسی کے کچھ نہ آئے گا" — فیلر نے تیز لہجے میں کہا۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ ذہنی طور پر ہر قسم کے تشدد کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو چکا ہے۔

"گڈ شو مسٹر فیلر اب ہمیں مکمل یقین ہو گیا ہے کہ تم صحیح آدمی ہو۔ جیری انہیں کھول دو" — اچانک پاس کھڑے خاور نے مسکراتے ہوئے کہا اور عمران نے بھی مسکراتے ہوئے خنجر واپس جیب میں رکھا اور کرسی کے عقب میں جا کر رسیاں کھولنے لگا۔

"کک کیا مطلب کیا تم —" فیلر اس کایا پلٹ پر بری طرح بوکھلا گیا تھا۔

"مسٹر فیلر ہمیں اس آدمی لے بتایا تھا کہ فیلر خود غدار ہیں۔ لیکن ہمیں اس کی بات پر یقین نہ آیا تھا۔ اس لئے مجبوراً ہمیں تمہارا امتحان لینا پڑا" — خاور نے مسکراتے ہوئے کہا اور فیلر نے ایک طویل سانس لیا۔ اسی لمحے اس کی رسیاں کھل گئیں اور وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"مگر تم نے رانسن کو اس طرح کیوں ہلاک کر دیا" — فیلر نے چونک کر کہا۔

"اس لئے کہ رانسن ہی غدار تھا۔ اور اگر اسے موقع مل جاتا تو وہ ہمارے ساتھ تمہارا خاتمہ بھی کر دیتا۔ آؤ میرے ساتھ میں تمہیں رانسن کی غداری کا ثبوت دکھاتا ہوں" — خاور نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر بڑے دوستانہ انداز میں فیلر کا بازو پکڑ کر اسے ایک علیحدہ کمرے میں لے گیا۔

"سنو اگر تم کوئی نیا کھیل کھیلنا چاہتے ہو تو تمہیں مایوسی ہو گی" —

فیلر نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"مسٹر فیلر تمہارے ساتھ ہم نے کیا کھیل کھیلنا ہے ___ تم تو ہمارے اپنے آدمی ہو ___ سنو ابھی تھوڑی دیر پہلے صدر مملکت کی کال پھر آئی تھی۔ اور صدر مملکت خود خفیہ طور پر ایک ٹیم کے ساتھ یہاں پہنچ رہے ہیں۔ اب میرے آدمی بضد ہیں کہ ہم اس آدمی کو جس نے راز بتایا تھا کے حوالے کرنے کی بجائے براہ راست صدر مملکت کے پیش کر دیں لیکن میں جانتا ہوں کہ اس کا نتیجہ تمہارے اور میرے دونوں کے لئے تباہ کن نکلے گا۔ کیونکہ میں نے اس آدمی کی موجودگی کو صدر سے چھپا کر جرم کیا ہے اور اس آدمی سے باتیں کر کے صدر مملکت کو تم پر اعتبار ختم ہو جائے گا کیونکہ رانسن غدار تھا اور وہ تمہارا اسسٹنٹ بنا ہوا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ ایسی پلاننگ کی جائے کہ لاٹھی بھی نہ ٹوٹے اور سانپ بھی مر جائے" ___ خاور نے فیلر کو ایک کرسی پر بٹھاتے ہوئے خود اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا پلاننگ" ___ فیلر نے چونک کر پوچھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اس کا ذہن ابھی تک خاور اور عمران کی طرف سے صاف نہیں ہوا۔

"ہم اس آدمی کو تمہاری لیبارٹری کے قریب پھینکوا دیتے ہیں۔ تم وہاں موجود اپنے آدمیوں سے کہو کہ اسے گرفتار کر لیں۔ پھر صدر مملکت سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ آدمی زیرو ون اڈے سے فرار ہو کر لیبارٹری پہنچ گیا تھا جہاں رانسن نے غداری کرتے ہوئے اس کا ساتھ دیا اور تم نے ریڈ سلائٹ کی مدد سے اسے ٹریس بھی کر لیا اور گرفتار کرنے کے ساتھ ساتھ غدار رانسن کو بھی گولی سے اڑا دیا۔ اس طرح ہم بھی مکمل طور پر سیف ہو جائیں گے اور تمہاری کارکردگی بھی صدر صاحب کے سامنے زیادہ اچھی طرح ثابت ہو جائے گی" ___ خاور نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ ہاں ٹھیک ہے۔ لیکن تم مجھے اس آدمی سے ملواؤ تو سہی ___ میں دیکھوں تو سہی کہ وہ ہے کون" ___ فیلر نے کہا۔

"اچھا ملوا دیتے ہیں۔ وہ یہاں موجود ہے ___ کہیں بھاگ نہیں سکتا اگر تم چاہو تو بے شک اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اور چاہو تو اسے میرے آدمی وہاں پہنچا سکتے ہیں تم یہاں سے ٹرانسمیٹر کال کر کے اپنے آدمی کو اسے گرفتار کرنے کی ہدایت دے دو" ___ خاور نے جواب دیا۔

"نہیں جب تک میں ساتھ نہیں ہوں گا برجر کسی صورت بھی لیبارٹری کا آؤٹ گیٹ اوپن نہیں کرے گا۔ میں نے اسے خصوصی طور پر ہدایات دی ہیں۔ اس لئے میں اسے ساتھ لے جاؤں گا" ___ فیلر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"لیکن فیلر ان ہدایات کا کیا فائدہ۔ اگر تمہاری جگہ کوئی اور آدمی فیلر بن جائے تو پھر برجر کیا کرے گا" ___ خاور نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تم نے مجھے احمق سمجھ رکھا ہے ___ میں اتنی اہم لیبارٹری کا سیکیورٹی چیف ہوں۔ میں نے برجر کے ساتھ خصوصی کوڈ طے کئے ہوئے ہیں۔ ان کوڈ کے بغیر لیبارٹری کا دروازہ نہیں کھل سکتا" ___ فیلر نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"او۔ کے ٹھیک ہے ___ لیکن اگر تم ساتھ لے گئے تو پھر تو صدر مملکت کو علم ہو جائے گا۔ کہ یہ آدمی یہاں سے گیا ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم برجر سے بات کروا اور اسے بتاؤ کہ ایک آدمی لیبارٹری کی طرف

گیا ہے اور میں اُسے تلاش کر رہا ہوں جیسے ہی اُسے تلاش کر لوں گا پھر تم سے رابطہ قائم کروں گا" ـــــ خاور نے کہا۔

"اوہ ہاں ایسا ہو سکتا ہے ٹھیک ہے ٹرانسمیٹر لے آؤ میں اس سے بات کر لیتا ہوں۔ اس طرح واقعی اُسے یہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ میں اس آدمی کو ساتھ لے آیا ہوں۔ رالنسن کی لاش بھی ساتھ لے جاؤں گا اور اس سے یہی کہوں گا کہ رالنسن اس آدمی کا ساتھی تھا۔ اس لئے اسے بھی گولی مارنی پڑی" ـــــ فیلر نے اس تجویز پر رضامند ہوتے ہوئے کہا۔

"او۔کے" ـــــ خاور نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے زور سے اور تحکمانہ لہجے میں جیری کو آواز دی۔

"یس باس" ـــــ چند لمحوں بعد ہی عمران دروازے پر نمودار ہوا خاور سمجھ گیا کہ وہ باہر راہداری میں ہی موجود ہوگا، اس لئے فوراً آ گیا۔

"جیری جا کر ٹرانسمیٹر لے آؤ اور سنو اس آدمی کو بیہوش کر کے فیلر صاحب کے ہیلی کاپٹر میں پہنچا دو۔ رالنسن کی لاش بھی ہیلی کاپٹر میں رکھوا دینا سمجھے" ـــــ خاور نے انتہائی تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس باس" ـــــ عمران نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا اور واپس مڑ گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اندر داخل ہوا۔ اس نے ایک لانگ رینج ٹرانسمیٹر اٹھایا ہوا تھا۔ اور وہ خاموشی سے ٹرانسمیٹر درمیانی میز پر رکھ کر واپس چلا گیا۔

فیلر نے ٹرانسمیٹر پر فریکوئنسی ایڈجسٹ کی اور پھر اس کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو برائٹ ڈے کالنگ اوور" ـــــ فیلر بار بار یہ فقرہ دہرا رہا تھا۔

"یس ڈارک ڈے اٹنڈنگ اوور" ـــــ چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"برجر مجھے یہاں ڈیزرٹ کمانڈوز کے ہیڈ کوارٹر میں آ کر پتہ چلا ہے کہ ایک پاکیشیائی ایجنٹ ہماری لیبارٹری پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے اس لئے میں فوری طور پر واپس آ رہا ہوں تاکہ میں اسے ہیلی کاپٹر سے چیک کر کے اسے گرفتار کر سکوں مگر جب تک میرے اور تمہارے درمیان سپیشل کوڈ نہ دہرائے جائیں تم نے میرے کہنے پر بھی لیبارٹری آؤٹ ڈور نہیں کھولنا۔ سمجھ گئے اوور" ـــــ فیلر نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

"یس باس آپ نے پہلے بھی یہی ہدایت دی تھی آپ بے فکر رہیں۔ ایسا ہی ہوگا اوور" ـــــ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"او۔کے اوور اینڈ آل" ـــــ فیلر نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"ٹھیک ہے۔ ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا ـــ انسان کو ایسے حالات میں ہر قدم پھونک کر رکھنا چاہیئے" ـــــ خاور نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور فیلر نے سر ہلا دیا۔

"اب مجھے اجازت دو۔ میں اب فوری طور پر واپس جانا چاہتا ہوں" ـــــ فیلر نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اطمینان سے بیٹھو فیلر جیری ہدایات کی تعمیل کر رہا ہے۔ جیسے ہی ہمارا ہیلی کاپٹر لفٹانگ کے لئے تیار ہو گیا وہ آکر اطلاع دے گا" ـــــ خاور نے مسکراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی بڑے محبت بھرے انداز میں اس نے فیلر کا بازو پکڑ کر اُسے واپس کرسی پر بٹھا دیا۔

"نجانے وہ کتنی دیر لگائے گا جب کہ میرا دل بے چین ہو رہا ہے" ـــــ فیلر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"بے چینی کی کیا بات ہے فیلر، تم خواہ مخواہ نروس ہو رہے ہو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ چند منٹ تو انتظار کر لو" ـــــ خاور نے مطمئن لہجے میں کہا اور فیلر ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو گیا۔

"صدر مملکت کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ آخر وہ یہاں ایک غیر ملک میں خفیہ طور پر کیسے آئیں گے۔ کسی صدر کا دوسرے ملک میں جانا آخر کیسے چھپا رہ سکتا ہے" ـــــ خاور نے کہا۔

"اوہ واقعی مجھے تو اس بات کا خیال ہی نہ آیا تھا" ـــــ فیلر نے چونک کر کہا مگر اسی لمحے دروازے پر جیری دوبارہ نمودار ہوا۔

"اس آدمی کو اور رالسن کی لاش کو ہیلی کاپٹر میں پہنچا دیا گیا ہے باس" ـــــ عمران نے انتہائی مودبانہ لہجے میں کہا۔

"او۔ کے آؤ فیلر" ـــــ خاور نے اٹھتے ہوئے کہا اور فیلر بھی تیزی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ پھر وہ خاور کے ساتھ چلتا ہوا اس کمرے سے باہر نکلا۔ عمران ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

"فیلر صاحب" ـــــ اچانک عمران نے آگے بڑھ کر فیلر سے مخاطب ہو کر کہا اور فیلر اس کی آواز سن کر جیسے ہی مڑنے لگا عمران کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور فیلر چیختا ہوا اچھل کر پہلو کے بل فرش پر جا گرا۔ عمران نے جھک کر اسے گردن سے پکڑا اور دوسرے لمحے فیلر کا جسم اس طرح فضا میں اٹھتا گیا جیسے وہ زمین سے اچانک خلا میں پہنچ گیا ہو جہاں انسان کا کوئی وزن ہی نہیں ہوتا۔

"تم بہت ہوشیار بن رہے تھے فیلر اب دیکھنا تمہاری اس لیبارٹری کا کیا حشر ہوتا ہے" ـــــ عمران نے غراتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے اس کے اس ہاتھ کو جس سے اس نے فیلر کی گردن پکڑی ہوئی تھی مخصوص انداز میں جھٹکا دے کر اُسے فرش پر پھینک دیا اور فیلر کے حلق سے بے اختیار چیخیں نکلنے لگیں لیکن اس کا جسم اسی طرح ساکت و صامت پڑا ہوا تھا جیسے کسی مجسمے پر انسانی سرفنٹ کر دیا گیا ہو

"عمران صاحب یہ تو بے حد شاطر آدمی ہے اس نے باوجود میری کوشش کے سپیشل کوڈ نہیں بتائے" ـــــ خاور نے قدرے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"میں آج تمہاری ذہانت پر بےحد خوش ہوا ہوں خاور تم نے واقعی جس انداز میں سچوئیشن کو ڈیل کیا ہے وہ قابل داد ہے۔ اور تمہاری اس ڈیلنگ کی وجہ سے مجھے نہ صرف سپیشل کوڈ حاصل کرنے کا موقع مل گیا بلکہ میں نے اور بھی بہت کچھ حاصل کر لیا۔ اسے اٹھا کر اندر لے آؤ" ـــــ عمران جسے جیری کے نام سے فیلر سے متعارف کرایا گیا تھا تحسین آمیز لہجے میں کہا اور خاور کی آنکھیں مسرت سے چمک اٹھیں۔ عمران کی طرف سے ذہانت کا سرٹیفکیٹ اس کے لئے سب سے بڑا تمغہ تھا۔ اس نے جھک کر فرش پر بے حس و حرکت پڑے کراہتے ہوئے فیلر کو اٹھا لیا

اور اُسے کاندھے پر لاد کر وہ عمران کے پیچھے چل پڑا۔ وہ جب ہیڈ کوارٹر کے مشین روم میں داخل ہوا تو عثمان، چوہان اور طلحہ وہاں پہلے سے موجود تھے۔

"اسے ایک کرسی پر بٹھا دو اور چونکہ یہ بول سکتا ہے اس لئے اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دو۔ اس کے بعد یہ دیکھے گا کہ ہم ڈاکٹر درانی کو کیسے لیبارٹری سے نکالتے ہیں اور کس طرح یہودیوں کی یہ خوفناک لیبارٹری تباہ ہوتی ہے" ـــــ عمران نے خاور سے مخاطب ہو کر کہا اور خاور نے کراہتے ہوئے فیلر کو ایک کرسی پر بٹھایا تو طلحہ نے جلدی سے آگے بڑھ کر ایک کپڑا اس کے منہ میں ٹھونس دیا۔

عمران نے دیوار میں نصب ایک بہت بڑے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو برائٹ ڈے کالنگ اوور" ـــــ عمران کے حلق سے فیلر کی آواز نکلنے لگی۔

"یس ڈارک ڈے اٹنڈنگ اوور" ـــــ چند لمحوں بعد ہی ٹرانسمیٹر سے فیلر کے اسسٹنٹ برجر کی آواز سنائی دی۔

"برجر میں ڈیزرٹ کمانڈوز کے ہیڈ کوارٹر سے بول رہا ہوں۔ ابھی میں نے تمہیں کال کیا تھا۔ دوبارہ اس لئے کال کر رہا ہوں کہ غدار کا پتہ چل گیا ہے۔ غدار رانسن نکلا ہے اور رانسن نے انتہائی ہولناک انکشاف کیا ہے۔ لیبارٹری انتہائی خوفناک خطرے کی زد میں ہے۔ کسی بھی لمحے تباہ ہو سکتی ہے اور یہ کام غدار رانسن نے کیا ہے۔ تاکہ اس پاکیشیائی ایجنٹ کے ساتھ مل کر لیبارٹری کو تباہ کیا جا سکے۔ وہ آدمی

جب تک پکڑا نہ جائے اس وقت تک خطرہ موجود رہے گا۔ رانسن نے ڈاکٹر درانی کو بھی اس سے آگاہ کر دیا ہے اس لئے ڈاکٹر درانی بھی اگر چاہے تو لیبارٹری تباہ کر سکتا ہے لیکن چونکہ وہ خود بھی ساتھ ہی مر جائے گا اس لئے ظاہر ہے اُسے ابھی تک اس کی جرأت نہیں ہو سکی۔ وہ بھی رانسن کی طرح اس پاکیشیائی ایجنٹ کے انتظار میں ہے لیبارٹری کو فوری خطرے سے بچانا ضروری ہو گیا ہے۔ اس لئے تم ایسا کرو کہ لیبارٹری کے ایٹمک سنٹر میں جاؤ اور وہاں موجود زیرو ون مشین پر فکس آراگنم سٹینڈرڈ کو تبدیل کر کے سکس ون سکس زیرو پر فکس کر دو۔ سمجھ گئے ہو کیا کرنا ہے اوور" ـــــ عمران نے فیلر کے لہجے میں اور تیز آواز میں کہا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں باس زیرو ون مشین کو اگر سکس ون سکس زیرو پر فکس کر دیا گیا تو لیبارٹری کا ایٹمک سنٹر سے رابطہ منقطع ہو جائے گا اوور" ـــــ دوسری طرف سے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

"تو تمہارا کیا خیال ہے کہ میں احمق ہوں مجھے نہیں معلوم کہ کیا ہو گا سنو غدار رانسن نے جو انکشاف کیا ہے اس کے مطابق رانسن نے ایٹمک مین پاور سپلائی لائن کی تھرڈ ٹاپ سٹراپ میں ایکو ون ہنڈرڈ کو تھرٹی ہنڈرڈ پر کر رکھا ہے۔ جانتے ہو اس کا کیا مطلب ہے اوور" ـــــ عمران نے فیلر کے لہجے میں حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

"اوہ اوہ ویری بیڈ باس اس کا تو مطلب ہے کہ ایٹی تھرٹی لائن پلس کا زیرو کاشن ملتے ہی پوری لیبارٹری بھک سے اڑ جائے گی اوور" ـــــ برجر نے حیرت اور خوف سے چیختے ہوئے کہا۔

"ہاں یہی سازش کی گئی ہے۔ اور یہ کس قدر خوفناک سازش ہے اب جب تک ایٹمک سپلائی نہ روک دی جائے اس وقت تک اس سٹراپ کو کھول کر تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے اب ایک ہی صورت ہے کہ فوری طور پر زیرو ون مشین کو سکس ون سکس زیرو پر فکس کر کے لیبارٹری کو فوری خطرے سے بچا لیا جائے اور پھر جب تک سٹراپ میں تبدیلی کا عمل مکمل نہ ہو جائے اس وقت تک ڈاکٹر درانی کو بھی لیبارٹری کے اندر نہ رہنے دیا جائے اس لئے فوراً حرکت میں آ جاؤ۔ زیرو ون مشین کو سکس ون سکس زیرو پر فکس کر کے ڈاکٹر درانی کو بے ہوش کر کے ہیلی کاپٹر میں بٹھاؤ اور یہاں ڈیزرٹ کمانڈوز کے ہیڈ کوارٹر بھجوا دو۔ جب ڈاکٹر درانی یہاں پہنچ جائے گا تو میں ڈیزرٹ کمانڈوز کے ساتھ اس پاکیشیائی ایجنٹ کی تلاش میں نکلوں گا اور تم اس دوران سٹراپ میں تبدیلی کا کام شروع کرا دینا۔ جب تبدیلی مکمل ہو جائے اور لیبارٹری خطرے کی زد سے باہر آ جائے تو پھر مجھے یہاں کال کرنا۔ اس وقت تک میں اس پاکیشیائی ایجنٹ کو بھی کور کر لوں گا۔ پھر انہیں ختم کر کے اور ان کی لاشیں صدر مملکت کو بھجوا کر میں لیبارٹری واپس آ جاؤں گا۔ اوور“ —— عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے باس لیکن اگر آپ ناراض نہ ہوں تو وہ سپیشل کوڈ دوہرا دیں جو صرف آپ کے اور میرے درمیان طے ہوتے ہیں تاکہ مجھے مکمل طور پر یقین ہو جائے کہ میں آپ سے بات کر رہا ہوں اوور“ —— برجر نے جھجکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"گڈ تمہاری یہ احتیاط مجھے بے حد پسند آئی ہے۔ سنو سپیشل کوڈ

برائٹ نائٹ باہر سے کہا جائے گا اور تم اندر سے جواب دو گے نائٹ سو برائٹ۔ پھر باہر سے کہا جائے گا۔ اسکائی از ڈارک بٹ سٹارز آر برائٹ اور سپیشل کوڈ مکمل ہو جائے گا۔ اوور“ —— عمران نے بڑے مطمئن انداز میں کہا۔

"او۔ کے باس اب میں پوری طرح مطمئن ہو گیا ہوں۔ میں ابھی کام شروع کر دیتا ہوں۔ ڈاکٹر درانی کو میں انتھونی کے ساتھ ڈیزرٹ کمانڈوز کے ہیڈ کوارٹر بھجوا دیتا ہوں۔ پھر جب سپلائی لائن منقطع ہو جائے گی تو میں آپ کو کال کر دوں گا۔

"او۔ کے اوور اینڈ آل“ —— عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے اس نے ایک طویل سانس لیا۔ اس کے چہرے پر کامیابی کی تیز چمک نمایاں ہو گئی تھی۔

"کمال ہے عمران صاحب یہ سائنسی باتیں آپ نے کہاں سے سیکھ لیں“ —— عثمان جامیری نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جب میں پیدا ہوا تھا تو میری والدہ نے مجھے سائنس گھٹی لگائی تھی بس تب سے یہ گھٹی میرے رگ و پے میں دوڑ رہی ہے“ —— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سائنس کی گھٹی کیا مطلب۔ گھٹی تو کھجوروں، شہد یا زیتون وغیرہ کی لگائی جاتی ہے۔ یہ سائنس کیا کوئی پھل ہے۔ جو اس کی گھٹی لگائی جائے“ —— عثمان جامیری کی حیرت اور بڑھ گئی۔

"اب یہ تو مجھے پتہ نہیں کہ وہ کیا تھی لیکن تھی وہ سائنس کی گھٹی۔ بڑا مشہور سائیں تھا۔ پیر سائیں“ —— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور

اس بار چوہان اور خاور دونوں بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑے جبکہ عثمان اور طلحہ اسی طرح حیرت سے منہ کھولے بیٹھے تھے۔

"سائیں پیر سائیں کیا مطلب کیا یہ سائنس کی کوئی نئی قسم ہے" ___ عثمان جامیری کی حیرت لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔

"اگر نیوکلیر سائنس۔ خلائی سائنس۔ دفاعی سائنس ہو سکتی ہے تو پیر سائنس کیوں نہیں ہو سکتی" ___ عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا اور چوہان اور خاور دونوں ایک بار پھر اپنے قہقہے نہ روک سکے۔

"عثمان صاحب۔ عمران صاحب سائیں کو سائنس کہہ رہے ہیں۔ ہمارے ہاں سائیں درویش کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ پیر سائیں کا مطلب ہے درویش آدمی" ___ خاور نے وضاحت کرتے ہوئے کہا اور اس بار عثمان اور طلحہ بھی بے اختیار ہنس پڑے کیونکہ عمران کے اس لطیف مذاق کی سمجھ انہیں اب آئی تھی۔

"عمران صاحب یہ سپیشل کوڈ آپ کو کیسے معلوم ہو گئے جب کہ میرے سامنے فیلر نے یہ سپیشل کوڈ جان بوجھ کر نہ دوہرائے تھے" ___ خاور نے اس بار سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"یہ فیلر صاحب دراصل ابھی ان معاملات میں صرف فل اِن دی بلینک ہی ہیں۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ یہ کوڈ جسے وہ سپیشل کوڈ کہہ رہے تھے یہ بڑا عام اور مشہور کوڈ ہے جسے عرف عام میں ڈے کوڈ کہا جاتا ہے۔ یہ کوڈ باقاعدہ زبان کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے جیسے ہوائی جہازوں کے پائلٹ اب تک اس کوڈ کا ایک حصہ استعمال کرتے ہیں۔ انتہائی خطرے کی صورت میں وہ جب مدد کے لئے پکارتے ہیں تو "مے ڈے" کہا جاتا ہے۔ جب اس فیلر نے برائٹ ڈے اور ڈارک ڈے کے الفاظ کوڈ کے طور پر استعمال کئے تو میں سمجھ گیا کہ یہ سپیشل کوڈ کون سا ہو سکتا ہے۔ جہاں تک اس کی سائنسی معلومات کا تعلق ہے تو اس کا پتہ مجھے اس کی جیب سے برآمد ہونے والی سرخ رنگ کی ڈائری سے چلا تھا۔ یہ صرف سیکورٹی چیف ہی نہیں بلکہ یہ بنیادی طور پر ایک سائنس دان بھی ہے۔ اس سے میں سمجھ گیا کہ یہودیوں نے اس لیبارٹری کی حفاظت کا خصوصی انتظام کرنے کی غرض سے سائنس دانوں کو ہی سیکورٹی کی خصوصی تربیت دے کر اس شعبے میں تعینات کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا نائب برجر سائنس کی اس قدر پیچیدہ باتیں آسانی سے سمجھ گیا" ___ عمران نے تفصیلی وضاحت کرتے ہوئے کہا اور عثمان جامیری اور طلحہ دونوں ہی عمران کو اس طرح دیکھنے لگے جیسے وہ کسی انسان کی بجائے کسی مافوق الفطرت چیز کو دیکھ رہے ہوں۔

"آؤ اب باہر چل کر ڈاکٹر درانی کا استقبال کریں" ___ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور سارے ساتھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

"اس فیلر کا کیا کرنا ہے" ___ چوہان نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ حرکت نہیں کر سکتا۔ اور جب تک یہ انتھونی قبضے میں نہ آجاتے، اس کا منہ بھی بند رہنا چاہئے" ___ عمران نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اسرائیل کے صدر جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئے کمرے میں کرسی پر بیٹھا ہوا آدمی ایک جھٹکے سے کھڑا ہو گیا۔ اس کا انداز بے حد مؤدبانہ تھا۔

"تشریف رکھیں"۔۔۔ صدر مملکت نے کہا اور خود اپنی مخصوص کرسی کی طرف بڑھ گئے۔ ان کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ اس وقت شدید ذہنی الجھنوں کا شکار ہیں۔

"سر اگر اسے گستاخی نہ سمجھا جائے تو پوچھ سکتا ہوں کہ آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں۔ حالانکہ آپ کے متعلق تو ساری دنیا میں یہ بات ضرب المثل کے طور پر کہی جاتی ہے کہ کٹھن سے کٹھن حالات میں بھی آپ کی پیشانی پر شکن نہیں آتی"۔۔۔ اس آدمی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور صدر مملکت جو اس دوران کرسی پر بیٹھ چکے تھے پھیکی سی ہنسی ہنس کر رہ گئے۔

"آپ کی قیافہ شناسی درست ہے کرنل پلومر۔ میں واقعی اس وقت

بے حد پریشان ہوں اور اس پریشانی کے سلسلے میں ہی میں نے آپ کو یہاں فوری طور پر طلب کیا ہے"۔۔۔ صدر مملکت نے جواب دیا اور کرنل پلومر صدر مملکت کی بات سن کر بے اختیار چونک پڑا۔

"اوہ سر کیا بات ہے"۔۔۔ کرنل پلومر نے کہا۔

"کرنل پلومر آپ اسرائیل کی انٹر سروسز ایجنسی کے چیف ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا کام سب سے مشکل اور کٹھن ہے کہ آپ اسرائیل کی اندرون اور بیرون ملک کام کرنے والی تمام ایجنسیوں اور سرکلز کی نگرانی کرتے رہتے ہیں تاکہ اگر کہیں ذرا سا بھی غداری کا شائبہ ہو تو آپ اس کا فوری طور پر تدارک کر سکیں"۔۔۔ صدر مملکت نے کہنا شروع کر دیا۔

"تو کیا سر کسی پر آپ کو غداری کا شبہ ہوا ہے"۔۔۔ کرنل پلومر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"نہیں میں آپ کو پوری تفصیل بتاتا ہوں اس کے بعد آپ مجھے بتا دیجیے کہ کیا کرنا چاہیے۔ سب سے پہلے تو میں آپ کو ایک ایسا پلان بتاتا ہوں جو میں نے خود بنایا اور خود ہی اسے کنٹرول کیا"۔۔۔ صدر مملکت نے کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے ڈاکٹر درانی کے اغوا اور اسے اگالیا لیبارٹری تک پہنچانے اور اسے خفیہ رکھنے کے سلسلے میں جو جو اقدامات کیے گئے ان کی تفصیل بتانی شروع کر دی اور کرنل پلومر اس طرح حیرت سے منہ کھولے یہ سب تفصیل سن رہا تھا جیسے وہ کوئی الف لیلوی داستان سن رہا ہو۔

"یہ سب کچھ صرف اور صرف دو مقاصد کو سامنے رکھ کر کیا گیا۔ پہلا مقصد تو یہ تھا کہ ڈاکٹر درانی کے اغوا اور اس کے اگالیا لیبارٹری میں پہنچنا

مکمل طور پر صیغہ راز میں رہے اور پاکیشیا حکومت اور خاص طور پر پاکیشیا سیکرٹ سروس کو یہ علم ہی نہ ہو سکے کہ ڈاکٹر درانی کو زمین کھا گئی یا آسمان۔ اور ان کو کسی طرح علم بھی ہو جائے تو وہ ڈاکٹر درانی کو چھڑانے کے لئے جب اگالیا لیبارٹری تک پہنچنے کی کوشش کریں تو وہاں ڈیزرٹ کمانڈوز ان کا یقینی طور پر خاتمہ کر سکیں“ ——— صدر مملکت نے کہا۔

”اوہ ویری گڈ پلاننگ سر آپ نے تو کمال کر دیا اس قدر گہری اور خوبصورت پلاننگ تو ماہر سے ماہر سیکرٹ ایجنٹ بھی نہیں کر سکتا“ ——— کرنل پلومر نے بڑے خلوص بھرے لہجے میں کہا اور صدر مملکت بے اختیار مسکرا دیئے۔

”شکریہ کرنل پلومر، لیکن اب پلاننگ کا حشر بھی سن لو۔ پہلا مقصد تو آغاز میں ہی فوت ہو گیا۔ کیونکہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ایجنٹ براہ راست الگزائر پہنچ گئے جہاں کے صحرا میں اگالیا لیبارٹری ہے۔ نجانے انہیں کیسے پتہ چلا کہ ڈاکٹر درانی کو وہاں پہنچایا گیا ہے حالانکہ اس لیبارٹری سے تو الگزائری بھی واقف نہیں ہیں، بہر حال وہ پہنچ گئے۔ پھر وہ ڈیزرٹ کمانڈوز تک پہنچ گئے۔ اور ڈیزرٹ کمانڈوز کا چیف کرنل اباگر اور اس کا ایک اڈہ ان کے ہاتھ چڑھ گیا۔ پھر کرنل اباگر کا اسسٹنٹ راڈنی بھی ان کا شکار ہو گیا۔ اس کے بعد اس کے تیسرے اسسٹنٹ راسکو نے جو ہیڈ کوارٹر کی مشینری کا انچارج ہے، اس نے میرے کہنے پر وہ اڈہ تباہ کر دیا۔ اس طرح وہ پاکیشیائی ایجنٹ بھی ختم ہو گئے“ ——— صدر مملکت نے کہا۔

”اوہ سر پھر تو اب پریشانی والی کوئی بات نہیں رہی۔ لیکن آپ پھر

بھی اس قدر پریشان ہیں“ ——— کرنل پلومر نے چونک کر کہا۔

”ہاں میں اس لئے پریشان ہوں کہ مجھے راسکو کی طرف سے ملی ہوئی رپورٹ پر مکمل یقین نہیں آ رہا۔ اس نے جس انداز میں بلکہ میں کہوں گا کہ جتنی آسانی سے ان خوفناک ایجنٹوں کا خاتمہ کیا ہے۔ یہی بات مجھے کھٹک رہی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ راسکو سیکرٹ ایجنٹ کم ہے اور مشینوں کا ماہر زیادہ ہے۔ اور اس کے مقابل جو لوگ ہیں وہ دنیا کے خوفناک ترین سیکرٹ ایجنٹ ہیں۔ اگر راسکو کی رپورٹ غلط ثابت ہوئی تو اس کا نتیجہ یہی ہو گا کہ وہ لوگ ڈاکٹر درانی کو بھی چھڑا کر لے جائیں گے اور اسرائیل کی یہ انتہائی قیمتی لیبارٹری بھی تباہ کر دیں گے۔ اگر یہ لیبارٹری تباہ ہو گئی تو نہ صرف ناقابل تلافی نقصان ہو گا بلکہ ایک نقصان ایسا ہو گا جس کا اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا۔ اس لیبارٹری میں ڈیتھ آف فیوچر نامی جو ہتھیار تیار ہو رہا ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا، اور اس کا فارمولا بنانے والے سائنس دان بھی جو گزشتہ آٹھ سالوں سے اس کی ریسرچ اور تکمیل میں مصروف ہیں وہ بھی ختم ہو جائیں گے حالانکہ اگر ڈیتھ آف فیوچر مکمل ہو جائے تو پھر سوائے یہودیوں کے دنیا کی تمام قوموں بالخصوص مسلمانوں کا مستقبل مکمل طور پر مردہ ہو جائے گا اور پھر قیامت تک اس دنیا پر یہودیوں کی بلاشرکت غیرے قبضہ اور حکومت رہے گی“ ——— صدر مملکت نے کہا۔

”اوہ میں آپ کی پریشانی سمجھ گیا ہوں سر واقعی جب تک پوری تسلی نہ ہو جائے مطمئن ہو کر بیٹھ جانا حماقت کے سوا اور کچھ نہیں۔ ڈیتھ آف فیوچر مکمل ہونے پر تو یہودیوں کے علاوہ باقی قوموں کا مستقبل مردہ

ہو جائے گا جب کہ اگر یہ لیبارٹری تباہ ہو گئی تو میں سمجھتا ہوں یہودیوں کا مستقبل مر جائے گا اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے بارے میں مجھ سے زیادہ کون جان سکتا ہے۔ میرے پاس ان کے کارناموں کا مکمل ریکارڈ موجود ہے۔ گو میری سروس فیلڈ میں کام نہیں کرتی لیکن معلومات کے لحاظ سے ہم سب سے آگے ہیں مگر سر اب اس کا کیا حل آپ نے سوچا ہے" ___ کرنل پلومر نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"آپ نے درست کہا ہے کرنل پلومر۔ اگالیا لیبارٹری کی تباہی واقعی یہودیوں کے مستقبل کی موت کے مترادف ہے۔ میں نے آپ کو اس لئے بلایا ہے کہ آپ خود فوری طور پہ ڈیزرٹ کمانڈوز کے ہیڈکوارٹر میں جائیں اور وہاں جا کر اچھی طرح انکوائری کر کے مجھے رپورٹ دیں تاکہ میری پوری طرح تسلی ہو جائے" ___ صدر مملکت نے کہا۔

"لیکن سر مسئلہ تو لیبارٹری کا ہے۔ ہمیں تحفظ تو اس کا فوری طور پر کرنا ہے۔ اس کے تحفظ کے لئے ہمیں ترجیحی بنیادوں پہ اقدامات کرنے چاہئیں" ___ کرنل پلومر نے جواب دیا۔

"اس کا مجھے فوری طور پر فکر نہیں ہے کیونکہ لیبارٹری کے حفاظتی اقدامات ایسے ہیں کہ اس میں انسان تو کیا ہوا بھی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتی اور میں نے اسے مکمل طور پر سیلڈ کر دینے کے احکامات بھی دے دیئے ہیں اور عمران لاکھ ذہین۔ عیار اور شاطر سہی اس لیبارٹری میں داخل ہونے کے لئے اسے بھی دانتوں پسینہ آ جائے گا اور فوری طور پر وہ بھی اس میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اگر اسے مہلت مل گئی تو شاید وہ ایسا کر بھی گزرے۔ اس لئے اصل بات اس وقت ڈیزرٹ کمانڈوز

کے ہیڈکوارٹر کی چیکنگ کی ہے تاکہ پوری تسلی ہو سکے" ___ صدر مملکت نے جواب دیا۔

"سر اگزار تو بہت دور ہے اور ہم براہ راست جا بھی نہیں سکتے۔ اس لئے فوری طور پر چیکنگ کے لئے یہی طریقہ استعمال ہو سکتا ہے کہ ہم وہاں کال کر کے اس راسکو پہ مزید جرح کریں ورنہ میرے وہاں پہنچنے میں کم از کم دو روز تو لگ ہی جائیں گے" ___ کرنل پلومر نے جواب دیا۔

"راسکو تو اپنی رپورٹ دے چکا ہے۔ اب مزید کیا کہے گا" ___ صدر نے قدرے مایوس سے لہجے میں کہا۔

"آپ کے بات کرنے اور میرے بات کرنے میں فرق ہو گا جناب۔ میری ساری عمر انہی باتوں کو چیک کرنے میں گزری ہے۔ میرا تو فیلڈ ہی یہی ہے کہ میں باتوں باتوں میں دوسرے سے اصل راز اگلوا لیتا ہوں" ___ کرنل پلومر نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

"اوہ ہاں واقعی اس بات کا تو مجھے خیال ہی نہ رہا تھا۔ ویری گڈ تم واقعی یہاں بیٹھے بیٹھے اصل راز اگلوا سکتے ہو" ___ صدر مملکت نے یکلخت مسرت بھرے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے میز پر موجود انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور اس کے دو نمبر یکے بعد دیگرے پریس کر دیئے۔

"یس سر" ___ دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"سپیشل ٹرانسمیٹر بھجوا دو میرے پاس" ___ صدر مملکت نے کہا

اور ریسیور رکھ دیا۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک باوردی نوجوان ایک مستطیل شکل کا جدید انداز کا ٹرانسمیٹر اٹھائے اندر داخل ہوا۔ اس نے بڑے مؤدبانہ انداز میں ٹرانسمیٹر صدر مملکت کے سامنے میز پر رکھا اور واپس چلا گیا۔

"سر آپ پہلے لیبارٹری کے انچارج سے رابطہ کریں تاکہ وہاں کی موجودہ صورتِ حال پہلے واضح ہو جائے" ـــــ کرنل پلومر نے کہا۔

"ٹھیک ہے" ـــــ صدر مملکت نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر انہوں نے ٹرانسمیٹر پر لیبارٹری کی مخصوص فریکوئنسی ایڈجسٹ کر کے اس کا بٹن آن کر دیا۔ ٹرانسمیٹر سے ٹوں ٹوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

"ہیلو پریذیڈنٹ آف اسرائیل کالنگ سیکورٹی چیف فیلر اوور" ـــــ صدر مملکت نے باوقار لہجے میں کہا۔

"سر اسسٹنٹ سیکورٹی آفیسر ٹموتھی اٹنڈنگ سر اوور" ـــــ چند لمحوں بعد ایک انتہائی مؤدبانہ آواز ٹرانسمیٹر سے ابھری۔ اور صدر مملکت کے ساتھ ساتھ سامنے کرسی پر بیٹھا ہوا کرنل پلومر بھی بے اختیار چونک پڑا۔

"فیلر کہاں ہے اوور" ـــــ صدر مملکت نے ہونٹ چباتے ہوئے انتہائی سخت لہجے میں پوچھا۔

"سر سیکورٹی چیف فیلر ڈیزرٹ کمانڈوز کے ہیڈ کوارٹر میں گئے ہیں۔ ان کے ساتھ ایڈیشنل سیکورٹی چیف رالسن بھی گئے ہیں۔ ان کے بعد ڈپٹی سیکورٹی چیف برجر ہیں۔ مگر برجر اس وقت لیبارٹری کے نیوکلیئر پلانٹ میں کسی اہم ترین کام کے لئے گئے ہیں اور اب ان کی جگہ میں اسسٹنٹ سیکورٹی آفیسر ڈیوٹی پر ہوں سر اوور" ـــــ دوسری طرف سے کہا

گیا اور صدر مملکت کی آنکھوں میں پریشانی کے ڈورے تیزی سے ابھرنے لگے۔

"کیوں برجر نیوکلر پلانٹ میں کیوں گیا ہے۔ وضاحت سے جواب دو۔ اوور" ـــــ صدر مملکت نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"سر مجھے تفصیل کا تو علم نہیں اتنا معلوم ہے سر کہ سیکورٹی چیف فیلر کی کال دو بار آئی۔ دوسری کال کے بعد باس برجر نے پاکیشیا کے ڈاکٹر درانی کو اسسٹنٹ سیکورٹی آفیسر انتھونی کے ساتھ ہیلی کاپٹر کے ذریعے ڈیزرٹ کمانڈوز کے ہیڈ کوارٹر بھجوا دیا۔ اور خود وہ نیوکلر پلانٹ میں چلے گئے اوور" ـــــ ٹموتھی نے جواب دیا۔

"کیا کیا کہہ رہے ہو ـ ڈاکٹر درانی کو کہاں بھیجا گیا ہے ـ کس نے بھیجا ہے کیوں بھیجا ہے اوور" ـــــ صدر مملکت اس طرح حلق کے بل چیخ اٹھے کہ جیسے وہ ملک کے صدر ہونے کی بجائے کوئی عام سے شخص ہوں۔

"سس سر۔ مجھے تو معلوم نہیں سر۔ مم میں تو سر اسسٹنٹ ہوں سر۔ اوور" ـــــ دوسری طرف سے ٹموتھی نے بری طرح گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بلاؤ بلاؤ فوراً بلاؤ اس برجر کو فوراً ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اوور" ـــــ صدر مملکت نے پہلے سے بھی زیادہ چیختے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ سر میں بلاتا ہوں سر آپ سر تھوڑا ویٹ کریں سر۔ اوہ سر وہ آ رہے ہیں سر۔ اوور" ـــــ ٹموتھی نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"ہیلو سر میں ڈپٹی سیکورٹی چیف برجر بول رہا ہوں سر۔ اوور" ـــــ چند لمحوں بعد ایک اور آواز ابھری۔ لہجہ بے حد مؤدبانہ تھا۔

"برجبر تم نے ڈاکٹر دُرّانی کو لیبارٹری سے باہر کیوں بھیجا ہے جب کہ ان کے لئے انتہائی سخت آرڈر دیئے گئے ہیں کہ انہیں کسی صورت بھی لیبارٹری سے باہر نہ بھیجا جائے اور تم وہاں نیوکلیئر پلانٹ میں کیا کرنے گئے تھے اور فیلڈ کیوں گیا ہے لیبارٹری سے باہر۔ پوری تفصیل سے جواب دو۔ اوور" ——— صدر مملکت نے اس طرح دانت پیستے ہوئے کہا جیسے ان کا بس نہ چل رہا ہو کہ وہ ٹرانسمیٹر کی لہروں کے ذریعے لیبارٹری جا کر برجبر کا نرخرہ اپنے دانتوں سے چبالیں۔

"سر سیکورٹی چیف فیلڈ کو ڈیزرٹ کمانڈوز کے چیف راسکو کی کال آئی اور ایڈیشنل چیف رالنسن کو ساتھ لے کر ڈیزرٹ کمانڈوز کے ہیڈ کوارٹر چلے گئے۔ لیکن احتیاط کے طور پر انہوں نے میرے ساتھ سپیشل کوڈ طے کر لئے تاکہ اس بات کی مکمل تسلی ہو سکے کہ بات چیت ہمارے درمیان ہی ہو گی۔ اس کے بعد باس فیلڈ کی کال آئی۔ انہوں نے سپیشل کوڈ بولے اور مجھے بتایا کہ ایک پاکیشیائی ایجنٹ ڈیزرٹ کمانڈوز کے اڈے سے بچ نکلا ہے اور وہ لیبارٹری کی طرف گیا ہے۔ اُسے تلاش کیا جا رہا ہے اور لیبارٹری کسی طرح بھی نہ کھولی جائے۔ سوائے لیبارٹری کھولنے کے سپیشل کوڈ کے۔ اس کے کچھ دیر بعد ان کی دوبارہ کال آئی اور انہوں نے بتایا کہ ایڈیشنل سیکورٹی چیف رالنسن غدار تھا اور وہ پاکیشیائی ایجنٹوں کا ساتھی تھا اور اس نے لیبارٹری کو تباہ کرنے کے لئے انتہائی گہری سازش کر رکھی ہے۔ اس نے بتایا کہ رالنسن نے ایٹمک مین پاور سپلائی لائن کی تھرڈ ٹاپ سٹرائپ میں ایکوون ہنڈرڈ کو تھرٹی ہنڈرڈ پر کر رکھا ہے۔ اس لئے لیبارٹری کی فوری حفاظت

کے لئے ایٹمک سنٹر سے لیبارٹری کا رابطہ منقطع کر دیا جائے اور پھر گڑبڑ دور کر کے دوبارہ بحال کر دیا جائے۔ یہ چونکہ انتہائی خطرناک معاملہ تھا اس لئے میں نے فوری طور پر ایسا کیا اور اب یہ رابطہ ختم کر کے واپس آیا ہوں۔ اب سائنس دان مین پاور سپلائی سٹرائپ کو کھولنے کا کام کر رہے ہیں تاکہ اسے درست کیا جائے اور چونکہ ڈاکٹر درانی کو بھی رالنسن نے اس گڑبڑ سے آگاہ کر رکھا تھا اس لئے اگر ڈاکٹر درانی چاہتا تو ایک بٹن دبا کر پوری لیبارٹری اڑا سکتا تھا اس لئے اُسے بھی لیبارٹری کے تحفظ کی خاطر ڈیزرٹ کمانڈوز کے ہیڈ کوارٹر بھیج دیا گیا ہے" ——— برجبر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"یہ سب آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ لیبارٹریاں اس طرح بھی تباہ ہو سکتی ہیں۔ ناممکن اگر اس طرح آسانی سے لیبارٹریاں تباہ ہو جایا کریں تو پھر ان کے حفاظتی انتظامات پر اربوں روپے ضائع کرنے کا فائدہ۔ اوور" ——— صدر مملکت نے انتہائی پریشانی کے عالم میں کہا۔ ظاہر ہے یہ سائنسی اصطلاحات تو ان کی سمجھ میں آ ہی نہ سکتی تھیں۔

"سر یہ خالص سائنسی مسئلہ ہے۔ حفاظتی انتظامات تو مشینری یا عمارت کے تحفظ کے لئے ہوتے ہیں لیکن اگر مشینری کے اندر کوئی سائنسی خرابی ہو جائے تو پھر تو تباہی ہو جاتی ہے اور سر میں تفصیل بتاتا ہوں سر۔ تاکہ میری بات کی پوری طرح وضاحت ہو سکے سر۔ ایٹمک مین پاور سپلائی لائن کی تھرڈ ٹاپ سٹرائپ میں ایکو تھرٹی ہنڈرڈ پر کر دیا گیا ہو۔ اور ایٹمک سپلائی مسلسل اس سٹرائپ سے جاری رہے تو

ایٹ تھری لائن پلس کا زیرو کاشن آف ہوتے ہی پوری لیبارٹری بھک سے اڑ جائے گی اور یہ ایٹ تھری لائن پلس جناب ایک چھوٹا سا جدید آلہ ہوتا ہے جس سے ایسی ریز نکلتی ہیں جو ایٹمک پاور کو یکلخت ایک سے ہزار گنا بڑھا دیتی ہے اور اس پاور کو کنٹرول میں رکھنے کے لئے مین پاور سپلائی کی تھرڈ ٹاپ سٹرائپ میں ایکو کو ون ہنڈرڈ رکھا جاتا ہے۔ اور رانسن نے جو انکشاف کیا ہے اس سے پتہ چلا ہے کہ سازش یہی کی گئی ہے کہ وہ پاکیشیائی ایجنٹ رانسن کی طرف سے مخصوص کاشن ملتے ہی اس آلے کا سپیشل کاشن دیگا اور لیبارٹری خوفناک تباہی کی زد میں آجائے گی۔ اس آلے کی زیادہ سے زیادہ رینج سو فٹ ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ پاکیشیائی ایجنٹ لیبارٹری کا محل وقوع تلاش کرتا پھر رہا ہے۔ لیکن اب ایٹمک سپلائی کاٹ دیئے جانے کے بعد لیبارٹری تباہی کی زد سے محفوظ ہو چکی ہے۔ اور جب سٹرائپ کی ایکو دوبارہ ون ہنڈرڈ پر آجائے گی تو سپلائی دوبارہ جوڑ کر کام شروع کر دیا جائے گا۔ جناب یہ تو یوں سمجھیے کہ ہماری لیبارٹری عظیم تباہی کی زد سے بال بال بچ گئی ہے اوور" —— برجر نے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"ہوں ٹھیک ہے میں فیلڈ سے بات کرتا ہوں اوور اینڈ آل" —— صدر مملکت نے کہا۔ برجر کی مکمل وضاحت کے بعد ان کے چہرے پر دوبارہ قدرے اطمینان کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔

"سر حیرت ہے کہ سیکورٹی افراد کو اس قدر وسیع سائنسی معلومات حاصل ہیں" —— سامنے بیٹھے ہوئے کرنل پلومر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں اب یہ طریقہ تقریباً تمام لیبارٹریوں کی حفاظت کے لئے اختیار کیا جا رہا ہے کہ سائنس دانوں میں سے ایسے افراد منتخب کئے جاتے ہیں جو اپنے جسم اور ذہنی رجحانات کے مطابق سیکورٹی کا کام کر سکیں اور پھر انہیں سیکورٹی کی خصوصی تربیت دی جاتی ہے۔ اس طرح وہ زیادہ بہتر انداز میں لیبارٹری کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ اب دیکھو اگر فیلڈ یا برجر وغیرہ بنیادی طور پر سائنس دان نہ ہوتے تو اس قدر گہری سازش کا انہیں ادراک ہی نہ ہوتا" —— صدر مملکت نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"مگر سر اس طریقہ کار کا ایک نقصان بھی سامنے آگیا ہے کہ رانسن چونکہ سائنس دان تھا اس نے سائنسی انداز میں گہری اور پیچیدہ سازش کر ڈالی" —— کرنل پلومر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں واقعی اب یہ پہلو بھی سامنے آیا ہے —— بہرحال" —— صدر مملکت نے کہا اور پھر انہوں نے ایک اور فریکوئنسی ایڈجسٹ کی اور اس کے بعد اس کا بٹن آن کر دیا۔ اور ٹرانسمیٹر سے ایک بار پھر ٹوں ٹوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

"ہیلو پریذیڈنٹ آف اسرائیل کالنگ اوور" —— صدر مملکت نے باوقار لہجے میں کہا۔

"یس راسکو اٹنڈنگ سیکورٹی چیف آف ڈیزرٹ کمانڈوز۔ اوور" —— دوسری طرف سے راسکو کی مودبانہ آواز سنائی دی۔

"راسکو۔ لیبارٹری کا چیف سیکورٹی آفیسر فیلڈ تمہارے پاس ہے۔ اس سے بات کراؤ۔ اوور" —— صدر مملکت نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"وہ ہیڈ کوارٹر کے بیرونی حصے میں گئے ہوئے ہیں جناب۔ میں انہیں بُلاتا ہوں سر۔ لیکن سر آپ کو تھوڑا انتظار کرنا ہوگا سر اوور" ——— راسکو نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے اسے کہو کہ وہ مجھے خود کال کرے اوور" ——— صدر مملکت نے باوقار لہجے میں کہا۔

"یس سر اوور" ——— دوسری طرف سے راسکو نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور صدر مملکت نے اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ فوری طور پر لیبارٹری تباہی سے محفوظ ہو چکی ہے" ——— کرنل پلومر نے مسکراتے ہوئے کہا اور صدر مملکت نے بھی اطمینان بھرے انداز میں سر ہلا دیا۔

ہیلی کاپٹر نیچے اتر کر جیسے ہی رُکا۔ اس میں سے ایک بھاری لیکن پھرتیلے جسم کے آدمی نے نیچے چھلانگ لگائی۔ دوسری طرف سے ایک اُدھیڑ عمر آدمی جن کے چہرے پر گہری پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ آہستہ آہستہ سٹینڈ کے ذریعے نیچے اترنے لگا۔

"چلو اندر" ——— ہیلی کاپٹر سے پہلے اترنے والے آدمی نے بوڑھے سے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یہ تم مجھے کہاں لے آئے ہو؟" ——— بوڑھے نے بُجھے بُجھے لہجے میں پوچھا۔

"میں کہہ رہا ہوں اندر چلو— نانسنس۔ آگے ٹرٹر کیے جا رہا ہے بُڈھا" ——— اس آدمی نے بوڑھے کو بازو سے پکڑ کر بڑے بے دردانہ انداز میں آگے کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

"رُک جاؤ ——— تمہارا نام انتھونی ہے" ——— اچانک کونے سے ایک

نوجوان نے برآمد ہوتے ہوئے انتہائی سخت لہجے میں بوڑھے کو دھکیلتے ہوئے آدمی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"ہاں میں انتھونی ہوں باس فیلڈ کہاں ہیں؟" ـــــ اس آدمی نے اسی طرح نخوت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"تمہیں جرأت کیسے ہوئی ہے۔ ڈاکٹر درانی سے ایسا سلوک کرنے کی۔ جانتے نہیں ہو کہ ڈاکٹر درانی پاکیشیا کے کتنے عظیم سائنس دان ہیں" ـــــ اس نوجوان نے غراتے ہوئے کہا۔

"ہوں گے مگر تم کون ہو؟" ـــــ اس بھاری آدمی نے کرخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ ادھر بوڑھا جسے ڈاکٹر درانی کہا گیا تھا چونک کر اس نوجوان کو دیکھنے لگا۔

"پہلے میری بات کا جواب دو" ـــــ نوجوان نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں غصے کے چراغ سے جل اٹھے تھے۔

"ارے تم ہو کون جو مجھ پر اس قدر رعب جما رہے ہو۔ جانتے نہیں ہو میں اسسٹنٹ سیکورٹی آفیسر ہوں" ـــــ انتھونی نے اس بار غصیلے لہجے میں کہا لیکن دوسرے لمحے وہ بری طرح چیختا ہوا اچھل کر دو فٹ دور جا گرا۔ نوجوان کا بازو گھوما تھا اور اس کا زوردار تھپڑ انتھونی کے چہرے پر پوری قوت سے پڑا تھا۔

"تم نے ڈاکٹر درانی سے توہین آمیز سلوک کر کے اپنی موت مقدر کر لی ہے۔ انتھونی" ـــــ نوجوان نے بھوکے بھیڑیئے کی طرح غراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے ریز پسٹل نکالا۔ اور زمین پر گر کر اٹھنے کی کوشش کرنے والے انتھونی پر ریز فائر کر دیا۔

انتھونی کے حلق سے بھیانک چیخیں نکلنے لگیں اور اس کا پورا جسم یکلخت شعلہ سا بن گیا۔ وہ چیختا ہوا بری طرح اچھل رہا تھا۔ اور اس کے اس طرح اچھلنے سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے بڑا سا شعلہ رقص کر رہا ہو۔ اور پھر موت کا یہ رقص بھی ختم ہو گیا اور ساتھ ہی انتھونی کی چیخیں بھی۔ اور چند لمحوں بعد جب آگ یکلخت بجھی تو جہاں چند لمحے پہلے انتھونی کا جیتا جاگتا جسم تھا وہاں راکھ کا چھوٹا سا ڈھیر پڑا نظر آ رہا تھا۔

"ہوں نانسنس۔ ڈاکٹر درانی سے توہین آمیز سلوک کر رہا تھا اور وہ بھی میرے سامنے" ـــــ نوجوان نے اسی طرح غصیلے لہجے میں کہا اور ڈاکٹر درانی جن کے چہرے پر اس وقت شدید ترین حیرت نظر آ رہی تھی۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس نوجوان کو دیکھ رہے تھے۔

"آئیے ڈاکٹر مجھے خوشی ہے کہ آپ زندہ سلامت ان یہودی بھیڑ کے چنگل سے نکل آئے ہیں" ـــــ نوجوان نے مڑ کر انتہائی نرم لہج میں ڈاکٹر درانی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ ۔ آپ کون ہیں" ـــــ ڈاکٹر درانی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ آئیے تو سہی تعارف بھی ہو جائے گا۔ میرے خیال میں تو تعارف کی ضرورت نہیں ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ بیگم درانی سے اتنے دن علیحدہ رہنے کی وجہ سے اس کی ضرورت پڑ جائے" ـــــ نوجوان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اسی لمحے ایک برآمدے نما حصے میں سے دو پاکیشیائی اور دیہالگزاری نوجوان باہر نکل آئے اور ڈاکٹر درانی یہاں پاکیشیائیوں کو دیکھ کر حیرت

کی شدت سے بے اختیار اچھل پڑے۔

"پپ پپ پاکیشیائی اور یہاں کیا مطلب" — ڈاکٹر درانی کی حیرت لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی اور نوجوان نے جلدی سے گردن کے پاس سے چٹکی بھری اور دوسرے لمحے اس کے چہرے اور سر پر سے ایک جھلی سی اترتی چلی گئی۔

"ارے عمران ۔ تم عمران ۔ کیا واقعی تم عمران ہو" — ڈاکٹر درانی جھلی اترتے ہی اتنے زور سے چیخے کہ پورا ماحول گونج اٹھا۔ ان کی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھٹ کر کانوں تک پھیل گئی تھیں اور چہرہ بے پناہ حیرت کی وجہ سے بگڑ سا گیا تھا۔

"شکر ہے شکر ہے۔ آنٹی بیگم درانی کا رعب اتنی دور سے بھی کام کر رہا ہے ۔ اس لئے تعارف کی ضرورت نہیں رہی" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر درانی بے اختیار آگے بڑھ کر عمران سے چمٹ گئے۔

"تم تم عمران ۔ اوہ میرا بیٹا عمران ۔ اوہ میں ان یہودیوں کے چنگل سے نکل آیا" — ڈاکٹر درانی نے کانپتے ہوئے لہجے میں کہنا شروع کر دیا۔ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور جسم کانپ رہا تھا۔

"ارے ارے بے فکر رہیں انکل۔ اب ہجر و فراق کی گھڑیاں ختم ہو گئی ہیں۔ ویسے آنٹی واقعی انتہائی خوش قسمت ہیں کہ آپ ان کی جدائی میں اس قدر رو رہے ہیں واہ" — عمران نے اپنے آپ کو زبردستی علیحدہ کرتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر درانی روتے روتے بے اختیار

ہنس پڑے۔

"شریر تم باز نہیں آؤ گے اپنی حرکتوں سے۔ یہ تو خوشی کے آنسو تھے" — ڈاکٹر درانی نے آنکھیں پونچھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"خوشی کے آنسو یعنی آپ نے مجھے ہی بیگم ۔ اوہ ۔ سوری انٹی۔ اوہ ویری سوری میری آنٹی اور آپ کی بیگم سمجھ لیا تھا" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر درانی اس بار واقعی اس طرح شرما گئے جیسے نئی دلہن شرماتی ہے اور عمران ان کی یہ حالت دیکھ کر بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"تم واقعی شریر ہو" — ڈاکٹر درانی نے جھینپتے ہوئے لہجے میں کہا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ عمران ان کے گھر آتا جاتا رہتا تھا۔ اور اسے معلوم تھا کہ بیگم درانی انتہائی سخت مزاج تھیں اور ڈاکٹر درانی ان سے بے حد ڈرتے تھے۔

"ان سے ملئے یہ میرے ساتھی ہیں۔ چوہان اور خاور۔ اور یہ میرے مقامی دوست ہیں عثمان جامیری اور طلحہ" — عمران نے مسکراتے ہوئے ڈاکٹر درانی سے اپنے ساتھیوں کا تعارف کراتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر درانی نے بڑی گرمجوشی سے ان سب سے مصافحہ کیا۔ چند لمحے پہلے انتہائی مضمحل اور نڈھال نظر آنے والے ڈاکٹر درانی کا چہرہ اس وقت فرطِ مسرت سے کسی قندھاری انار کی طرح دمک رہا تھا۔

"مگر تم یہاں کیسے آ گئے۔ مجھے تو کہا گیا تھا کہ ڈیزرٹ کمانڈوز کے ہیڈ کوارٹر مجھے لے جایا جا رہا ہے" — ڈاکٹر درانی نے چونکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ ڈینیٹ کمانڈوز کا ہیڈ کوارٹر ہی ہے انکل آیئے اندر وہاں بیٹھ کر اطمینان سے باتیں ہوں گی" ـــــ عمران نے کہا اور ڈاکٹر درانی سر ہلاتے ہوتے اندر کی طرف بڑھ گئے۔

"ارے یہ فیلڈ اوہ یہ یہاں" ـــــ ڈاکٹر درانی نے اندر داخل ہوتے ہی ایک کرسی پر بے حس و حرکت پڑے ہوتے فیلڈ کی طرف دیکھتے ہوتے چونک کر کہا۔

"خاور میں ذرا ڈاکٹر درانی سے لیبارٹری کے بارے میں کچھ اہم گفتگو کروں۔ تم اس دوران ٹرانسمیٹر کا خیال رکھنا۔ اگر ہر جہ کی کال آئے تو بے شک راسکو کے لہجے میں اس سے بات کر لینا۔ اور مجھے بتا دینا" ـــــ عمران نے خاور سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر ڈاکٹر درانی کو ساتھ لے کر وہ ایک اور چھوٹے کمرے میں آ گیا۔

"اب تفصیل سے بتائیے انکل کہ لیبارٹری میں کس فارمولے پر کام ہو رہا ہے جس کے لئے انہوں نے آپ کو اغوا کیا" ـــــ عمران نے ڈاکٹر درانی کے ایک کرسی پر بیٹھتے ہی دوسری کرسی سنبھالتے ہوتے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"اوہ عمران بیٹے یہ لوگ انتہائی خطرناک ہتھیار تیار کر رہے ہیں جسے انہوں نے ڈیتھ آف فیوچر کا نام دے رکھا ہے" ـــــ ڈاکٹر درانی نے کہا اور پھر انہوں نے اس ہتھیار کی تفصیل بتانی شروع کر دی۔ اور جیسے جیسے وہ تفصیل بتاتے جا رہے تھے عمران کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات بڑھتے جا رہے تھے۔

"اوہ اس قدر خوفناک ہتھیار۔ نجانے ان یہودیوں کے سر میں

کیا سودا سمایا ہوا ہے کہ بس دنیا میں صرف وہی زندہ رہیں اور کوئی زندہ نہ رہے" ـــــ عمران نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"عمران بیٹے میں تو جتنے دن وہاں رہا ہوں یہ سوچ سوچ کر پریشان ہوتا رہا کہ جب یہ ہتھیار تیار ہو جائے گا تو دنیا کی کیا حالت ہو گی۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ چاہے یہ لوگ میرا ایک ایک ریشہ کیوں نہ علیحدہ کر دیں میں اس خوفناک اور قاتل ہتھیار کی تیاری میں ہرگز تعاون نہ کروں گا" ـــــ ڈاکٹر درانی نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں انکل۔ اس سے پہلے بھی ان یہودیوں کے ایسے ہی بے شمار منصوبے ختم ہو چکے ہیں۔ اس کا انجام بھی یہی ہو گا اور یہ یہودیوں کے مستقبل کا خاتمہ ہو گا" ـــــ عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"لیکن بیٹے اس لیبارٹری کے حفاظتی انتظامات ناقابل یقین حد تک سخت ہیں۔ وہاں داخلہ ناممکن ہے" ـــــ ڈاکٹر درانی نے قدرے مایوس سے لہجے میں کہا۔

"انکل آپ بے فکر رہیں ـ سب ٹھیک ہو جائے گا" ـــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور اسی لمحے دروازہ کھلا اور خاور اندر داخل ہوا۔

"عمران صاحب ـ ابھی ابھی اسرائیل کے صدر کی کال آئی ہے۔ وہ فیلڈ کا پوچھ رہے تھے۔ میں نے انہیں کہہ دیا ہے کہ فیلڈ باہر گیا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ جیسے ہی وہ آئے اسے کہیں کہ مجھے کال کرے" ـــــ خاور نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"اوہ اس کا مطلب ہے کہ صدر نے پہلے لیبارٹری کال کیا ہوگا۔ اُسے پتہ چلا ہو گا کہ فیلڈ یہاں ہے۔ برجر کی کال نہیں آئی ابھی تک" ——— عمران نے چونک کر کرسی سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"اسرائیل کے صدر کی کال اور یہاں" ——— ڈاکٹر درانی نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں آئیے یہ برجر والا معاملہ سیریس ہے۔ اس کی کال اب تک آجانی چاہیئے تھی" ——— عمران نے کہا اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل آیا۔ پھر جیسے ہی وہ اس کمرے میں داخل ہوا جس میں ٹرانسمیٹر موجود تھا۔ ٹرانسمیٹر سے کال آنی شروع ہو گئی اور عمران چونک کر آگے بڑھا اور اس نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو برجر کالنگ فرام لیبارٹری اوور" ——— برجر کی آواز سنائی دی۔

"یس فیلڈ اٹنڈنگ یو اوور" ——— عمران کے حلق سے فیلڈ کی آواز نکلی اور ڈاکٹر درانی اس طرح چونک کر عمران کی طرف دیکھنے لگے جیسے انہیں یقین نہ آ رہا ہو کہ یہ آواز عمران کے حلق سے ہی نکل رہی ہے۔

"باس۔ صدر صاحب نے مجھے کال کیا تھا۔ اوور" ——— برجر نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے میری ان سے بات ہو گئی ہے۔ تم اپنی رپورٹ دو مجھے اس کی زیادہ فکر ہے۔ اوور" ——— عمران نے [illegible] لہجے میں کہا۔

"باس۔ لیبارٹری اب محفوظ ہے۔ میں نے زیرو مشین کو سکس ون سکس زیرو پر فکس کر کے نیوکلر سپلائی منقطع کر دی ہے اور اب ڈاکٹر ریگن اور پروفیسر ٹمارک سٹرائپ کو کھول رہے ہیں۔ میں پہلے ہی کال کرتا مگر اسی وقت صدر صاحب کی کال آ گئی۔ وہ بے حد پریشان تھے۔ میں نے پوری وضاحت کی۔ تب ان کی پریشانی دور ہو گئی۔ پھر میں نے کچھ دیر اس لئے انتظار مناسب سمجھا کہ صدر صاحب آپ سے بات چیت کر لیں۔ اوور" ——— برجر نے جواب دیا۔

"کتنی دیر ہو گئی ہے زیرو مشین کو آپریٹ کئے اوور" ——— عمران نے پوچھا۔

"پندرہ منٹ ہو گئے ہیں کیوں اوور" ——— برجر نے چونک کر پوچھا۔

"تم نے زیرو مشین آپریٹ کرنے سے پہلے ایٹمک بیٹریز کا لیول تو ڈاؤن کر ہی دیا ہو گا اوور" ——— عمران نے پوچھا۔

"ایٹمک بیٹریز کا لیول۔ اوہ مگر باس وہ تو آٹومیٹک ہیں۔ جیسے ہی سپلائی منقطع ہوئی اس کا لیول خود بخود ڈاؤن ہو جائے گا اوور" ——— اس بار برجر کے لہجے میں حیرت کا عنصر نمایاں تھا۔

"یو نانسنس تمہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ سائیڈ کلوزنگ نہیں ہے۔ بلکہ مکمل کلوزنگ ہے۔ اس سے آٹومیٹک سسٹم بھی تو کلوز ہو چکا ہو گا۔ نانسنس فوراً جاؤ اور جا کر ان کا لیول چیک کرو۔ سُنو کلوزنگ کی وجہ سے لیول میٹر آف ہو چکا ہو گا۔ اس لئے اس کا لیول چیک کرنے کے لئے سپیشل ڈی چارجر کو آن کر کے لیول چیک کرنا۔ فوراً جاؤ ورنہ ایسا نہ ہو کہ بیٹریز اوور ہیٹڈ ہو کر بالکل ہی بیکار نہ ہو جائیں اوور"

عمران نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ یس سر۔ میں ابھی جاتا ہوں سر۔ اوور" ۔۔۔ برجر نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ٹرانسمیٹر آف مت کرو اور واپس آکر مجھے رپورٹ دو۔ جاؤ۔ اوور" ۔۔۔ عمران نے چیختے ہوئے کہا۔

"یس سر ۔۔۔" برجر کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی لیکن اس نے اوور نہ کہا تھا۔ اور پھر ٹرانسمیٹر پر خاموشی چھا گئی۔ عمران نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کو دیکھنا شروع کر دیا۔ اس کا چہرہ پتھر کی طرح سخت ہو رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے کہ اس کے ساتھ تو ایک طرف ڈاکٹر درانی کو بھی کوئی بات کرنے کی ہمت نہ ہو رہی تھی۔ پھر تقریباً پانچ منٹ بعد یکلخت ٹرانسمیٹر میں سے ایک خوفناک دھماکے کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر پر جلتا ہوا بلب بجھ گیا۔

"وہ مارا ۔۔۔ ڈیتھ آف فیوچر کی مع لیبارٹری کے ڈیتھ ہو گئی" ۔۔۔ عمران نے اچھلتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر مسرت کا آبشار بہہ رہا تھا اور آنکھوں سے فاتحانہ چمک کی کرنیں سورج کی کرنوں سے بھی زیادہ چمکدار دکھائی دے رہی تھیں۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا تھا۔

"کیا مطلب کیا ہوا" ۔۔۔ ڈاکٹر درانی نے بے اختیار ہو کر پوچھا۔

"آپ ابھی تک نہیں سمجھے۔ اس کا مطلب ہے کہ آنٹی کو یہاں بلانا ہی پڑے گا۔ سرداور کہتے ہیں کہ جب تک آنٹی کی رعب دار آواز انکل

درانی نہ سن لیں ان کا ذہن کام ہی نہیں کرتا" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم نے پھر وہی بکواس شروع کر دی۔ میں تمہاری آنٹی سے ڈرتا نہیں ہوں" ۔۔۔ ڈاکٹر درانی نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں نے کب کہا ہے کہ آپ ڈرتے ہیں۔ وہ تو آنٹی ہیں ہی ایسی کہ ان کو دیکھتے ہی بس جسم خود بخود کانپنا شروع ہو جاتا ہے" ۔۔۔ عمران نے کہا اور ڈاکٹر درانی ایک بار پھر بری طرح جھینپ گئے۔

"اچھا ٹھہرو میں اب تمہاری آنٹی سے کہوں گا کہ جسے تم نے سر پہ چڑھا رکھا ہے۔ وہ تمہارے متعلق ایسی باتیں کرتا ہے" ۔۔۔ ڈاکٹر درانی نے کہا۔

"میں تو آنٹی کا بیٹا ہوں اور بیٹوں کو مائیں کچھ نہیں کہا کرتیں۔ کتنا بھی غصہ ہو بیٹے کو دیکھتے ہی مسکرا دیتی ہیں اگر آپ بھی اوہ۔ سب ۔ اوہ سوری" ۔۔۔ عمران نے بات کرتے کرتے یکلخت منہ پہ اس طرح ہاتھ رکھ لیا جیسے کوئی انتہائی غلط بات منہ سے نکلنے والی ہو اور ڈاکٹر درانی بے اختیار ہنس پڑے۔

"تم واقعی شریر ہو ۔۔۔ تم سے خدا بچائے۔ یہ تم ہی ہو جس کے سامنے وہ مسکراتی ہے ورنہ ۔۔۔ بہرحال بتاؤ تم اس قدر خوش کیوں ہو رہے تھے ۔۔۔ اور یہ اٹیک سپلائی کا کیا چکر ہے" ۔۔۔ ڈاکٹر درانی نے بات کرتے کرتے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"انکل۔ یہودیوں کی لیبارٹری مع ان کے ہتھیار ڈیتھ آف فیوچر اپنے بنانے والوں سمیت مکمل طور پہ تباہ ہو چکی ہے" ۔۔۔ عمران نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیبارٹری تباہ ہو چکی ہے وہ کیسے۔ نہیں اب تم مذاق پہ اتر آئے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے — اس کے حفاظتی انتظامات ---------" ڈاکٹر درانی نے یقین نہ آنے والے لہجے میں کہا۔

"اچھا آپ خود بتائیے اگر نیوکلر پاور سپلائی کی کنٹرولر مشین جسے زیرو مشین کہا جاتا ہے کو سکس ون زیرو سکس پہ فکس کر دیا جائے تو کیا ہو ا" — عمران نے اس طرح کہا جیسے استاد کسی بچے کا امتحان بنا چاہتا ہو۔

"ہونا کیا ہے سپلائی منقطع ہو جائے گی" — ڈاکٹر درانی نے منہ لمتے ہوئے جواب دیا۔

"لیکن ایٹمک بیٹریز سے آنے والی مسلسل سپلائی کا کیا ہوگا کیونکہ سے کنٹرول کرنے والا آلہ تو سکس ون زیرو سکس پہ کلوز نہیں ہوگا ر اس حالت میں پندرہ بیس منٹ بھی گزر جائیں" — عمران نے دوسرا سوال کر دیا۔

"ہوں اس سے یہ ہوگا کہ بیٹریز اوور ہیٹڈ ہو جائیں گی۔ اوہ س" — ڈاکٹر درانی نے جواب دیا۔

"اور جب بیٹریز اوور ہیٹڈ ہوں اور سپیشل ڈی چارجر آن کر دیا لئے تو کیا ہوگا" — عمران نے تیسرا سوال کر دیا۔

"ایٹمک بیٹریز اوور ہیٹڈ ہوں اور سپیشل ڈی چارجر آن کر دیا جائے ر کیا ہوگا......" ڈاکٹر درانی نے سوچنے کے سے انداز میں بڑبڑاتے و ئے کہا۔ ان کی آنکھیں سکڑ گئی تھیں اور پیشانی پہ سوچ کی گہری لکیریں نمایاں

ہو گئی تھیں۔

"ایٹمک بیٹریز اوور ہیٹڈ ہوں اور سپیشل ڈی چارجر آن کر دیا جائے — اوہ اوہ ۔ پھر تو ایٹمک بیٹریز پھٹ جائیں گی۔ بالکل پھٹ جائیں گی" — ڈاکٹر درانی نے یکلخت ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"بس آخری سوال اور آپ فرسٹ ڈویژن پاس۔ جب اتنی بڑی لیبارٹری کی ایٹمک بیٹریز بیک وقت پھٹیں گی تو کیا ہوگا" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ اوہ حیرت انگیز۔ انتہائی حیرت انگیز، پھر تو یقیناً لیبارٹری خس و خاشاک کی طرح اڑ جائے گی — تباہی مکمل تباہی ۔ اوہ تم نے یہاں بیٹھے بیٹھے یہ سب کچھ کر لیا۔ اوہ ۔ اوہ" — ڈاکٹر درانی کی حالت دیکھنے والی تھی اور دوسرے لمحے وہ اٹھ کر عمران سے اس طرح چمٹ گئے جیسے عمران کو بازوؤں میں بھر کر اپنے جسم میں سمو لیں گے۔

"ارے ارے انکل۔ اگر آنٹی نے دیکھ لیا کہ ان کی بجائے — اوہ ۔ اوہ" — عمران نے ہکلاتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر درانی اس طرح ایک جھٹکے سے علیحدہ ہوئے جیسے انہیں طاقتور کرنٹ لگ گیا ہو اور دوسرے لمحے عمران اور اس کے ساتھی بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔

"تم واقعی شریر ہو۔ بے حد شریر — ویسے تمہارا دماغ نجانے کن خلیات سے بنا ہے۔ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ ایسے بھی ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر داور سچ ہی کہتے ہیں کہ عمران جیسا دماغ دوبارہ اس

دنیا میں پیدا نہیں ہو سکتا" —— ڈاکٹر درانی نے مسکراتے ہوئے اور قدرے بھینچتے ہوئے لہجے میں کہا اور عمران ہنس پڑا۔ چوہان اور خاور کے ساتھ ساتھ عثمان جامیری اور طلحہ کے چہرے بھی یہ سن کر مسرت سے جگمگا اٹھے تھے کہ یہودیوں کی وہ خوفناک لیبارٹری تباہ ہو چکی ہے۔

"میں ذرا اسرائیل کے صدر کو کال کر لوں وہ بیچارے انتظار میں بیٹھے ہوں گے" —— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس ے ٹرانسمیٹر پر فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنی شروع کر دی اور فریکوئنسی ایڈجسٹ ے کے اس نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔ دوسرے لمحے ٹرانسمیٹر سے ٹوں ٹوں ں آوازیں نکلنے لگیں۔

"ہیلو ہیلو فیلر کالنگ پریذیڈنٹ آف اسرائیل اوور" —— مران نے فیلر کے لہجے میں کہا۔

یس پریذیڈنٹ اٹنڈنگ اوور" —— چند لمحوں بعد دوسری رف سے صدر کی آواز ابھری۔

"سر مبارک ہو —— ڈیتھ آف فیوچر کی ڈیتھ ہو گئی ہے —— البتہ اس ے کفن دفن کا انتظام آپ خود کر لیجیے۔ اوور" —— عمران نے مسکراتے وتے کہا۔

کیا —— کیا کہہ رہے ہو —— یہ کس لہجے میں بات کر رہے ہو —— کیا م ہوش میں ہو اوور" —— صدر مملکت نے غصے سے چیختے تے کہا۔

"آہستہ بولیے صدر صاحب۔ آپ ایک ملک کے صدر ہیں۔ آپ اس طرح بازاری انداز میں چیخ چیخ کر نہیں بولنا چاہیئے۔ اوور" ——

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم —— تم کون ہو —— تم فیلر نہیں ہو سکتے۔ اوور" —— صدر مملکت کی گھٹی گھٹی سی آواز سنائی دی۔

"فیلر بیچارہ تو سامنے کرسی پر بے حس و حرکت پڑا ہوا ہے۔ میں تو پاکیشیا کا ایک شہری ہوں۔ میرا نام علی عمران ہے۔ اوور" —— عمران نے اس بار اصل لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"علی عمران —— ع۔ ع —— لی۔ ی —— ع م ران ——" صدر کی آواز یکلخت ڈوبتی ہی چلی گئی۔

"ہیلو ہیلو میں کرنل پلومر بول رہا ہوں۔ صدر صاحب بیہوش ہو گئے ہیں فوراً ڈاکٹر بھیجیے" —— اچانک ٹرانسمیٹر میں سے ایک اور چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

"تم تم علی عمران —— تم ڈیزرٹ کمانڈوز کے ہیڈ کوارٹر میں کیسے پہنچ گئے —— اوور" —— دوسرے لمحے اسی کرنل پلومر کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کرنل پلومر۔ اسرائیل کے صدر کا علاج ذرا اچھے سے ڈاکٹر سے کرائیں۔ اس قدر کمزور اعصاب کے صدر ہیں کہ میرا نام سنتے ہی بیہوش ہو گئے ہیں۔ اور جب انہیں پتہ چلے گا کہ اگالیا لیبارٹری مع فارمولے ڈیتھ آف فیوچر تباہ ہو چکی ہے۔ اور پاکیشیا کے قابل فخر سائنس دان اس وقت میرے پاس زندہ سلامت موجود ہیں۔ اور ہمیں واپس لے جانے کے لئے ہیلی کاپٹر تیار کھڑا ہے تو پھر تو ان کی ڈیتھ بھی ہو سکتی ہے۔ انہیں بتا دینا کہ جس علی عمران کو روکنے کے لئے انہوں نے صحرا میں

ڈیزیٹ کمانڈوز کا جال پھیلایا تھا۔ ان ڈیزرٹ کمانڈوز کی لاشیں بھی انہیں اب صحرا میں نہ ملیں گی۔ پاکیشیا کا سائنس دان اس قدر تر نوالہ نہیں ہوتا جس قدر تمہارے صدر نے سمجھ رکھا تھا اور انہیں یہ بھی بتا دینا کہ مسلمانوں کا مستقبل تباہ کرنے کا سوچنے والوں کا اپنا مستقبل تباہ ہو چکا ہے۔ بائی بائی اوور اینڈ آل" ___ عمران نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"یہ اسرائیل کا صدر تم سے اس قدر دہشت زدہ کیوں تھا" ___ ڈاکٹر درانی نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"کیونکہ میں آنٹی بیگم درانی کا بیٹا ہوں۔ اب تو آپ بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں کہ مجھ سے کیوں بڑے بڑے لوگ دہشت زدہ رہتے ہیں" ___ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور کمرہ بے اختیار قہقہوں سے گونج اٹھا۔

ختم شد

عمران سیریز میں ایک دلچسپ اور یادگار ناول

سلور ہینڈز

مصنف مظہر کلیم ایم اے

- سلور ہینڈز ___ ایک ایسی تنظیم جس نے عمران کے ملک میں ایک مخصوص کاروبار پر مکمل اجارہ داری حاصل کرنی چاہی۔ وہ کیسا کاروبار تھا۔؟
- مادام لوسیا ___ سلور ہینڈز کی ایسی ایجنٹ جس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو حقیقت میں تگنی کا ناچ نچانے پر مجبور کر دیا۔
- مادام لوسیا ___ جو نہ صرف مارشل آرٹ کی بے مثال ماہر تھی۔ بلکہ وہ گولیوں سے جسم چھلنی کرنے کی بھی بے حد شوقین تھی اور پھر جو بھی مادام لوسیا کے سامنے آیا۔ اس کا جسم گولیوں سے چھلنی ہو گیا۔
- مادام لوسیا ___ جس نے سیکرٹ سروس کی موجودگی میں بیشمار افراد کو گولیوں سے بھون ڈالا۔ مگر سیکرٹ سروس کے ممبران خاموش تماشائی بنے رہ گئے ___ کیوں ___؟
- جولیا اور سیکرٹ سروس کے تمام ممبران ایکسٹو کے انکار کے باوجود ایک ہوٹل میں فیشن شو دیکھنے پر بضد تھے اور پھر ایکسٹو کے واضح انکار کے باوجود وہ فیشن شو دیکھتے رہے ___ کیا سیکرٹ سروس نے ایکسٹو سے بغاوت کر دی تھی؟
- سنسنی خیز اور انتہائی دلچسپ کہانی۔ سسپنس اور ایکشن سے بھرپور۔

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان ۵

عمران سیریز میں ایک انتہائی دلچسپ اور منفرد ایڈونچر کہانی

ایڈونچر مشن

مصنف :- مظہر کلیم ایم اے

- تبت کے انتہائی دشوار گزار پہاڑی جنگلوں میں عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کا ایسا مشن جہاں ہر طرف یقینی اور خوفناک موت کے جبڑے کھلے ہوتے تھے
- مارسیلا — جنگل کوئین — ایک نیا حیرت انگیز اور انتہائی دلچسپ کردار۔
- عمران اور سیکرٹ سروس کے ارکان بدھ بھکشوؤں کے روپ میں جب تبت کے جنگلوں میں داخل ہوئے تو —— انتہائی دلچسپ اور حیرت انگیز سچوئشن۔
- جولیا کو خوفناک جنگل میں جبراً اغوا کر لیا گیا اور سیکرٹ سروس کے ارکان بے پناہ سر پٹکنے کے باوجود جولیا کو تلاش نہ کر سکے —— جولیا کا کیا حشر ہوا ——؟
- مارسیلا —— عمران اور سیکرٹ سروس کے ارکان اور خوفناک یوگیوں اور بدھ بھکشوؤں کے درمیان ہونے والی ایک ایسی جنگ جس کا ہر راستہ موت پر ختم ہوتا تھا
- جوزف — جنگلوں کا بادشاہ — ایک نئے اور انوکھے روپ میں ——
- ایک ایسا مشن جس کے مکمل ہوتے ہی عمران نے سیکرٹ سروس سے بغاوت کر دی اور پھر خوفناک جنگلوں میں عمران اور جولیا دشمنوں کی طرح ایک دوسرے کے مقابلے پر ڈٹ گئے —— وہ مشن کیا تھا؟ دلچسپ حیرت انگیز، تیز رفتار ایکشن اور سنسنی خیز سسپنس۔

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

مظہر کلیم ایم اے

یکے از مطبوعات

یوسف برادرز
پبلشرز، بک سیلرز

پاک گیٹ ○ ملتان

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام